بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم

القول السدید فی حکم یزید

اہلِ اسلام کی نظر میں یزید

تالیف

محمد سراج احمد سعیدی القادری

ملنے کا پتا

مدرسہ عزیز العلوم رجسٹرڈ

اوچشریف تحصیل احمد پور شرقیہ ۔ ضلع بہاولپور

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لَا يُحِبُّ اللهُ الۡجَهۡرَ بِالسُّوۡٓءِ مِنَ الۡقَوۡلِ اِلَّا مَنۡ ظُلِمَ

القول السدید فی حکم یزید

اہلِ اسلام کی نظر میں یزید

تالیف

محمد سراج احمد سعیدی القادری

ملنے کا پتا
مدرسہ عزیز العلوم رجسٹرڈ
اوچشریف تحصیل احمد پور شرقیہ - ضلع بہاول پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانوں کو انتشار سے بچانے کی پر خلوص اور لاجواب کوشش

بفیضانِ کرم: غزالی زماں رازی دوراں، امام اہلسنت، مجدد مائۃ حاضرہ، پیر طریقت

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز

اَلْقَوْلُ السَّدِیْدُ فِیْ حُکْمِ یَزِیْد

المعروف بہ

اہلِ اسلام کی نظر میں یزید

تالیف

محمد سراج احمد سعیدی القادری

ناشر سنبھل ادبی اکیڈمی (واہی حسین) بہاولپور لاہور

ملنے کا پتہ

جامعہ سعیدیہ عزیز العلوم (رجسٹرڈ) اوچ شریف تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور پاکستان

0301-7793990 - 0301-6992-3185

فہرست مضامین کتاب ہٰذا

پہلا باب

دوسرا باب

تیسرا باب

ساتواں باب

آٹھواں باب

مقام شہید

نام کتاب ——— القول السدید فی حکم یزید

امام اہلسنت غزالی زماں قدس سرہ نے یہ نام تجویز فرمایا تھا۔

طبع اول ——— سنہ ۱۹۸۱ء

اضافے کا تاریخی نام ——— تاریخ ذمِ یزید سنہ ۱۹۸۲ء

مؤلف کتاب ——— علامہ سراج احمد السعیدی القادری

ناشر ——— سینہڑا ادبی اکیڈمی واہی حسین بہاولپور

طبع ثانی مع اضافہ مشتمل بر ابواب ——— سنہ ۱۹۹۷ء

کتابت ——— ریاض شاہد (واہی حسین) بہاولپور

تعداد ——— ۱۱۰۰

مطبع ——— سعید الیکٹرک پریس ملتان

قیمت ———

تقریظ

امام اہلسنت، غزالی زماں، شیخ المشائخ غوث زمانہ

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ط

خیر و شر کی جنگ ابتدا سے چلی آرہی ہے، کربلا کا واقعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھا، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سراپا خیر تھے اور یزید سراپا شر۔

زیر نظر کتاب "القول السدید" کو اگرچہ فقیر نے بالاستیعاب نہیں دیکھا۔ لیکن سرسری نظر ڈالنے سے یہ امر واضح ہوگیا ہے کہ یہ کتاب اس موضوع پر بڑی محنت اور جانفشانی سے لکھی گئی ہے۔

اس کے مؤلف مولانا سراج احمد القادری سلمہ نے نہایت تفصیل سے متعلقہ مباحث کو تحریر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کی اس سعی جمیل کو شرف قبول عطا فرمائے اور اس کتاب کو عامۃ الناس کے لئے ہدایت اور منفعت دینی کا سبب بنائے۔ (آمین)

سید احمد سعید کاظمی غفرلہ

۵ ربیع الثانی شریف ۱۳۹۸ھ

کتاب ہذا کے بارے میں غزالی زماں کے تقریری تأثرات

مولانا سراج احمد صاحب، اللہ تعالیٰ انکے علم میں عمل میں برکت دے۔

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ایک علم وعمل کی روشنی وشعاع

پیدا کی ہے۔

اب جو کتاب انہوں نے لکھی ہے (القول السدید فی حکم یزید)

اہل اسلام کی نظر میں یزید پلید - یہ کتاب میں نے دیکھی تو مجھے بڑی خوشی ہوئی، بہت

خوب کتاب لکھی انہوں نے بہت مواد جمع کر دیا، نہایت ہی بہترین انداز میں اس موضوع

پر انہوں نے سعی کی۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے پہلے جتنی کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں یہ کتاب

ان سب سے اعلیٰ ہے۔

مولانا سراج احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، وقتاً فوقتاً یہ مختلف موضوعات

پر لکھتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انکو اہل ذوق بنایا ہے، اہل قلم بنایا ہے۔

تقریر وتحریر وتدریس تینوں کا اللہ تعالیٰ نے انکو ملکہ عطا فرمایا ہے۔

میرے دل کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ملکے میں اور ترقی فرمائے،

میں بہت دعا کرتا ہوں۔ میرے دل میں انکی بڑی وقعت ہے یہ

بڑے سعادت مند اور صالح نوجوان اہل علم ہیں۔

اللہ تعالیٰ انکو زندہ وسلامت رکھے۔ (آمین ثم آمین)

تقریظ

جانشین امام اہل سنت شیخ طریقت، زبدۃ الکاملین
حضرت علامہ صاحبزادہ سید مظہر سعید صاحب کاظمی مرکزی امیر جماعت اہل سنت پاکستان

حضرت مولانا سراج احمد صاحب سعیدی زید مجدہٗ کا شمار والد گرامی حضور قبلہ گاہی علیہ الرحمۃ کے فاضل شاگردوں میں ہوتا ہے۔

مولانا موصوف تقریر و تحریر دونوں میدانوں میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں علمی موضوعات پر کئی رسالے تحریر کر چکے ہیں جو قارئین سے داد وصول کر چکے ہیں۔
زیر نظر کتاب (**القول السدید**) مولانا موصوف کی ایک پسندیدہ علمی کاوش ہے۔ فقیر کی دعا ہے کہ اللہ رب العزت، حضرت مولانا کو دین متین کی بیش از بیش خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے علم و عمل میں مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

فقیر سید مظہر سعید کاظمی عفی عنہ

شاداب کالونی۔ ملتان

تقریظ

نورِ چشم غوث الاعظم، مخدوم الملک حضرت قبلہ مخدوم حامد محمد شمس الدین جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

(قرآن میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان یا (حدیث میں) حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم اُن آنے والے حادثات کی نشان دہی کرتے ہیں جو اہلِ بیت عظام کے سامنے آئے۔ ؎

وہ دیارِ حُسن کے آشنا   وہ رواج و رسم کے علامہ

وہی سر ہمیشہ قلم ہوئے   جو جُھکے سجود و نیاز میں

اس یزیدی دَور میں ایک اہلِ علم کا حق کی خاطر قلم اٹھانا میں کسی جہاد سے کم نہیں سمجھتا۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کتاب مولانا سراج احمد سعیدی القادری کو اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے اور (ہم سب) کو اس کتاب کے پڑھنے اور عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

(مخدوم الملک)

خادم الفقراء محمد شمس الدین گیلانی اوچ شریف

تقریظ

استاذ العلماء فخر الصالحین، شیخ المحدثین، مناظرِ اسلام مبلغ عرب و عجم
حضرت علامہ مولانا محمد منظور احمد صاحب فیضی بانی مدرسہ جامعہ فیضیہ احمد پور شرقیہ
عزیزم محترم فاضل جلیل مولانا سراج احمد صاحب زید مجدہٗ در شدہ
کی تالیف (القول السدید) کو سرسری نگاہ سے بعض مقامات سے دیکھا جس
کو نافع پایا۔

اللہ تعالیٰ بطفیل سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم، مولانا موصوف کو خطابت
و تحریر میں زیادہ برکتوں سے نوازے

ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

مولانا نے یزید پلید کا رد لکھ کر خارجیت کے تابوت میں شگاف ڈال دیئے ہیں۔
رب تعالیٰ اس کتاب سے مسلمانوں کو مستفیض فرمائے۔ اور عزیز مولانا موصوف
کو دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے۔ (آمین)

رقمہٗ۔ محمد منظور احمد فیضی مہتمم جامعہ فیضیہ احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور

تقریظ

زبدۃ المحققین، صدر المدرسین، مفتی اعظم پاکستان، مناظرِ اسلام

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اقبال صاحب سعیدی نائب شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

عزیز محترم مولانا سراج احمد صاحب سعیدی سلمہم اللہ تعالیٰ اہلِ سنت کے مشہور اہلِ قلم سے ہیں، مقررین حضرات کو اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ تصنیف کے شغل میں مصروف ہو سکیں۔ مگر عزیز محترم اس حیثیت سے ان منفرد مقام رکھنے والے ذی علم سے ہیں کہ فنِ خطابت میں بھی ان کا طوطی بولتا ہے اور میدان تصنیف میں بھی اپنی جولانیاں دکھا رہے ہیں۔ "القول السدید" ان کی ایسی ضخیم تصنیف ہے جو درجہ مقبولیت حاصل کر چکی ہے اور بھی کئی رسائل ان کے رشحات قلم سے پبلک کے سامنے آچکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اختلاف کے ختم ہونے کا سبب بنائے اور اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل عامۃ المسلمین کے لئے نافع اور آخرت میں مصنف کی مغفرت کا سبب بنائے۔ آمین۔

دعا گو فقیر۔ محمد اقبال سعیدی

مدرسہ انوار العلوم ملتان

التمہید فی تلعن یزید

یزید پر لعنت کرنے والوں کا اجمالی نقشہ

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ظالم پر لعنت کی ہے، لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین ۵ پ۸ الاعراف آیت ۴۴ (ترجمہ اللہ کی لعنت ظالموں پر) یزید علیہ ما یستحقہ ظالم تھا۔ الصواعق المحرقہ ص۲۲۱، تطہیر الجنان واللسان ص۵۳، تاریخ الخلفاء ص۹۶، بغیۃ الرائد ص۹۸، سر الشہادتین ص ۱۲ ۔

(ب) فلعنۃ اللہ علی الکافرین ۵ البقرہ آیت ۸۹، ترجمہ اللہ کی لعنت ہے کافروں پر۔ (البیان ص۱۸)

امام احمد نے یزید کو کافر کہا ہے۔ الاشاعہ ص۳۰ ذمام یزید ص۱۶، امام اسمٰعیل حقی نے کہا یزید کافر ہوگیا تھا تفسیر روح البیان ج ۱ ص۱۷۹، مفسر قرآن قاضی ثناء اللہ نے کہا ہے کہ یزید کافر ہوگیا اور دین محمد کا انکار کر دیا تھا۔ تفسیر مظہری ج ۵ ص۲۷۱، فقالت طائفۃ انہ کافر، الصواعق المحرقہ ص۲۲۲ ایک جماعت نے کہا یزید کافر ہے۔ حادثہ ص۴۴ ۔

(ج) اللہ تعالیٰ نے مومن کے قاتل پر لعنت کی ہے، ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزآؤہ جہنم خٰلدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ (پ۵ النساء آیت ۹۳)

ترجمہ اور جو کوئی قتل کرے کسی مسلمان کو قصداً تو اس کا بدلہ دوزخ ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور غضب ناک ہوگا اس پر اللہ تعالیٰ اور اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

یزید اور یزید کے حکم سے اس کے گورنروں اور اس کے کارندوں نے جن بے گناہ افراد کو موت کی آغوش میں سلادیا تھا انکی تفصیل درج ذیل کتب سے اپنے مقام پر لکھدی ہے

البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۲۲۲، و ص۲۲۴ تاریخ الخلفاء ص۱۵۸، ماثبت بالسنہ ص۱۵، شرح عقائد ص۱۱۳،

(۲) یزید شرابی تھا، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۶ و ص ۲۲۸ و ص ۲۳۲، ص ۲۳۳ و ص ۲۳۵، تاریخ الخلفاء ص ۱۶۰، الصواعق المحرقہ ص ۲۲۱، ماثبت بالسنہ ص ۱۶، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۴۷۳

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے، اللہ کی لعنت شراب[۱] پر، شراب پینے[۲] والے پر، شراب پلانے[۳] والے پر، شراب بیچنے[۴] والے پر، شراب خریدنے[۵] والے پر، شراب بنانے[۶] والے پر، شراب بنوانے[۷] والے پر، شراب اٹھانے[۸] والے پر، اور اس پر جس کے لئے[۹] اٹھا کر لی جاتی ہو، اور شراب[۱۰] کی قیمت کھانے والے پر، ابن ماجہ ص ۲۵، تفسیر مظہری تحت انما الخمر والمیسر الخ۔

(۳) یزید نے اہل مدینہ کو قتل کرایا، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۰ و ص ۲۲۱ و ص ۲۲۲، حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۲۵۱ حاشیہ ۱۱، حاشیہ مشکوۃ ص ۵۴۵ حاشیہ ۱۱، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۴۱، تاریخ الخلفاء ص ۱۶۰، ماثبت بالسنہ ص ۱۵ و ص ۱۶، جذب القلوب ص ۲۸ و ص ۲۹، خلاصۃ الوفی وغیرہم۔

محدث کبیر امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے نقل فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" جس نے مدینہ والوں کو خوف زدہ کیا، اللہ تعالیٰ اس کو خوف زدہ رکھے گا، ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو" تاریخ الخلفاء ص ۱۶۰ ماثبت بالسنہ ص ۱۶ مسلم ج ۱ ص ۴۴۲

جب اہل مدینہ کو خوف زدہ کرنے والا لعنتی ہے تو انکو قتل کرنے والا اور انکے گھر اجاڑنے والا کتنا بہت بڑا لعنتی ہوگا۔

(۴) ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا متوفیہ ۵۸ھ سے مروی ہے کہ قاتل دملعون یزید کو اللہ برکت نہ دے کیونکہ اس نے میرے پیارے بیٹے حسین کے ساتھ بغاوت کی اور انہیں شہید کرا دیا۔ (ابن عساکر) ماثبت بالسنہ

عربی ص۱۱ مترجم ص۲۷ یزید کا نام لیکر اس پر لعنت تو کی گئی ہے، اس کا نام لیکر جنت کی بشارت نہیں دی گئی اس سے ثابت ہوا کہ باغی یزید طاغی تھا نہ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام کعبہ حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کو باغی کہنا، جاہلوں، خارجیوں، ناصبیوں کی بکواس ہے، انکی یہ بکواس اہل سنت وجماعت کے نزدیک باطل ہے، شرح فقہ اکبر ص۸۷

(۵) یزید علیہ مالیستحقہ کے چار کاموں پر لعنت۔ (۱) یزید دھونس، دباؤ اور جبر و زور سے امت مسلمہ پر مسلط تھا، اہلبیت نبوی، صحابہ کرام جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک معزز ترین خلائق ہیں۔ ان کی توہین و تذلیل کرنے میں یزید نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی، مفسدین اور شریر لوگ جنہوں نے (یزید کے حکم سے) حرمین محترمین پر چڑھائی کی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، جیسے عبیداللہ بن زیاد، عمرو بن سعد، شمر بن ذی الجوشن، مجرم بن عقبہ، حصین بن نمیر وغیرہ ایسے خبیث اور ظالم افراد یزید کے نزدیک معزز و محترم تھے،

(۲) یزید نے حرم الٰہی کی حرمت کا کوئی پاس و لحاظ نہیں رکھا۔

(۳) عترت پیغمبر علیہ السلام کی عزت کو خاک میں ملایا۔

(۴) تارک سنت تو تھا ہی۔ حادثہ کربلا کا پس منظر ص۲۷۲

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چھ شخص ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی ہے، اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہے،

(۱) کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا۔ (۲) تقدیر الٰہی کی تکذیب کرنے والا۔

(۳) جبر و زور سے تسلط حاصل کر کے جس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے اسے اعزاز بخشنے والا اور جسے اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے اسے ذلیل کرنے والا۔ (۴) حرمت، حرم الٰہی کو پامال کرنے والا۔ (۵) میری عترت کی جو حرمت اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے اس کو حلال کر دینے والا (۶) میری سُنت کا تارک۔ رواہ البیہقی فی المدخل و رزین فی کتابہ۔ مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر، فصل ثانی ص۲۲، جامع صغیر ج۲ ص۳۳

اس حدیث کو امام ترمذی نے اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ سے روایت کیا، نیز امام حاکم نے اس کو حضرت ابن عمر کی روایت سے نقل کیا ہے، حادثہ ص۲۷، جامع صغیر ج۲ ص۳۳، الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر از امام یوسف نبہانی ج۲ ص۱۵۵ مطبوعہ مصر۔

(۶) حضرت ابن زبیر متوفی ۷۳ھ نے قاتلان حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر لعنت کی ہے۔ البدایہ والنھایہ ج۸ ص۲۱۲)

(۷) مدینہ منورہ کے وفد کے سرداروں نے فرمایا کہ ہم نے آنکھوں سے دیکھا ہے کہ لیس لہ دین" یزید بے دین ہے، البدایہ والنھایہ ج۸ ص۲۱۶

لمحہ فکریہ ؛ یزید بے دین، اہلبیت نبوت اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قاتل لعنتی نہیں ہے تو صحابہ کرام کا ساب کافر کیونکر ہوگا ؟ لعوصلہ

(۸) امام الائمہ، سراج الأمۃ، سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ متوفی ۱۵۰ھ کے بارے میں، امام الکیا الھراسی شافعی متوفی ۵۰۴ھ نے فرمایا کہ، ولابی حنیفۃ قولان تلویح وتصریح" اور امام ابو حنیفہ کے بھی اس (یزید) کے بارے میں دو قول ہیں ایک میں اس پر لعنت کا اشارہ ہے دوسرے میں اس کی تصریح ہے، حادثہ ص۳۶، سیدنا امام اعظم نے ہشام بن عبدالملک اموی کے

امام اعظم

مقابلہ میں حضرت زید بن علی بن سیدنا امام حسین کی اعانت کی تھی، مناقب ابی حنیفہ، حادثہ ص۱۸ ہدیۃ المہدی ج ا ص۹۷ - رحمۃ للعالمین

(۹) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۹ھ کے بارے میں امام الکیا الہراسی نے ارقام فرمایا ہے، ولمالک قولان تلویح وتصریح، اور امام مالک کے بھی دو قول ہیں ایک میں اس یزید پر لعنت کا اشارہ ہے دوسرے میں تصریح ہے، حادثہ ص۳۶،

(۱۰) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے بارے میں امام الہراسی نے فرمایا۔ ففیہ لاحمد قولان تلویح وتصریح، اس یزید پر لعنت کے بارے میں امام احمد کے دو قول ہیں ایک میں اس کے ملعون ہونے کی طرف اشارہ ہے دوسرے میں اس کی تصریح ہے۔ حادثہ ص۳۶

(۱۱) قال الامام احمد متوفی ۲۴۱ھ، یکفرہ - الاشاعہ لاشراط الساعۃ ص۳۰ ذمائم یزید ص۱۶، ماہنامہ السعید ج ۲ شمارہ نمبر۶ ص۳۸،

۲۶ یزید پر لعنت کرنے والوں میں احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور ان کے فرزند صالح بن احمد بن حنبل، قاضی ابو یعلی اور علامہ ابن جوزی ۵۹۷ھ شامل ہیں۔ الصواعق المحرقہ ص۲۲۲

(۱۲) جن علماء نے یزید بن معاویہ پر لعنت کی اجازت دی ہے انہوں نے احادیث عظمت مدینہ سے استدلال کیا ہے اور یہی روایت ہے امام احمد بن حنبل سے اور اسی کو خلال، ابوبکر، عبدالعزیز اور قاضی ابو یعلی اور اس کے بیٹے قاضی ابوالحسین نے اختیار کیا ہے، اور ابن جوزی نے..... یزید پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۲۲۳)

۲۷ (۱۳) امام ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ نے، احکام القرآن

ج ۳ ص۱۱۹ میں یزید کو لعین لکھا ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ کریں۔ وقد کان

اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یغزون بعد الخلفاء الاربعة مع

الامراء الفساق وغزا ابوایوب الانصاری مع یزید اللعین۔

(۱۴) یزیدیوں کے معتمد علامہ ابن حزم یزیدی اموی غیر مقلد متوفی ۴۵۶ھ نے جمہرہ انساب العرب ص۱۱۲ پر لکھا ہے کہ یزید کے اسلام میں برے کرتوت ہیں۔ اس نے اپنی سلطنت کے آخری دور میں حرہ کے دن اہل مدینہ اور انکے بہترین اشخاص اور بقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو قتل کیا اور اپنے عہد حکومت کے اوائل میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت کو قتل کیا، اور مسجد حرام میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کر کے کعبہ اور اسلام کی بے حرمتی کی۔ (حادثہ ص۳)، صحابہ کرام کا قاتل، اہلبیت رسول اللہ کا قاتل اہل مدینہ کا قاتل، کعبہ اور اسلام کی بے حرمتی کرنے والا لعنتی نہیں تو اور کیا ہے، قرآن مجید نے تو ایک مؤمن کے قتل کرنے والے کو لعنتی قرار دیا ہے۔ (سورۃ النساء آیت ۹۳)

(۱۵) امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری متوفی ۵۴۲ھ، خلاصۃ الفتاوی ج ۴ ص۳۹۰ میں رقم طراز ہیں، اللعن علی یزید بن معاویہ ..... قال رحمہ اللہ سمعت عن الشیخ الامام الزاھد قوام الدین الصفاری انہ کان یحکی عن ابیہ انہ یجوز ذلک ویقول ..... لا باس باللعن علی یزید، حادثہ ص۳۷۳۔

(۱۸) شمس الاسلام امام ابوالحسن علی بن محمد طبری الملقب عماد الدین المعروف بالکیا ہراسی متوفی ۵۰۴ھ جو شافعی المسلک ہیں نے ارقام فرمایا ہے،

ولنا قول واحد التصریح دون التلویح وکیف لا یکون کذلک وھو

اللاعب بالنرد والمتصید بالفھود ومدمن الخمر وشعرہ فی الخمر معلوم

ومنہ قولہ ؎ اقول لصحب ضمت الکاس شملھم

وداعی صبابات الھوی یترنم

خذوا بنصیب من نعیم ولذۃ — فکل وان طال المدی یتصرم
ولا تترکوا الیوم السرور الی غدٍ — فرب غد یأتی بما لیس یعلم

وکتب فصلا طویلا ثم قلب الورقۃ وکتب لو مددت ببیاض لمددت العنان

فی مخازی ھذا الرجل: حیاۃ الحیوان ج ۲ ص ۱۷۵ و ص ۱۷۶

(ترجمہ) اور ہمارا تو بس ایک ہی قول ہے جس میں اس (یزید) پر لعنت کی تصریح ہے، اشارہ کنایہ کی بات نہیں اور وہ کیوں ملعون نہ ہوگا، حالانکہ وہ نرد کھیلتا تھا، چیتوں سے شکار کرتا تھا، شراب[۱] کا رسیا تھا، شراب کے بارے میں اس کے اشعار سب کو معلوم ہیں، منجملہ ان کے یہ اشعار بھی ہیں۔ میں اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں کہ جن کو جام شراب نے یکجا کر دیا ہے اور شوق محبت کا داعی ترنم ریز ہے، نعمت ولذت میں سے اپنا حصہ لے لو، کیونکہ ہر ایک کو خواہ اس کی مدت کتنی ہی دراز کیوں نہ ہو آخر ختم ہونا ہے، اور آج کے یوم مسرت کو کل پر نہ ٹالو کیونکہ بہت سے آنے والے کل ایسی کیفیت لے کر آجاتے ہیں جس کا پتہ نہیں ہوتا۔ اس کے بعد الکیا نے ایک طویل فصل اسی موضوع پر لکھ ڈالی اور پھر ورق اُلٹ کر اس پر یہ لکھ دیا کہ اگر مزید اوراق مجھے دیئے جاتے تو میں اس شخص (یزید) کی رسوائیوں کے بیان میں عنان قلم کو مزید تیز کر دیتا۔

لگتا یوں ہے کہ یہ فتویٰ امام غزالی کے فتویٰ کے رد میں لکھا گیا ہے چونکہ یہ دونوں ہم اساتذہ وہم زمان تھے بلکہ الکیا امام غزالی پر فضیلت رکھتے ہیں۔ البدایہ والنھایہ ج ۱۲ ص ۱۷۲

محدث جلیل امام شرف الدین نووی شافعی متوفی ۶۶۷ھ نے مسلم ج ۱ ص ۴۴۱ کی حدیث من احدث فیھا حدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین کے تحت

وحیاۃ الحیوان

وامام غزالی

ومن جوزی الصواعق

امام ذھبی الصواعق (۱۹)

---

[۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرابیوں پر لعنت کی ہے۔ ابن ماجہ ص ۲۵۰

ارقام فرمایا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ لعنت سے مراد یہاں وہ عذاب ہے جس کا وہ اس گناہ کے سبب مستحق ہے۔ (عن القاضی) نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱

(۲۰) امام سعد الدین تفتازانی حنفی متوفی ۷۹۲ھ نے ارقام فرمایا ہے،

لعنة الله علیه وعلی انصاره واعوانه (شرح عقائد ص ۱۱۳) اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یزید پر اور اس کے اعوان و انصار پر،

(۲۱) ابن تیمیہ حرانی (ناصبی حادثہ ص ۵۴)، نے لکھا ہے جس شخص نے حضرت حسین کو شہید کیا، ان کے قتل میں مدد کی یا ان سے راضی ہوا اس پر اللہ کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت اللہ تعالیٰ نہ اس کا عذاب دور کرے گا اور نہ اس کا عوض قبول کرے گا۔ فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۴۸۷، حادثہ ص ۲۹،

(۲۲) علامہ ابن کثیر دمشقی (شاگرد رشید ابن تیمیہ) متوفی ۷۷۴ھ نے لکھا ہے،

وقد استدل بهذا الحديث وامثاله من ذهب الی الترخيص فی لعنة يزيد بن معاوية وهو رواية من احمد[24] بن حنبل: اختارها الخلال[25]۔ والابوبكر عبدالعزيز[26]، والقاضی ابویعلی[27] وابنه القاضی[28] ابوالحسین،

(ترجمہ) اس حدیث اور اس جیسی دوسری حدیثوں سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے جن کی رائے یہ ہے کہ یزید بن معاویہ پر لعنت کرنے کی اجازت ہے اور امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت میں یہی وارد ہے اور اسی کو خلال، ابوبکر عبدالعزیز، قاضی ابویعلی اور ان کے صاحبزادے قاضی ابوالحسین نے اختیار فرمایا ہے، امام حافظ الدین محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز کردری حنفی متوفی ۸۲۷ھ نے فتاویٰ بزازیہ میں لکھا ہے، لا بأس باللعن علی یزید۔ یزید پر لعنت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (حادثہ ص ۳۷)

(۲۹) امام عبدالرحمان جامی صاحب شرح جامی متوفی ۸۹۸ھ فرماتے ہیں: حسد

لعنت بر یزید دیگر بر مزید (تذکرہ مولانا جامی ص۶۶)

(۳۰) محدث جلیل امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ سنہ ہجری نے فرمایا ہے،

لعن اللہ قاتلہ و ابن زیاد معہ ویزید ایضاً، تاریخ الخلفاء ص۱۵۸

(۳۱) امام ابن حجر مکی م ۹۷۴ سنہ ھ نے لکھا ہے، ویزید بن معاویہ فانہ من اقبحہم وافسقہم بل قال جماعۃ من الائمۃ بکفرہم. (تطہیر الجنان ص۵۳)

فاجازہ قوم (ای اللعن علی یزید) الصواعق المحرقہ ص۲۲۲،

(۳۲) مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی م ۱۰۳۴ سنہ ھ نے فرمایا، توقف در لعنت (یزید) بنا بر اصل مقرر اہل سنت است ..... نہ آنکہ او شایان لعنت نیست۔ احادیثہ ص۵۱۴

(۳۳) محدث مکۃ المکرمہ امام علی قاری م ۱۰۱۴ سنہ ھ نے ارقام فرمایا ہے،

اتفقوا علی جواز اللعن علی من قتلہ او امر بہ او اجازہ او رضی بہ۔ شرح فقہ اکبر ص۸۷ مطبوعہ دہلی،

(۳۴) شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی م ۱۰۵۲ سنہ ھ نے فرمایا.

لعن اللہ قاتلہ و ابن زیاد معہ ویزید ایضاً. ماثبت بالسنہ ص۱۵

(۳۵) علامہ امام اسمٰعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ سنہ ھ نے بعض آئمہ اہلسنت سے یزید کا کافر ہو جانا نقل کیا ہے، تفسیر روح البیان ج ا ص۱۷۹

(۳۶) امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی م ۱۱۷۶ سنہ ھ نے فرمایا ہے۔

ارتکبہ من القبائح ہذہ الغزوۃ من قتل الحسین علیہ السلام و تخریب المدینۃ والاصرار علی شرب الخمر (شرح تراجم ابواب بخاری ص۳۲)

(۳۷) علامہ قاضی ثناء اللہ نقشبندی متوفی ۱۲۲۵ سنہ ھ نے فرمایا

ثم کفر یزید و من معہ ...... وکفر یزید بدین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وایضا احل الخمر. تفسیر مظہری ج ۵ ص۱۷۱)

(۳۸) مفسر قرآن علامہ سید محمود آلوسی بغدادی م ۱۲۷۰ھ نے فرمایا ہے.

وانا اذھب الی جواز لعن مثله علی التعیین ..... فلعنة الله علیهم اجمعین وعلی انصارهم واعوانهم وشیعتهم ومن مال الیهم الی یوم الدین.

تفسیر روح المعانی ج ۲۶ ص۷۲، ص۷۴ بحوالہ ذمائم یزید ص۱۷ و ص۱۸

(۳۹) زبدۃ المفسرین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی م ۱۲۳۹ھ نے فرمایا حضرت امام علیہ السلام کی شہادت پر یزید پلید راضی ہوا اور خوش ہوا اور اس نے اہلبیت اور خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی، جن علماء کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مرجح ہیں تو ان علماء نے یزید پلید پر لعن کیا. فتاوی عزیزی ص۲۴۸

(۴۰) شیخ المسلمین اعلی حضرت امام الشاہ احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ نے ارقام فرمایا ہے، ملعون ہے وہ جو (یزید کی) ان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے،

عرفان شریعت ص۵۶ (اس) عدد مرجان الاس حلبی. سلسلہ صلبیہ اور درج (احل ۲۸ ص)

(۴۱) امام اہلسنت، غزالی زمان، علامہ امام سید احمد سعید الکاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ نے فرمایا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سراپا خیر تھے اور یزید سراپا شر

یزید کے حامیوں میں ناصبیوں، خارجیوں اور بعض دیوبندیوں کے علاوہ زیادہ تر تعداد غیر مقلدوں کی ہے جو اپنے آپ کو شیعان علی کہلاتے ہیں (ہدیۃ المہدی ص۱۰۰) مگر آل علی سے غداری کا ارتکاب کر رہے ہیں، انکی خدمت میں انکے کثیر التصانیف نواب صدیق حسن کا فیصلہ یزید کے بارے میں درج ذیل ہے، شاید اللہ تعالی انکو ہدایت نصیب فرمادے.

۴۳ نواب صاحب کی تصنیف بغیۃ الرائد فی شرح العقائد ص۹۷ و ص۹۸ سے یزید کے بارے عقیدے کی وضاحت ملاحظہ ہو، (ترجمہ)

اور بعض لوگ یزید کے بارے میں غلو وافراط کا راستہ اختیار کر کے کہتے ہیں کہ اس کو تو مسلمانوں نے بالاتفاق امیر بنالیا تھا، لہذا اس کی اطاعت امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر واجب تھی، اس بات کے زبان سے نکالنے اور اس پر اعتقاد رکھنے سے اللہ کی پناہ، کہ وہ (پلید) امام حسین کی موجودگی میں امام اور امیر ہو، اور مسلمانوں کا اتفاق کیسا؟ صحابہ کی ایک جماعت اور ان کی اولاد کہ جو اس پلید کے زمانہ میں تھی ان سب نے اس کا انکار کیا اور اس کی اطاعت سے باہر ہو گئے، اور اہل مدینہ کے بعض حضرات کو جب اس کے حال کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی بیعت توڑ دی، یزید تارک صلوٰۃ، شراب خور، زانی، فاسق اور محرمات کا حلال کرنے والا تھا، اور بعض علماء جیسے کہ امام احمد اور ان جیسے دوسرے بزرگ ہیں اس پر لعنت کو روا رکھتے ہیں حافظ ابن جوزی نے سلف سے اس پر لعنت کرنے کو نقل کیا ہے کیونکہ جس وقت اس نے حضرت حسین کے قتل کا حکم دیا وہ کافر ہو گیا اور جس نے بھی حضرت ممدوح کو قتل کیا یا آپ کے قتل کرنے کا حکم دیا اس پر لعنت کے جواز پر اتفاق ہے علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ قتل حُسین پر یزید کی رضامندی اور اس پر اس کا خوش ہونا اور اہل بیت نبوی کی اہانت کرنا یہ متواتر المعنی ہے گو اسکی تفصیلات کا ثبوت اخبار احاد سے ہو لہذا ہم اس کے بارے میں تو کیا اس کے ایمان کے بارے میں بھی توقف سے کام نہیں لیتے اللہ تعالیٰ کی اس پر بھی لعنت ہو اور اس کے بارے میں اس کے اعوان وانصار (یار ومددگار) پر بھی (تفتازانی کا کلام یہاں ختم ہو گیا)، بہر حال وہ اکثر لوگوں کے نزدیک انسانوں میں سب سے زیادہ قابل نفرت ہے اور جو جو بُرے کام اس منحوس نے اس اُمت کے اندر کئے ہیں۔

وہ ہرگز کِسی کے ہاتھوں نہیں ہو سکتے، امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے بعد اس نے مدینہ منورہ کی تخریب کے لئے لشکر بھیجا اور جو صحابہ کرام و تابعین

وہاں باقی رہ گئے تھے انکو قتل کرنے کا حکم دیا اور پھر حرم مکۃ المکرمہ کی عزت کو پامال کرنے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کے درپے ہوگیا اور اسی ناپسندیدہ حالت میں دنیا سے چل بسا اب اس کے توبہ کرنے اور باز آنے کا احتمال ہی کہاں رہا ہے "

گستاخانِ اہلبیت رسول اللہ کی خدمت میں مولانا حسن رضا خان بریلوی کا تحفہ ہے

اہلبیتِ پاک سے گستاخیاں بے باکیاں

لعنۃ اللہ علیکم دشمنانِ اہل بیت

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوانِ اہلبیت ؛ تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلبیت
کس زباں سے ہو بیان عز و شانِ اہلبیت ؛ مدح گوئے مصطفٰے ہے مدح خوانِ اہلبیت
ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیان ؛ آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلبیت
ان کے گھر بے اجازت جبریئل آتے نہیں ؛ قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلبیت !!
مصطفٰے عزت بڑھانے کیلئے تعظیم دیں ؛ ہے بلند اقبال تیرا دودمانِ اہلبیت
رزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہ حسن و عشق ؛ کربلا میں ہو رہا ہے امتحانِ اہلبیت
پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے ؛ خون سے سینچا گیا ہے گلستانِ اہلبیت
ہو گئی تحقیق عید دید آب تیغ سے ؛ اپنے روزے کھولتے ہیں صائمانِ اہلبیت
اے شباب فصل گل یہ چل گئی کیسی ہوا ؛ کٹ رہا ہے لہلہاتا بوستانِ اہلبیت
کس شقی کی حکومت ہے ہائے کیا اندھیر ہے ؛ دن دہاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اہلبیت
جمعہ کا دن ہے کتابیں زلیست کی طے کرکے آج ؛ کھیلتے ہیں جان پر شہزادگانِ اہلبیت
خشک ہو جا خاک ہو کر خاک میں مل جا فرات ؛ خاک تجھ پر دیکھ تو سوکھی زبانِ اہلبیت
گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے ؛ جانِ عالم ہو فدائے خاندانِ اہلبیت
سر شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند ؛ اور اونچی کی خدا نے قدر و شانِ اہلبیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا و شفیعنا محمد الذی هو قطب الجلالة و بدر النبوة و شمس الرسالة والهادی من الضلالة والمنقذ من الجہالة صلی اللہ علیہ وآلہٖ و صحبہٖ وسلم سلاما و صلوٰۃ دائمة الاتصال والتوالی متعاقبة بتعاقب الایام واللیالی ه اما بعد ؛

تقدیم العبون الملک القدیم ؏

اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کی خاصیت بنائی ہے کہ وہ ہر نئی چیز سے دلچسپی لینے لگتی ہے، شاید، کل جدید لذیذ'' ، کا محاورہ بھی اس لئے معرض وجود میں آیا ہے، خدانخواستہ آج اگر دجال لعین خدا ہونے کا مُدعی بن کر ابھر پڑے تو وہ صرف تماشائی نہیں بلکہ عقیدت مندوں کی اچھی خاصی بھیڑ بنالے گا۔ جس طرح مرزے کذاب و دجال نے اپنی ساختہ نبوت کا تانا بانا بُن کر اس کے سُوت میں اچھے خاصے لوگ باندھ کر اپنی جماعت تیار کرلی ہے۔

پاک و ہند میں ہمارے اس دعویٰ کی دلیل، ناصبیت کا پرچار بھی ہے۔ یہ شر انگیز اور گمراہ کن نظریہ ایک مخصوص گروہ سے ظاہر ہوا ہے، یہ گروہ مَن مانے نتائج اخذ کرنے میں اپنی مثال آپ ہے، اس گروہ کا اصلی اور بنیادی کام، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ کی اولاد، امجاد، بالخصوص سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرضی مثالب (عیوب) اور اموی خاندان، خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یزید علیہ ما یستحقہ کے غیر

واقعی مناقب وضع کرنا ہے، کاش! کہ اس بیڑے پر سوار ہونے سے قبل عصبیت کی پٹی اتار کر دیکھ لیا ہوتا کہ جن کے مثالب ساخت کئے جا رہے ہیں ان کے باب میں بانی اسلام واساس ایمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دریائے رحمت کس طرح موجزن ہے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دریائے جود وسخا وفضل وکرم کے کچھ موتی ملاحظہ فرما کر اپنا ایمان تازہ کریں۔

مقامِ علیؓ رضی اللہ عنہ بزبانِ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم

(۱) قال! لعلی! یحبہ اللہ ورسولہ (بخاری ج ا ص۱۸ و ص۴۲۲ و ص۵۲۵)

یعنی حضرت علیؓ، اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے محبوب ہیں۔

(۲) اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی۔ (بخاری ج ا ص۵۲۶)

(ترجمہ) کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم میرے ساتھ اس درجہ پر ہو جس درجہ پر حضرت ہارون حضرت موسٰی کے ساتھ تھے۔ (بخاری مترجم ج ۲ ص۴۰۵)

وفی روایۃ انت منی الخ۔ ترمذی ج ۲ ص۲۱۴ عن سعد وجابر رضی اللہ عنہما

(۳) قال! لعلی! لا یحبک الا مؤمن ولا یبغضک الا منافق (ترمذی ج ۲ ص۲۱۴)

یعنی علی کا محب مؤمن ہے اور علی کا دشمن منافق ہے۔

ھ بدن پہ جامۂ احرام اور دل میں بغض علی ✤ یہ تیرے نصیب کا چکر ہے طواف نہیں

(۴) من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ (ترمذی ج ۲ ص۲۱۴) یعنی جس کا میں مددگار ہوں علی بھی اس کا مددگار ہے۔

تبلیغی جماعت کے رہبر مولوی محمد زکریا دیوبندی نے اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے ارقام کیا ہے کہ، جہاں "مولا" حضور کے نام مبارک پر آیا ہے جیسا کہ،

لے مولا علی کی ذات نہیں ہے خدا کی ذات ✤ لیکن نہیں ہیں ذات خدا سے جدا علی

سے نہ اللہ کے کام کا نہ رسول کے کام کا :: جو دشمن علی کا وہ لطف حرام کا

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ" وہاں ناصر و مددگار کے معنی میں ہے (تبلیغی نصاب ص۷۶۵، وفضائل درود ص۸۷)۔

ممدوح دیوبند مولانا قطب الدین دہلوی نے ارقام کیا ہے۔ علی دوست اور ناصر ہر مومن کا...... یا یہ معنی ہیں کہ جو شخص کار پرداز اور مددگار میرا ہوتا ہے پس علی کار پرداز اور مددگار اس کا ہوتا ہے۔ (مظاہر حق تتمہ جلد ۴ ص۱۲۲)

سے چراغ چشم وآگاہی امیر المؤمنین حیدر ❖ نر انگشت ید اللّٰہی امیر المؤمنین حیدر

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار ❖ لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما

قال: الحسن والحسین۔ هما ریحانتای من الدنیا (بخاری ج ۱ ص۵۳۰ ترمذی ج ۲ ص۲۱۸)

(ترجمہ) یہ دونوں میری دنیا کے دو پھول ہیں۔ (بخاری مترجم ج ۲ ص۴۱۷)

(۲) ھذان ابنائی وابنا ابنتی اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما۔

ترمذی ج ۲ ص۲۱۷۔

(ترجمہ) سرکار پُرانوار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ یہ دونوں (حسن وحسین)

سے غیر مقلدین کے شاعر اسلام جلیل: شاہ توحید وابل توحید الشیخ ظفر علی ظفر [illegible] الدین۔ بریویہ ص۲۰ نے لکھا ہے۔ سے

سے کچھ شیعوں ہی کے نہیں مشکل کشا علی ❖ ہر صف میں نعرہ سُنّیوں کا بھی ہے یا علی (چمنستان ص۲۳)

غیر مقلدوں کے مشاہیر رسالت محمدیہ شاعر المسلمین الدکتور محمد اقبال۔ (البریویہ عربی ص۴۵) نے لکھا ہے۔ سے

سے بانوئے آں تاجدار ہل اتی ❖ مرتضیٰ، مشکل کشا، شیر خدا۔ (اسرار و رموز ص۱۵۲)

غیر مقلدوں کے امام عالم کبیر مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند کے قصائد قاسمی میں ہے (البریویہ ص۱۵۹ و ص۱۸۵) سے

سے مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا ❖ نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار۔ (قصائد قاسمی ص۸)

سے مدد کر غوث اعظم بیکسوں ہم سے خریبوں کی ❖ چھوڑائے پھر تیرے کون دست نفس وشیطان سے (قصائد قاسمی ص۲۹ طبع لاہور)

دیوبند مدرسے کے صدر مدرس مولانا حسین احمد نے لکھا ہے۔ سے کرم ظاہر میں آثار شریعت میرے اب ❖ کرم باطن میں اسرار طریقت میرے اب

سے مدد کر دل سے حجاب جہل وغفلت میرے اب ❖ کھول دے دل میں در علم حقیقت میرے رب ❖ ہادی عالم علی مشکل کشا کے واسطے۔ (سلاسل طیبہ ص۱۱)

علماء دیوبند وسلاطین مسلک دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ کا عقیدہ اے محمد سرور کبریا فریاد ہے۔ یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے۔ سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

(کلیات امدادیہ ص۹۰) مولوی اشرف علی تھانوی حکیم الامت دیوبند کا عقیدہ۔ اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا۔ (امداد المشتاق ص۱۲۵)

• تم گناہ مانا جہاں ہی خطکش [illegible] مولوی رشید احمد گنگوہی کی زبانی پیرو قوت ہے ارواح ثلاثہ ص۲۳۶ مولوی فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کہ نبیرہ محمد الیاس نے تھانوی صاحب کو لکھا ہے کہ قطعی یقینی ہے کہ ہر کوئی مشکل کو بجز خات گرامی کے اور کوئی شخص سارے ہندوستان میں دفع نہیں کر سکتا۔ (ارواح ثلاثہ ص۲۲۳) ایک غزل یا ہے سے ہر پند ہوا نے نوشہ کے قدم پر پیش کر دیئے۔ اور علماء غیر مقلدین بھی قبلہ غیر اللہ کا عقیدہ حق جانتے ہیں چنانچہ مولوی وحید الزمان نے یوں مدد مانگی ہے۔ سے تمہارے بن مدد کس سے ایمان مردی ❖ ابن قیم مدد قاضی شوکانی مدد۔ (ہدیۃ المہدی ص۲۳) نیز لکھا ہے انا من احبنا من زمرات مطلق الاستعانۃ والاستغاثۃ بغیر اللہ شرک فقد غلا وتجاوز الحد نسوذ باللہ من الغلو والافراط۔ (ہدیۃ المہدی ص۱۸) وہابیوں کا غیر اللہ سے مدد مانگنا صرف حسن اتفاق نہیں بلکہ ان کا تسلیم شدہ عقیدہ ہے اور ان کا مجرب ومشہود عمل بھی ہے۔ اور اگر وہ مشکل میں پھنس جائیں تو غیر اللہ کو مدد کے لیے پکاریں [illegible] بھی مدد مانگنا عبادت جانتے ہیں سو عقیدہ

میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت رکھ اور اس سے بھی محبت رکھ جو ان دونوں سے محبت رکھے۔

(۳) سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای اھل بیتك احب الیك قال الحسن والحسین.... فیشمھما ویضمھما (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸)

(ترجمہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے اہل بیت میں سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟ فرمایا! حسن اور حسین.... پس آپ ان دونوں کی خوشبو سونگھا کرتے تھے اور انہیں اپنے ساتھ لپٹا لیا کرتے تھے۔

(۴) ان الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۷)

(ترجمہ) بے شک حسن وحسین بہشتی جوانوں کے سردار ہیں۔

(۵) حسین منی وانا من الحسین احب اللہ من احب حسینا۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸

(ترجمہ) حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں حسین کا محب اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔

ے ادنیٰ سا بندہ ہوں صاحب توقیر نہیں ۔ تقریر میری قابل تحریر نہیں
پر اتنا گزارش ہے میری مسلمانوں سے ۔ ہندو ہوں مگر دشمن شبیر نہیں

ے پارہائے صحف غنچہائے قدس ۔ اہلبیت نبوت پہ لاکھوں سلام
آب تطہیر سے جس میں پودے جمے ۔ اس ریاض نجابت پہ لاکھوں سلام
خون خیر الرسل سے ہے جنکا خمیر ۔ انکی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
اس شہید بلا شاہ گلگوں قبا ۔ بیکس دشت غربت پہ لاکھوں سلام

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ۔ بخاری ج ۱ ص ۵۱۲ و ص ۵۲۶ و ص ۵۳۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں

قال: فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبھا فقد اغضبنی (ایضاً) وقالت: فاخبرنی انی اول اھل بیتہ اتبعہ۔ ج ۱ ص ۵۱۲ و ص ۵۳۲

شعر فاطمہ در بیان

محمد گل ست و علی زوئے گل : بشنو فاطمہ اندریں بوئے گل
چوں عطر شش بر آمد حسین و حسن : معطر از اں شد زمین و زمن

اس بتول جگر پارہ مصطفیٰ : حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے : اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زہرا طیبہ طاہرہ : یعنی خاتونِ جنت پہ لاکھوں سلام

حضرت علی کے بھائی کا تعارف

حضرت عمر بن قتادہ اور اور عبداللہ بن ابی بکر کی روایت میں ہے کہ۔

(ترجمہ) پھر جعفر بن ابی طالب نے (غزوہ موتہ میں) جھنڈا اٹھایا اور وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اُس کے لئے دُعا مانگی اور صحابہ کرام کو بھی دُعا مانگنے کا حُکم دیا (اور فرمایا) حضرت جعفر بہشت میں داخل ہو گئے ہیں اور وہ اپنے بازوؤں کی طاقت سے جہاں چاہتے ہیں اُڑ کر چلے جاتے ہیں۔ فتح القدیر شرح ہدایہ ج ۲ ص۸۱ بحوالہ تحقیق دُعا بعد نماز جنازہ ص۱۸
وھو یطیر فیھا بجناحین "سے ان کو جعفر طیار کہا جاتا ہے"۔

قال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشبھت خلقی وخلقی۔ بخاری ج ا ص۵۲۶

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب جعفر کے بیٹے (عبداللہ) کو سلام کرتے تو کہتے!

"السلام علیک یا ابن ذی الجناحین"۔ بخاری ج ا ص۵۲۶ و بخاری ج ۲ ص۶۱۱۔ لانہ لما قطعت یدا جعفر یوم موتۃ جعل اللہ لہ جناحین یطیر بھما فی الجنۃ۔ قسطلانی، ولذا لقب بالطیار (حاشیہ بخاری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد

حضرت عباس بن عبدالمطلب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا آپ نے ابوطالب کو بھی کچھ فائدہ پہنچایا ہے؟ وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کیلئے

ھ حضرت ابوطالب نیک دل تھے۔ ... مختصر ... ۱۴/۱۲
و قد سمعت ان اللہ احیا عمہ ابا طالب فامن بہ۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص۲۰۲

دوسروں پر غصہ ہو جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا ہاں، وہ جہنم میں کم گہرائی پر ہیں۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے پست طبقہ میں ہوتے۔ بخاری مترجم جلد ۳ ص۴۲۸۔

حاشیہ بخاری پر ہے۔ ان العباس اخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم باسلام ابی طالب بعد ما رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عنہ۔ ج ۲ ص۹۱۷ حاشیہ ۱

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ وفی الخبر ان اللہ تعالیٰ احییٰ لہ ابویہ وعمہ اباطالب فامنا بہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ذکرہ القرطبی فی التذکرۃ۔ نعمۃ الکبریٰ علی العالم ص۱۹

قال شیخنا الفیضی مدظلہ العالی فی کتابہ! نیز ایمان والدین شریفین مع عم ابوطالب، ذکرہ الامام القرطبی صفحہ.... مختصر تذکرہ امام قرطبی للشعرانی صفحہ۶ مطبوعہ مصر (مقام رسول ص۲۲۹)

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۳ھ نے لکھا ہے "حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آخری وقت میں حضرت ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے تھے، حضرت عباس نے کان لگا کر سنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ کیا کہہ رہے تھے تو حضرت عباس نے عرض کیا کہ وہی کہہ رہے تھے۔ جس کا آپ نے ان سے مطالبہ فرمایا (سیرت نبویہ لابن ہشام ص۲۶ تفسیر ضیاء القرآن ج ۳ ص۵۰۰)

امام المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محقق و محدث دہلوی (جن کو روزمرہ دربار نبوی میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی، افاضات یومیہ ج ۷ ص۶ از تھانوی صاحب بحوالہ مقام رسول ص۶۲۹) نے نقل فرمایا ہے۔

کہ تفسیر ام المعانی میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر کسی مصلحت سے حضرت علی کو باہر بھیجا تھا جب حضرت علی واپس تشریف لائے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے علی آپ کو معلوم ہے کہ کل رات اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کیا فرمایا۔ حضرت علی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے معلوم نہیں تو آپ نے فرمایا کہ کل میں نے اپنے والدین اور چچا ابوطالب کی مغفرت کی دعا مانگی تو اللہ نے

فرمایا کہ اے میرے پیارے حبیب! ہم اس بات کا فیصلہ کر چکے ہیں کہ جو شخص آپ پر ایمان نہ لائے اور اپنے باطل معبودوں سے کنارہ کش نہ ہو، ہم اس کو جنت میں ہرگز داخل نہ کریں گے۔ اچھا اے میرے حبیب! اگر آپ اصرار کرتے ہیں تو فلاں گھاٹی پر چلے جایئے اور وہاں اپنے والدین اور چچا کو آواز دے کر بلایئے وہ زندہ ہو کر آپ کے پاس آئیں گے۔ آپ انہیں اسلام کی دعوت دیں وہ اس کو تسلیم کر کے آپ پر ایمان لائیں گے (اس کے بعد میں انہیں جنت میں داخل کر دوں گا) چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا تو وہ تینوں اپنی قبروں سے زندہ اُٹھ کر مجھ پر ایمان لائے اور اسی طرح ان تینوں نے عذاب سے نجات پائی (اخبار الاخیار فارسی صہ ۱۳۵ مترجم اُردو صہ ۲۹۳ وصہ ۲۹۴) سبع سنابل صہ ۲۸ ارفارسی / صہ ۹۲ اردو، تفسیر روح البیان ج ۱ صہ ۲۱۷ وجلد ۳ صہ ۵۲۳ وجلد ۶ صہ ۴۱۶) طبع کوئٹہ ۱۹۱۵ء از امام العالم منبع اسلام الشیخ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ) نیز شیخ محقق علیہ الرحمہ نے ارقام کیا ہے کہ۔ شیخ ابن حجر عسقلانی ..... نے فرمایا کہ میں نے علی بن حمزہ نصری کی وہ کتاب دیکھی ہے جس میں انہوں نے ابوطالب کے اشعار جمع کر کے دعوی کیا ہے کہ وہ مسلمان تھے اور اسلام پر ہی وہ اس جہان سے گئے، اور "حشویہ"[1] گمان کرتے ہیں کہ ان کی وفات کفر پر ہوئی ہے ..... نیز یہ بھی منقول ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا سر جھکا کر سنا کہ وہ کلمہ شہادت پڑھ رہے ہیں اس کے بعد انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ آپ کے چچا اسلام لے آئے ہیں۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خوشی کا اظہار فرمایا۔

(ترجمہ) (مدارج النبوۃ ج ۲ صہ ۴۶ وصہ ۸۷) طبع مدینہ پبلشنگ کراچی)

نیز منقول ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا بیشک آپ کے چچا کی وفات ہو گئی ہے۔ حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلّم نے رو کر فرمایا انہیں غسل دو اور ان کی تجہیز و تکفین کرو۔۔۔۔۔ اور یہ بھی فرمایا غفر اللہ لہ ورحمۃ،

اللہ انہیں بخشے اور رحمت فرمائے ۔ نیز منقول ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم ابوطالب کے جنازے کے ہمراہ تشریف لے گئے ۔ اور فرمایا ! اے میرے چچا تم نے صلہ رحمی کا حق ادا کر دیا ۔ اور میرے حق میں تم نے کوئی کمی اور کوتاہی نہ کی اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی جزائے خیر دے ۔۔۔۔۔ علماء متاخرین اثبات کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد، شرک وکفر کی نجاست سے پاک وصاف ہیں ۔ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۰۲ ۷۹

(محدث) ابن التین کا بیان ہے کہ حضرت ابوطالب کا یہ شعر

(وابیض یستقی الغمام بوجہہ)

اس امر کا ثبوت ہے کہ رسول اکرم کی بعثت سے قبل ہی وہ آپ کی نبوت کے قائل تھے ۔۔۔۔۔ ابن حجر عسقلانی نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابوطالب کا یہ شعر رسولِ اکرم کی بعثت کے بعد کا ہے اور اکثر احادیث سے ثابت ہے کہ رسالت مآب کی نبوت کے حضرت ابوطالب معترف تھے ۔۔۔۔ فرقہ حشویہ کہتا ہے کہ حضرت ابوطالب نے بحالت کفر انتقال کیا اور اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں جو دلائل پیش کرتا ہے ان سے حضرت ابوطالب کا کافر رہنا کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا ۔ اور مواہب لدنیہ میں بھی یہی مفہوم تحریر ہے ۔ ماثبت بالسنۃ ص ۳۵ وص ۳۶ ۔ اردو ص ۸۲ وص ۸۳

مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے کہ، بہتر یہی ہے کہ اس قسم کی غیر ضروری اور پُر خطر مباحث میں کف لسان کیا جائے ۔ تفسیر عثمانی ص ۵۰۸

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی کے استاذ ۔ امام سیّد احمد بن زینی دحلان مفتی مکۃ المکرمہ نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام ہے ۔ اسنی المطالب فی نجات ابی طالب ، یہ حضرات احادیث کفر کو قبل از اسلام پر محمول کرتے ہیں ۔ بہر حال

حضرت ابوطالب کے ایمان کے منکر "عثمانیہ" یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام پر آنے والی ہر آندھی کے سامنے حضرت علی کے والد سینہ تان کر کھڑے ہوجاتے تھے شدید ترین کلفتیں برداشت کیں مگر اسلام پر اٹھنے والے ہر طوفان کو نیست و نابود کر دیا۔

آخری دم تک اسلام کے اس پاسبان نے یہ خدمت سرانجام دی ہے۔

ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآءُ ط

اسی ضمن میں خاندان بنوامیہ کا تعارف انکے وفاداروں کی کتب سے ملاحظہ کریں تاکہ تصویر کا دوسرا رخ بھی سامنے آجائے،

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ

امیر معاویہ کا والد ابوسفیان آغاز بعثت سے فتح مکہ تک اسلام کے سخت دشمن رہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ایذا رسانی اور اسلام کی بیخ کنی میں کوئی امکانی کوشش باقی نہیں رکھی، اس زمانہ میں اسلام کے خلاف جس قدر تحریکیں ہوئیں ان سب میں علانیہ یا درپردہ ان کا ہاتھ ضرور ہوتا تھا۔ فتح مکہ کے دن ابوسفیان اور معاویہ دونوں مشرف باسلام ہوئے (سیر الصحابہ جلد ۲ ص ۲۵)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

مولانا معین الدین ندوی نے لکھا ہے کہ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر معاویہ نے حضرت علی کے خلاف صف آرا ہو کر اور پھر اپنے بعد یزید کو ولی عہد بنا کر اسلامی خلافت ختم کر کے تاریخ اسلام میں نہایت بری مثال قائم کی ؎ سیر الصحابہ ج ۴ ص ۲۲ و ص ۲۳ حصہ ششم۔

مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور

حضرت امیر معاویہ کا نانا رضی اللہ عنہ

عتبہ بن ربیعہ۔ غزوہ بدر میں۔ "اسد الاحلاف" کے لقب پر اتراتا رہا۔ یعنی کافروں کے ساتھ حلف اٹھانے والوں کا شیر بنا رہا۔ جبکہ حضرت علی کے

چچا حضرت امیر حمزہ کو "اسد اللہ و اسد رسول اللہ" کا لقب عطا کیا گیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پھوپھی

ام جمیل بنت حرب (ابوسفیان کی بہن)

نص قطعی نے گواہی دی کہ ابولہب کی بیوی "حمالۃ الحطب" ہے۔ وامراتہ حمالۃ الحطب ۝ فی جیدھا حبل من مسد (۱۱۱ / ۵-۴)

(ترجمہ) اور اس کی عورت (بھی) لکڑیوں کا گٹھا (سر پر) اٹھائے ہوئے اس کی گردن میں کانٹوں دار رسی ہوگی۔ (البیان صفحہ ۷۸) تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۶

ناصبی

ناصبیت کا جھنڈا تھامنے والے چند ہم خیال کس کام کے' دیکھ لیجئے، بنوامیہ و بنو عباس کی سرتوڑ و منظم حکومتیں صدیوں، سیف و سنان اور قلم و لسان کے زبردست زور اور دیگر ذرائع و وقائع سے اسی سعی میں مبتلا رہیں کہ حضرت علی اور آپ کے خانوادۂ طہارت کا نام و نشان اور ان کے افعال و ارکان صفحہ ہستی سے مٹ جائیں مگر ان کے اس عزم صمیم کا حشر کیا ہوا؟ اپنے علامہ شبلی نعمانی کے الفاظ ملاحظہ کر لیجئے۔ حدیثوں کی تدوین بنوامیہ کے زمانے میں ہوئی جنہوں نے پورے نوے برس تک سندھ سے ایشیائے کوچک اور اندلس تک، مساجد میں آل فاطمہ کی توہین کی اور جمعہ میں سر منبر حضرت علی پر لعن کہلوایا، سینکڑوں ہزاروں حدیثیں امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل میں بنوائیں، عباسیوں کے زمانے میں ایک ایک خلیفہ کے نام بنام پیش گوئیاں حدیثوں میں داخل ہوئیں۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا، عین اسی زمانے میں محدثین نے علانیہ منادی کرا دی کہ یہ سب جھوٹی روایتیں ہیں آج حدیث کا فن اس خس و خاشاک سے پاک ہے۔ اور بنوامیہ و عباسیہ جو ظل اللہ اور جانشین پیغمبر تھے۔ اسی مقام پر نظر آتے ہیں جہاں ان کو ہونا چاہیئے تھا۔ (سیرۃ النبی جلد اول۔ مقدمہ صفحہ ۶۶)

یہ تو سرکاری زبان و قلم کی حق پوشیاں تھیں، ان کی تیغ و سنان کی ناحق کوشیاں دیکھنے کے لئے "اموی"، گورنروں اور کمانڈروں، زیاد بن ابیہ، عبید اللہ بن زیاد بسر بن

ارطاۃ ۔ مسلم بن عقبہ ۔ حصین بن نمیر، حجاج بن یوسف اور خالد بن عبداللہ کے حالات پڑھ لیجئے جن کی سفاکی اور تعدی کے خونیں واقعات تاریخ اسلام کو داغدار کر رہے ہیں ۔ ان لوگوں کے سامنے اگر کوئی حضرت علی کریم کا نام مبارک لیتا یا آپ کی کنیت ابوالحسن منہ سے نکالتا یا آپ کی تعریف کرتا ، تو تازیانہ و حبس اور قطع و قتل کا سزاوار ہوتا ، حضرت حسن بصری اگر کوئی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تو آپ کا نام مجبوراً چھوڑ دیتے یا کہتے کہ شیخ نے ایسا کہا ، یا ابوزینب نے اس طرح فرمایا ۔

بنو امیہ سے تو چنداں تعجب نہیں کیونکہ وہ تو غیر تھے ۔ تعجب تو بنو عباس پر ہے جنہوں نے قرابت قریبہ کے باوجود ، صرف علویوں کے نام کے سہارے ، اور ان کی مظلومیت کی بنا پر حکومت حاصل کی اور یہ بھی انہیں کی بیخ و بن اکھاڑنے پر آمادہ ہو گئے اور احسان فراموشی کی حد کر دی ؎

کس نیاموخت علم تیر از من ٭ کہ مرا عاقبت نشانہ کرد

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب اتنی طاقتور اور جابر و ظالم حکومتیں ، سیدنا علی مرتضٰے اور آپ کی اولاد و امجاد کی عظمت و محبت کو امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے قلوب و صدور سے نہ نکال سکیں ، اور ان کے معاندین و مخالفین کو ملت اسلامیہ کی نظر میں مقبول و محبوب نہ بنا سکیں تو یہ معدودے چند ، بیچارے یزید پرست اس بیل کو کیسے منڈھے چڑھالیں گے ؟ درحقیقت یہ اسلام کی صداقت اور ان مقبولان بارگاہ الٰہی کی کرامت اور علماء حقہ کی عزیمت کا نتیجہ ہے کہ آج دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نظر آتا ہے ۔

یہ کہنا تو مشکل ہے کہ ناجیوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ ان کا ذاتی عقیدہ ہے ، یا کسی منفعت یا سستی شہرت کیلئے ایسا کیا ہے ، یہ تو وہ جانیں اور خدا جانے ، لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے معنوی اسلاف نے اپنی سلطنت کے آغاز میں جس بیڑے کو دریائے ظلمت

میں اتارا تھا، اور عباسیوں نے جس بیڑے کے پرخچے اڑا دیئے تھے اب اس ٹولے نے اس بیڑے کی نشاۃ ثانیہ کیلئے ایک بار پھر اس کے فرسودہ و زنگار آلودہ کل پرزوں کو جمع کرنا اور نیا صیقل لگانا شروع کر دیا ہے، حالانکہ عباسیوں نے ایک ایک کا بدلہ چکایا اور امویوں کو ایسا خمیازہ بھگتنا پڑا کہ پناہ بخدا۔

مؤرخین نے رقم کیا ہے کہ عباسیوں نے حکومت حاصل کرنے کے لئے بے شمار امویوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ **ثم قتل من بنی امیۃ وجندھم مالا یحصی من الخلائق۔** (تاریخ طبری) یہانتک کہ اقتدار پالینے کے بعد شاہان بنی امیہ کی لاشیں قبروں سے نکال کر جلوادیں (البدایہ والنھایہ ج ۱۰ ص ۴۵۔)

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ پاک و ہند میں ناصبیوں کے سرخیل اور ان کے مجدد تاریخ محمود احمد عباسی، ناصبی (مجدد ناصبیت) اپنے عباسی اسلاف کو اس تعدی و تجاوز میں حق بجانب سمجھتے ہیں یا بر سر خطا؟ بہر حال دونوں طرح ان کی مشکل ہے۔ کاش کہ بنو عباس، سادات بنی فاطمہ کے ساتھ تلافی کی کوشش کرتے جن کے نام کے صدقے انہوں نے اقتدار پر قبضہ جمایا پھر انہیں سادات گرامی قدر کو بے دخل کر کے حبس و قتل کے ذریعے ان کی تباہی کی بنا ڈالی، امام سیوطی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے، **کان المنصور اول ما اوقع الفتنۃ بین العباسیین والعلویین وکانوا قبل شیئاً واحداً** (تاریخ الخلفا ص ۲۰) یعنی منصور پہلا شخص تھا جس نے عباسیوں اور علویوں میں تفرقہ ڈالا ورنہ پہلے وہ سب ایک تھے، متوکل عباسی کے بارے میں مؤرخین کا بیان ہے کہ **کان المتوکل ناصبیا** (تاریخ الخلفا ص ۲۶۵) یعنی متوکل کو حضرت علی سے دشمنی تھی، صرف ایک واقعہ اس کی پرخاش کا ملاحظہ کریں۔ اس نے ایک دن اپنے بیٹوں کے استاذ علامہ یعقوب بن سکیت سے پوچھا کہ تمہیں میرے بیٹوں سے زیادہ محبت ہے یا حسنین سے؟ اس مرد حق گو نے جواب دیا، حسنین کا تو بڑا مقام ہے ان کا غلام قنبر بھی تیرے بیٹوں سے بہتر و برتر ہے، جس پہ متوکل کے حکم سے علامہ یعقوب علیہ الرحمۃ کی زبان کھنچوائی گئی اور وہ شہید ہو گئے (تاریخ الخلفا ص ۲۶۶)

طبری میں ہے کہ اس ظالم بادشاہ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار مطلع انوار اور
اس کے گرد مکانات کے ڈھانے کا حکم دیا، اور وہاں ہل چلوا دیئے، اور مسلمانوں کو حضرت
کے مزار کی زیارت منع کر دی، نتیجتہً وہ مقام ویران ہوگیا[۱] (تاریخ الخلفاء ص۲۶۵) متوکل،
نے معتزلیوں کو اپنی دربار سے نکالا تو بعض لوگوں نے اس کو محی السنہ کہنا شروع کر دیا۔

ع بر عکس نہند نام زنگی کافور

مجدد ناصبیت، محمود عباسی کے سامنے اپنے معنوی اسلاف کے علاوہ نسلی اسلاف
سلاطین عباسیہ کا "اسوہ حسنہ" بھی موجود تھا، انہوں نے "حذو النعل بالنعل"
پر عمل کرتے ہوئے اس کی پیروی مناسب سمجھی، ان کے پاس اگر ان کے اسلاف کی تلوار نہ
تھی تو کیا غم! قلم کا نشتر تو تھا، اس کو اٹھا کر انہوں نے اپنے زعم باطل میں چاہا کہ پھر
ایک بار سیدنا حسین علیہ السلام کی عظمت و عزت اور ان کی محبت کے قصر رفیع کو اور
ان کی خدمتہائے ملی و دینی کو مٹا کر پیوند خاک کر دیا جائے۔ اور کچھ نہ سہی تو، کم ازکم اپنے
دادا متوکل کی سُنّت عالیہ کے زندہ کرنے کا نرالا ثواب تو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ مگر
اس کو خیال نہ آیا۔

؎ چراغے را کہ ایزد بر فروزد ؛ کسے کو پف زند ریشش بسوزد

؎ فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے ؛ وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے

ساداتِ فاطمی کی مظلومیّت

یہ حقیقت ہے کہ سیدہ فاطمہ
حضرت علی اور ان کی اولاد اطہار
کی مظلومیّت کا سلسلہ تاہنوز چلا آرہا ہے، بنو امیہ اور بنو عباس نے اپنے دور
حکومت میں ان پر جو جو مظالم کئے وہ تاریخ کے دامن میں موجود ہیں۔ افسوس کا مقام
ہے کہ آجکل کے ناصبی بھی اس سُنّت دیرینہ پر آبادہ و شادمین اور اسلام کی خوشگوار
فضا کو غبار آلود کرنے کے درپے ہیں۔ ان کے چند حوالے مشتِ نمونہ از خروارے،

[۱] عشاق نے مٹی سے خوشبو سونگھ کر مزار حسین تلاش کر لیا۔ البدایہ ج۸ ص۲۰۳

(١) مولوی حسین علی واں بھچری

کور کورانہ مرو در کربلا — تا نیفتی چو حسین اندر بلا (بلغۃ الحیران ص ٣٩٩)

اندھا اندھوں کی طرح کربلا میں نہ جا - جو نہ پڑے تو حسین کی طرح مصیبت میں -

(٢) گنگوھی صاحب (مجدد و نعمان وقت و نائب رسولؐ، فتاوی رشیدیہ ص ١٢٩)

محرم میں ذکر شہادت حسنین علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں - (فتاوی رشیدیہ ص ٤٣٥)

(٣) متضاد - یا اپنی اپنی محبت کا خیال - ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں سودی روپیہ صرف کر کے، مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں؟ جواب - اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں - (فتاوی رشیدیہ ص ٢٧٤)

(٤) نوید احسن ندوی - حضرت فاطمہ کو عام طور پر سیدۃ نساء المؤمنین، سیدۃ نساء ھذہ الامۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ - خاتون جنت، ملکہ جنت، زہرہ، عذرا، بتول وغیرہ القابات سے نوازا جاتا ہے - جب کہ ان سب میں افراط ہے یا تفریط سب میں تبرا ہے کبھی حضرت فاطمہ پر اور کبھی کسی دوسری مقدس ذات پر (شیعیت کے داغ ص ٥٥)

(٥) مودودی گروپ آف کمپنیز کا ایک "ماہ نامہ بتول" بھی ہے حالانکہ مودودی صاحب اس لفظ کی گندگی سے آگاہ تھے، لیکن اپنے جدیوں کی خوشنودی پانے کے لئے کبھی خلافت و ملوکیت لکھ کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے رہے اور کبھی بتول کی سرپرستی کر کے (شیعیت کے داغ، ص ٦٥) قرآن میں ہے وتبتل الیہ تبتیلا - مزمل

(٦) بہت سے مسلمان حضرت حسینؓ کو امام عالی مقام کہتے ہیں، جبکہ حقیقت میں امت کی قیادت و امامت کرنا ان کے حصّے میں کبھی نہ آیا وہ تو سرے سے امام نہیں، عالی مقام تو دور کی بات ہے، (شیعیت کے داغ ص ٥٢ و ص ٥٣)

(۷) تفسیر، حدیث، تاریخ اور فقہ کی کتابوں میں قدم قدم پر حضرت فاطمہ کا ذکر خیر ملتا ہے اس تلبیس ابلیس کے پیچھے ہماری رفض دوستی ہی کارفرما ہے (شیعیت کے داغ صـ۵۶)

(۸) امام حسین . . . . . امام کن اوقات میں ہوئے انہوں نے امت کی امارت کتنے روز فرمائی یا ان کی دینی خدمات کا قد کاٹھ کتنا ہے؟ شیعیت کے داغ صـ۱۷۶

(۹) حسین حق کا پاسبان نہیں جو کوفیوں کا ایک مہلا بھی نہ سہہ سکا (شیعیت کے داغ صـ۱۷۶)

(۱۰) آیت مباہلہ میں فاطمہ و حسنین داخل نہیں۔ (شیعیت کے داغ صـ۱۸۰)

(۱۱) ابو یزید محمد دین بٹ۔ امام حسین کو جلیل القدر صحابی کہنا محض غلط ہے۔ (رشید ابن رشید صـ۱۵۶)

(۱۲) سیدنا حسین کے غلط اقدام کو دین حق کو بچانے کی حجت کہنے والے جواب دیں۔ (رشید ابن رشید صـ۲۹۷)

(۱۳) سیدنا حسین نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔ رشید ابن رشید صـ۳۱۴

(۱۴) کوئی شخص حضرت حسین کو وہ درجہ و مقام اور مرتبہ نہ دے جو انہوں نے دے رکھا ہے۔ (رشید ابن رشید صـ۳)

(۱۵) سے مقام ابن علی بڑھایا نہ جائیگا انسان کو خدا تو بنایا نہ جائیگا۔ (رشید ابن رشید صـ۳)

(۱۶) افسوس کہ سیدنا حسین سبائی فریب کاری کا شکار ہو کر بعد آنے والے مسلمانوں کیلئے فرقہ آرائیوں اور مصیبتوں کے راستے کھول گئے۔ (رشید ابن رشید صـ۳۳۷)

(۱۷) محمود احمد عباسی (ناصبی مجدد التاریخ) علی کی سیاست ناکام تھی علاوہ بریں وہ خود اپنی رائے پر قائم نہ رہتے، تحقیق مزید صـ۲۱

(۱۸) بہرحال حسین نے اپنے خروج میں بہت بڑی غلطی کی جس کی وجہ سے امت میں تفرقہ و اختلاف کا ایسا وبال پڑا کہ الفت و محبت کے ستون متزلزل ہیں (تحقیق مزید صـ۲۴۴ عن المعنی)

(۱۹) ثانی الذکر (امام حسین) کی سرگزشت یہ ہے کہ وہ وعدہ فراموش کوفیوں کے جھوٹے وعدوں کا شکار ہو کر حالت یاس و بے کسی میں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جانیں تیغ و سنان کو سونپ گئے، دنیا ان باتوں پر ہنسے گی نہیں تو اور کیا کرے گی (تحقیق مزید صـ ۴۹۵) کبرت کلمة تخرج من افواھھم

یزیدیوں کے بغض و عناد اور حسد و فساد کے چند نمونے پڑھ لینے کے بعد ان کی یزید سے وابستگی اور اس پر فریفتگی کے کچھ نمونے بھی ملاحظہ کریں، چنانچہ وہ اپنی محبت و عقیدت اور غلامی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۱) امیر المومنین یزید رضی اللہ عنہ۔

(۲) امیر المومنین سیدنا یزید رضی اللہ عنہ و صلی اللہ امیر المومنین (یزید) واحسن الجزا (ٹائیٹل کتاب رشید ابن رشید)

واضح ہو کہ ناصبیوں کے مسلک میں رضی اللہ عنہ صرف صحابہ کرام کیلئے اور صلی اللہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کیلئے خاص ہے۔

(۳) سیدنا علی کی خلافت پانچ سال کے قریب ہے اور امیر المومنین یزید کی خلافت بھی قریباً چار سال ہے اگر دونوں خلفاء کے عہد خلافت کا بہ چشم انصاف مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہو سکے کہ آیا باعتبار اجتماع، اتحاد و اخوت کے نیز بلحاظ تحفظ ناموس مسلمین اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں جہادی سرگرمیوں کے ملت اسلام کو سیدنا علی کے زمانہ کی خانہ جنگیوں اور اندوہناک خون ریزیوں سے تقویت پہنچی یا امیر المومنین یزید کے حسن انتظام سے۔ (رشید ابن رشید صـ ۲۲/۲۳)

(۴) کسی دوسرے شخص کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ حضرت حسین کے ایک معاصر اور رشتہ دار کو جس سے آنحضورؐ کے صحابہ جن کے سینے مشکوٰۃ نبوت کے نور سے منور تھے، تعاون فرمایا، اس کی بیعت کی، اس کو امیر المومنین کے خطاب

سے نوازا، اس کی امامت میں نمازیں اور مناسک حج ادا کیئے، جس سے خدائے واحد کے دین متین کو فائدہ پہنچا، جس شخص نے عام انسانوں پر احسان کیئے ایسے شخص کو بدفطرت دین میں تفرقہ ڈالنے والے کوفیوں کے بہکانے میں آکر بُرا کہے اور اصحاب نبی پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مسلک پر حملے کرے اس سے زیادہ گمراہی اور کیا ہوسکتی ہے کہ صحابہ کرام کے امیر پر ناروا حملے کیئے جائیں۔ (رشید ابن رشید ص۳۴)

(۵) ہر وہ آدمی آل میں داخل ہے جو رسول پاک کا صحیح پیروکار ہے، اس میں امہات المؤمنین، تمام صحابہ کرام مع حضرت حُسین اور امیر المومنین یزید اور تمام تابعین عظام اور تبع تابعین اور باقی تمام نیک مسلمان جو گذر چکے ہیں یا جو آنے والے ہیں سب آل میں داخل ہیں۔ (رشید ابن رشید ص۳۶)

(۶) امیر المومنین جن کو اللہ تعالیٰ نے رہبر اعظم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے پاک فرمایا ہے اور دنیائے اسلام کے بنیادی ستونوں بزرگ ہستیوں صحابہ کرام اور تابعین عظام نے آپ کے ساتھ ہر طرح سے تعاون فرمایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور رحمۃ للعالمین اور صحابہ کرام اور تابعین عظام ان سب کے بعد میں آنے والے لوگوں نے عبداللہ بن سبا کی امت کے پروپیگنڈے کا شکار ہوکر امیر المؤمنین یزید کو اپنے ستم کا تختہ مشق بنانا مباح اور جائز جانا، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے باوجود کہ میرا رسول اپنی مرضی سے کوئی کلام نہیں کرتا، آنحضور کے ارشاد مبارک " مغفور" کو جھٹلانے پر کمربستہ ہوکر بخشے ہوئے انسان کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا، نعوذ باللہ انہیں پلید کہا۔ یعنی نہ صرف اپنے دل پر سیاہی ملنے کو فخر سمجھا بلکہ قیامت تک اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی رو سیاہی مول لے لی۔ (رشید ابن رشید ص۴۲ و ص۴۳)

ناصبیوں کے لاہوری پیٹھے کی یہ تعلیمات و ہفوات مرضی حق اللہ کی رہین منت ہیں چنانچہ وہ خود کو رہے ہیں۔

نہ عالم ہوں نہ علامہ نہ رکھتا ہوں کوئی ڈگری
میں پیرو کار ہوں ان کا کہا حق نے جنہیں اُمّی۔

پڑھو میرے دلائل اور کرو ایمان تازہ ٭ میری تحریر ہے گویا مشیت حق تعالیٰ کی۔
(ابو یزید بٹ۔ رشید ابن رشید ص۴۸)

لاہوری پیٹھے کا پہلا مصرعہ ان پر بالکل فٹ آتا ہے اب ان کی کتاب کی تائید کرنے والوں کے افکار علیلہ ملاحظہ کریں۔

(۱) میں سیدنا یزید کی روح پر سلام بھیجتا ہوں جو کہ امیر المؤمنین ہے اور حق بات یہی ہے۔ (مولوی اظہار الحق۔ رشید ابن رشید ص۳۴)۔

(۲) حضرت یزید علیہ الرحمۃ ایک جلیل القدر مجاہد اسلام ہیں۔۔۔۔ مجھے اپنے والد کے متعلق تو اتنا یقین نہیں کہ وہ ضرور بہشتی ہیں، لیکن حضرت یزید کے متعلق میرا ایمان ہے کہ وہ ضرور جنتی ہیں (ابو الوحید غلام محمد رشید ابن رشید ص۳۴۱)

(۳) میری دانست میں دنیا اسلام کے اس بہادر ترین عرب امیر یزید کا کردار بہت بلند تھا۔ یعنی پابند شریعت، صوم، صلوٰۃ میں گہرا محتاط علم کا شیدائی، نیکی کا خوگر، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منہ بولتی تصویر تھا۔
(مولوی عبد الحمید اہلحدیث۔ رشید ابن رشید ص۳۵۴)

یزیدیوں کے اس ذاتی تعریف کے بعد یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ یزید اور وہ حکمران جن کو تاریخ اسلام نے اشد الملوک اور اشر الملوک (تاریخ الخلفاء ص۱۵۲ و الصواعق المحرقہ ص۱۲۹) کے لقب سے تعبیر کیا ہے اور خصوصاً یزید جس کے بارے میں حضرت امیر معاویہ فرماتے رہے "لولا هوای فی یزید لابصرت رشدی" (البدایہ ج۸ ص۱۱۸) اور

جس کی طوائف الملوکی اس کے حقیقی و صلبی بیٹے نے برسرِ منبر بیان کی [1] اور جس کو امیر المومنین کہنے پر مروان اموی کے پوتے حضرت عمر بن عبد العزیز نے قائل کو سرِ محفل بیس کوڑے لگوائے [2] اس یزید کے بارے میں فرضی تعریف کے طومار بنانے والے اور اس کے مقابل اسلام کی نہایت محترم و مقتدر ہستیوں کی ہجو کرنے اور ان پر من گھڑت الزام لگانے میں شب و روز سرگرداں رہنے والے، ان حقائق سے روگردانی کیوں کرتے ہیں ؟

(۱) امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے لکھا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۳۴

(۲) حافظ الحدیث امام سیوطی نے نقل فرمایا ہے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جتنی احادیث سے حضرت سیدنا علی کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، کسی دوسرے صحابی کی نہیں ہوتی، (حاکم) تاریخ الخلفاء ص ۱۲۹

(۳) حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ! علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ (ترمذی) (تاریخ الخلفاء ص ۱۳۰)

(۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی کے ساتھ ہے علی جہاں بھی ہو، تطہیر الجنان ص ۵۱

(۵) سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے، اخرج الطبرانی فی الاوسط والصغیر، تاریخ ص ۱۳۳

(۶) محبوب خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جس نے علی کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا اس نے اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا

---

[1] الصواعق المحرقہ ص ۲۲۴

[2] تاریخ الخلفاء ص ۱۶۰ الصواعق المحرقہ ص ۲۲۴

اور جس نے علی سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی اور جس نے مجھ سے دشمنی رکھی اس نے اللہ سے دشمنی رکھی، تاریخ الخلفاء ص ۱۳۳ ۔

(۷) حاکم نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ بعض لوگوں نے بارگاہ رسالت مآب میں حضرت علی کی شکایت کی، سرکار نے فوراً خطبہ دیا اور فرمایا علی کی شکایت ہرگز نہ کرنا وہ اللہ تعالیٰ کے معاملات اور اس کے راستہ میں بہت زیادہ سخت ہیں۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۳۳ ۔

(۸) حق اور صواب حضرت علی کریم کے ساتھ تھے، البدایہ والنھایہ ص ۱۳۶ جلد نمبر ۸

(۹) بیہقی نے امام احمد سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے، ابوبکر و عمر و عثمان و علی ہی خلیفے تھے۔ کسی نے کہا "معاویہ" تو فرمایا حضرت علی کے زمانے میں کوئی بھی خلافت کا حقدار نہ تھا۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۲۹، الصواعق المحرقہ ص ۲۱۹، تاریخ الخلفاء ص ۱۵۲

(۱۰) حضرت امیر معاویہ نے ایک جماعت کے سامنے اس امر کا اقرار کیا کہ حضرت علی مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔ البدایہ ج ۸ ص ۱۲۹

(۱۱) یزید کے بیٹے امیر معاویہ کے پوتے نے برسرِ عام کہا۔ اور میرے دادا معاویہ نے اس شخص سے خلافت کا جھگڑا کیا جو اس سے اس کا زیادہ حقدار تھا، یعنی حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور جو سلوک وہ تم سے کرتا رہا تم اسے جانتے ہو یہاں تک کہ موت نے اس کو دھر لیا اور وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کا قیدی ہو گیا ہے۔ (نقل کفر، کفر نباشد) الصواعق المحرقہ ص ۲۲۴ ، نثر حم ص ۱۸۷ ، حیاۃ الحیوان ج ا ص ۸۸

(۱۲) حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں خیر اہل الارض تھے۔ (البدایہ ج ۷ ص ۲۲۳) بلکہ آپ سب سے افضل تھے۔ ایضاً ج ۷ ص ۲۳۱

(۱۳) سیدنا علی کریم کی شہادت کی خبر جب امیر معاویہ تک پہنچی تو وہ رونے لگے،

ان کی بیوی نے کہا، کل اس سے تم لڑتے تھے آج رو رہے ہو، تو امیر معاویہ نے فرمایا تجھے کیا خبر، علم و حلم، فضل و فقہ اور ہر خیر و بھلائی کا پیکر گم ہو گیا ہے
البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵ و ص ۱۱۸

(۱۴) حضرت علی کی بدگوئی کرنے والا ایک (بدبخت) جب مرا تو وہ سور کی شکل بن گیا۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۹۲)

(۱۵) سیدنا علی کریم اور سیدنا امام علیہما السلام کو فاسق کہنے والے پر اللہ نے ستارے توڑے تو وہ اندھا ہو گیا۔ الصواعق المحرقہ ص ۱۹۶

اس کے برعکس یزید کی حکومت کی مذمت میں بکثرت احادیث و آثار اور اقوال موجود ہیں جو آئندہ صفحات میں دیکھنے کے قابل ہیں بایں صورت سوال یہ ہے کہ اصدق الصادقین صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور آئمہ دین علیہم الرضوان بھی امت ابن سبا کے پروپیگنڈے کا شکار تھے؟ چھوٹا منہ بڑی بات۔

اہل تاریخ یزید کی ولیعہدی کو سیاسی بدعت اور اسلامی حکومت کا خاتمہ قرار دیتے ہیں اور اسکو اہل دین و تقوی کیلئے سوہان جان و ایمان کہتے ہیں چنانچہ مولوی عبدالرشید وہابی نے حادثہ کربلا کے ص ۲۹ پر وہابیوں یزیدیوں کے بڑے پیشوا، ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھا ہے۔

(۱) اسلام کی تاریخ میں جب اس سیاسی بدعت کا آغاز ہو رہا تھا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ لوگ بھی خاموش رہ جاتے جنہوں نے نبوت کا زمانہ اور خلافت راشدہ کا زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا..... یزید کی حکمرانی سے علماء صلحا کا طبقہ اور اہل دین و تقوی کا گروہ حکومت سے دور ہوتا گیا دینی حلقوں میں نفرت و ناراضی بڑھتی جا رہی تھی..... امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ یزید کو پسند نہیں کر سکتا (بحوالہ فتاوی ابن تیمیہ

وھابیوں کے چوٹی کے امام

ابن تیمیہ کا فیصلہ و دیگر ائمہ کی تصریحات

ابن تیمیہ فرماتے ہیں جس شخص نے حضرت حسین کو شہید کیا ان کے قتل میں مدد کی یا ان (قاتلوں) سے راضی ہوا، اس پہ اللہ کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت۔ اللہ تعالیٰ نہ ان کے عذاب کو دُور کرے گا اور نہ اس کا عوض قبول کرے گا۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۴۸۷ بحوالہ حادثہ ص ۲۹)

مجدد الف ثانی کہتے ہیں۔ یزید سعادت توفیق سے محروم اور زمرہ فساق میں داخل ہے، (مکتوبات امام ربانی ج ا ص ۲۵۱) حادثہ ص ۳۰

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کہتے ہیں۔ گمراہی کی دعوت دینے والا شام میں یزید اور عراق میں مختار تھا (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۱۳) (حادثہ کربلا کا پس منظر ص ۲۹ و ص ۳۰)

(۲) صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم ..... نے یزید بن معاویہ، ولید اور سلیمان کی بیعت سے انکار فرمایا وہ صرف اس بنا پر تھا کہ یہ ناپسندیدہ تھے۔

(از ابن حزم اندلسی الفصل ج ۴ ص ۱۶۹ حادثہ ص ۳۹۴)

(۳) یزیدی..... اگر کافر نہیں تو ظالم ضرور تھے۔ (حادثہ ص ۱۱۳)

(۴) یزید کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں وقعت دینا حد درجہ گستاخی وخیرہ چشمی ہے اور اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت کو اس فتنہ سے محفوظ رکھے۔ آمین (حادثہ ص ۴۱۳)

(۵) اور قرون فاضلہ یعنی ان صدیوں میں بھی کہ جن کی فضیلت حدیث میں وارد ہے بالاتفاق ایسے لوگ موجود تھے کہ جو منافق یا فاسق تھے اور ان میں حجاج اور یزید بن معاویہ اور مختار کا شمار ہے (حادثہ ص ۲۶۲) از حجۃ اللہ البالغہ لشاہ ولی اللہ

(۶) اور ان کا بیٹا یزید فاسقوں میں بڑا اخبث تھا اور منصب خلافت سے بمراحل (کوسوں) دور تھا بلکہ اس کے تو ایمان میں بھی شک ہے اللہ تعالیٰ اس کا بھلا نہ کرے اور جو طرح طرح کی خبیث حرکتیں اس نے کی ہیں سب جانی پہچانی ہیں۔

از علامہ بحر العلوم لکھنوی، صاحب فواتح الرحموت، حادثہ ص۲۱۵

(۷) میرا رفیق حضرت حسین بن علی کی سپاہ میں داخل ہے اور میرے مخالف کا رفیق، یزید شقی کے زمرہ میں۔ از سید احمد بریلوی امام الوھابیہ، حادثہ ص۲۱۵

(۸) اور یزید ..... جس کے اسلام میں برے کرتوت ہیں، اس نے اپنی سلطنت کے آخری دور میں حرہ کے دن اہل مدینہ اور ان کے بہترین اشخاص اور بقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو قتل کیا اور اپنے عہد حکومت کے اوائل میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت کو قتل کیا، اور مسجد حرام میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر کے کعبہ اور اسلام کی بے حرمتی کی، پھر اللہ تعالیٰ نے انہی دنوں اس کو موت کا مزہ چکھایا۔ (حادثہ ص۲۰۰) از جمہرۃ انساب العرب ص۱۱۲ علامہ ابن حزم اندلسی

واضح ہو کہ یہ کتاب اور اس کا مصنف ناصبیوں کا بہت بڑا باعتماد ماخذ ہے۔

(۹) اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید پلید ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دینے والا اور اس پر راضی وخوش تھا اور یہی جمہور اہل سنت وجماعت کا مختار مذہب ہے ..... ہمارے اساتذہ صوری ومعنوی نے جس مسلک کو اختیار کیا ہے وہ بھی یہی ہے کہ یزید ہی قتل حسین کا حکم دینے والا اور اس پر راضی وخوش تھا اور وہ لعنت ابدی اور وبال ونکال سرمدی کا مستحق ہے۔ حادثہ ص۲۶۷ و ص۲۶۸

(۱۰) از روئے حدیث کچھ اشخاص پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق کی لعنت ہے، ان میں سے چار شخصوں جیسا یزید ہے۔ حادثہ ص۲۷۱ و ص۲۷۲،

(۱۱) مفسدین اور شریر لوگ جنہوں نے حرمین محترمین پر چڑھائی کی، اور حضرت حُسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، جیسے عبید اللہ بن زیاد، عمرو بن سعد، شمر بن ذی الجوشن، مجرم بن عقبہ، حصین بن نمیر وغیرہ ایسے خبیث اور ظالم افراد اس (یزید) کے نزدیک معزز و محترم تھے۔ (حوالہ بالا)

(۱۲) امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص متوفی ۳۷۰ھ نے "احکام القرآن"، ج ۳ ص ۱۱۹ پر یزید کو لعین کہا ہے۔

(۱۳) ہم نے یزید اور اس کے عمّال بد اعمال کے اعمال بد کے سلسلہ میں صحیح بخاری کی احادیث میں جو کچھ آیا ہے آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اب اِن احادیث کی روشنی میں ..... اس کے جنتی ہونے کی شہادت دینا ضروری ہے یا اس کے اعمال بد پر نفرین کرنا .... سوچئے اور خوب سوچئے کہ اس کا آخری انجام اگر لعنتی کاموں پر ہوا تو وہ لعنت کا مستحق ٹھہرے گا یا جنت کا حقدار۔ حادثہ ص ۳۱۹ و ص ۳۲۰

(۱۴) امام جلال الدین سیوطی جیسے محتاط بزرگ کے قلم سے یہ الفاظ نکل گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قاتلِ حُسین پر لعنت کرے اور اس کے ساتھ ابنِ زیاد اور یزید پر بھی، تاریخ الخلفاء ص ۱۵۸، حادثہ ص ۳۲،

شیخ محقق الشاہ عبد الحق محدث دہلوی نے بھی ماثبت بالسنہ عربی ص ۱۵ پر ایسا ہی ارقام کیا ہے۔ قاتل حسین و ابن زیاد و یزید لعنتی ہیں۔

(۱۵) عالم ربانی علامہ سعد الدین تفتازانی (متوفی ۷۹۲ھ) شرح عقائد نسفیہ میں لکھتے ہیں۔

اور حق یہ ہے کہ حضرت حُسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر یزید کا راضی ہونا اور اس پر خوش ہونا اور اہل بیت نبوی کی اہانت کرنا ان تمام امور کی تفصیلات

گو بطریق احاد مروی ہوں لیکن معنی کے لحاظ سے متواتر ہیں اسی لئے ہمیں تو اس کے بارے میں کیا اس کے ایمان کے بارے میں بھی کوئی تردد نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو اور اس سلسلے میں اس کے اعوان و انصار پر بھی ۔
(حادثہ کربلا کا پس منظر ص ۳۲۰ ، شرح عقائد نسفیہ ص ۱۱۳)

(۱۶) امام احمد بن حنبل (متوفی سنہ ۲۴۱ھ) کی روایت میں جس کو قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں نقل فرمایا ہے، اس (یزید) کے مستحق لعنت ہونے کی صاف تصریح فرمادی ہے ۔ (حادثہ ص ۳۵۲)

(۱۷) اس حدیث اور اس جیسی دوسری حدیثوں سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے جن کی رائے یہ ہے کہ یزید بن معاویہ پر لعنت کرنے کی اجازت ہے، اور امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت میں یہی وارد ہے اور اسی کو خلال، ابوبکر عبدالعزیز، قاضی ابویعلی اور ان کے صاحبزادے قاضی ابوالحسین نے اختیار فرمایا ہے اور حافظ ابوالفرج ابن جوزی (نقاد) نے ایک مستقل تصنیف اس بارے میں لکھ کر اسی روایت کی تائید کی ہے اور یزید پر لعنت کرنے کو جائز بتایا ہے ۔ حادثہ ص ۳۵۳ و ۳۵۴ ۔

(۱۸) بعض یہ کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل گناہ کبیرہ ہے کیونکہ کسی مومن کا ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ ہی ہے اور کفر و لعنت تو کافروں کے ساتھ مخصوص ہے اور کاش مجھے پتہ چلتا کہ یہ سب باتیں بتانے والے ان احادیث نبوی کے بارے میں جو اس امر پر ناطق ہیں کہ حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کی ایذا و اہانت اور ان سے بغض و عداوت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا و اہانت اور آپ سے بغض کا موجب ہے ۔ کیا کہتے ہیں ؟ حالانکہ ایسا کرنا تو بموجب آیت "ان الذین الخ ۔ بے شک جو لوگ ستاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان کو پھٹکارا

اللہ نے دنیا و آخرت میں اور اللہ نے ان کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے،
بلاشک سبب کفر ہے۔ جس کی بنا پر لعنت اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا واجب
ہو جاتا ہے حادثہ ص ۳۶۳/۳۶۴ از تکمیل الایمان شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی سنہ ۱۰۵۲ھ

(۱۹) ائمہ اہل سنت میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا جو مقام ہے وہ کسی تعارف
کا محتاج نہیں ...... یزید کے بارے میں ان کی تصریحات ملاحظہ کریں،
اس سے کوئی روایت نہ کرنا چاہئے۔ کوئی بھی شخص جس کا ایمان اللہ اور
روز آخرت پر ہے، بھلا وہ یزید سے محبت کر سکتا ہے؟
آخر اس شخص (یزید) پر کیوں لعنت نہ کی جائے کہ جس پر حق تعالیٰ نے اپنی کتاب
میں لعنت کی ہے۔ پھر (امام احمد) نے یزید کے ملعون ہونے کی دو وجہیں بیان
کی ہیں۔ (۱) ایک فساد فی الارض (۲) دوسرے قطع رحمی، پھر فساد
فی الارض کی تفصیل میں فرمایا۔
کیا یہ وہی نابکار نہیں جس نے اہل مدینہ پر وہ ظلم توڑا جو بیان سے باہر
ہے اور قطع رحمی کے بارے میں تو سب کو معلوم ہے کہ میدان کربلا میں اہل بیت
رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیا بیتی ذرا بھی قرابت (رسول) کا پاس و لحاظ نہیں
کیا گیا۔ حادثہ ص ۳۷۱ و ص ۳۷۲۔

مولانا عبدالرحمان جامی متوفی سنہ ۸۹۸ھ کا یزید پر لعنت کرنا

(۲۰) مرزا ابوالقاسم بابر کے عہد حکومت میں سمرقند کے ایک مولانا مزید نامی
ہرات میں وارد ہوئے ایک دن وہ اور جامی مرزا کی محفل میں بیٹھے تھے کہ مرزا نے
مولانا مزید سے پوچھا، مولانا! یزید پر لعنت بھیجنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟
انہوں نے کہا، ایسا کرنا جائز نہیں ہے؟ ...... مرزا اب مولانا جامی کی طرف

متوجہ ہوا اور کہا مولانا آپ نے سنا ہے مولانا یزید کیا کہتے ہیں آپ کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہے؟ مولانا (جامیؒ) نے فرمایا صد لعنت بر یزید و دیگر بر مزید (تذکرہ مولانا جامی ص۲۶)

(۲۱) امام ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ نے لکھا ہے کہ یزید پر لعنت کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور ان کے فرزند ارجمند صالح بن احمد بن حنبل، قاضی ابویعلی اور علامہ ابن جوزی شامل ہیں الصواعق المحرقہ ص۲۲۲

(۲۲) پھر یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جس شخص نے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا آپ کے قتل کا حکم دیا یا اسے جائز قرار دیا یا اس سے راضی ہوا.... اس پر لعنت کرنے کے متعلق اتفاق ہے۔ (الصواعق المحرقہ ص۲۲۳)

(۲۳) اہلسنت کی ایک جماعت یزید کو کافر کہتی ہے، سبط ابن جوزی وغیرہ کے قول کے مطابق مشہور ہے کہ جب حضرت حسین کا سر مبارک یزید کے پاس لایا گیا تو اس نے شامیوں کو جمع کیا اور آپ کے سر مبارک کو چھڑی سے مارتے ہوئے زبعری کے اشعار پڑھنے لگا۔

ع کاش میرے بزرگ (کافر) بدر میں حاضر ہوتے۔ یہ مشہور اشعار ہیں جن میں اس نے دو شعروں کا اضافہ کیا جو کفر صریح پر مشتمل ہیں۔

(۲۴) سبط ابن جوزی کے مطابق ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ) نے فرمایا کہ ابن زیاد کا حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنا تعجب خیز امر نہیں، تعجب تو اس پر ہے کہ یزید نے امام حسین کو بے یار و مددگار چھوڑا اور ان کے دانتوں پر چھڑی ماری، اور آل رسول علیہ السلام کو اونٹوں کے کجاوں پر سوار کر کے قیدی بنا کر لے گیا۔ اس کے علاوہ بھی اس نے بہت سی بیہودہ باتوں کا ذکر کیا ہے۔ جو یزید کے متعلق مشہور ہو چکی ہیں، وہ سر امام حسین کو مدینہ لے گیا اور اس کی ہوا متغیر ہو چکی تھی، پھر اس یزید نے کہا، ایسا

کرنے سے میرا مقصد ان کو رسوا کرنا اور سر کو دکھانا تھا۔ اسے خوارج اور باغیوں سے ایسا سلوک روا رکھنا چاہئیے تھا۔ ان کا بھی لوگ کفن دفن کرتے ہیں جنازہ پڑھتے ہیں۔ اگر اس یزید کے دل میں جاہلیت اور بدر کا کینہ نہ ہوتا تو وہ سر حسین کا احترام کرتا اور اس کے کفن و دفن کا انتظام کرتا اور آل رسول سے حسن سلوک سے پیش آتا۔ الصواعق المحرقہ ص۲۲۰

(۲۵) اسعاف الراغبین کے ص۱۶۵ پر ہے کہ امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) نے یزید کو کافر کہا ہے، اپنے علم و پرہیزگاری کے اعتبار سے وہ کافی ہیں، اور ان کا علم و تقویٰ اس بات کا مقتضی ہے کہ انہوں نے یزید کو کافر نہیں کہا مگر جبکہ ان کے نزدیک یزید کا صریح کفر ثابت ہو گیا۔ ایک جماعت کا جن میں ابن جوزی وغیرہ ہیں یہی فتویٰ ہے، بہر حال یزید کا فسق اجماعی ہے، علماء کے ایک گروہ نے یزید کا نام لے کر اس پر لعنت کرنے کو جائز رکھا، امام احمد سے بھی یہی روایت کیا گیا، ابن جوزی نے کہا قاضی ابو یعلی نے مستحقین لعنت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اس میں یزید کا نام بھی ذکر کیا ہے۔ السعید ج ۲ شمارہ نمبر ۶ ص ۲۸

(۲۶) قال الامام احمد بکفرہ۔ یعنی امام احمد نے یزید کو کافر کہا (الاشاعہ لاشراط الساعۃ ص۳۰، ذمائم یزید ص۱۶)

(۲۷) علامہ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ رقمطراز ہیں۔ جن علماء نے یزید بن معاویہ پر لعنت کی اجازت دی ہے انہوں نے احادیث عظمت مدینہ سے استدلال کیا ہے اور یہی روایت امام احمد بن حنبل سے اور اسی کو خلال، ابوبکر، عبدالعزیز اور قاضی ابو یعلی اور اس کے بیٹے قاضی ابوالحسین نے اختیار کیا ہے اور ابوالفرج ابن جوزی نے اپنی منفرد تصنیف میں یہی ثابت کیا ہے اور یزید پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۲۲۳)

(۲۸) علامہ امام ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے ارقام فرمایا ہے، بعض جاہلوں کا یہ کہنا ہے کہ امام حسین باغی تھے، اہلسنت وجماعت کے نزدیک یہ قول باطل ہے اور یہ ان خوارجیوں کی بکواس ہے جو راہِ حق سے نکل چکے ہیں اور (اہلسنت جماعت) کا اتفاق ہے جواز لعنت پر اسکے لئے جس نے آپکو قتل کیا ہے یا قتل کا حکم دیا ہے اور اسکو جائز سمجھا ہے یا اس پر راضی ہوا ہے۔ شرح فقہ اکبر صہ ۸۷، ابن تیمیہ نے اسکو ناجیوں کا غلو قرار دیا ہے، منہاج السنہ ج ۲ صہ ۲۵۶، حادثہ کربلا صہ ۳۴۲)

(۲۹) علامہ شیخ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۱۷ھ نے لکھا ہے کہ بعض آئمہ اہل سنت فرماتے ہیں کہ یزید پر لعنت کی جائے اس لئے کہ یزید کافر ہو گیا تھا، جب اس نے امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا اور شراب کو حلال قرار دے دیا تھا۔ (تفسیر روح البیان ج ۱ صہ ۱۷۹ مطبوعہ کوئٹہ)

(۳۰) علامہ قاضی ثناء اللہ نقشبندی متوفی ۱۲۲۵ھ نے ارقام فرمایا ہے، یزید اپنے ساتھیوں سمیت کافر ہو گیا اور آل نبی کی دشمنی کا جھنڈا بلند کیا اور امام حسین کو قتل کیا، اور یزید دین مصطفےٰ (علیہ التحیۃ والثنا) کا منکر ہو کر کافر ہو گیا، یزید نے شراب کو حلال قرار دیا، اور آل رسول کو منبروں پر گالیاں دی گئیں تفسیر مظہری عربی ج ۵ صہ ۲۷۱

(۳۱) مفسر قرآن علامہ سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ نے ارقام فرمایا ہے۔

میں یزید جیسے فاسق و فاجر پر لعنت شخصی کے جواز کی طرف جاتا ہوں اور یزید کی توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے بھی زیادہ ضعیف ہے، اور یزید کے ساتھ لعنت میں شریک ہیں ابن زیاد اور ابن سعد

اور ساری جماعت یزید اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان سب پر اور ان کے مددگاروں پر اور ان کے حامیوں پر اور ان کے گروہ پر اور قیامت تک جو بھی انکی طرف مائل ہو ان سب پر اللہ کی لعنت ہو، تفسیر روح المعانی ج ۲۶ صـ۷۲ و صـ۷۳ و صـ۷۴، ذمائم یزید صـ۱۷،

(۴۲) صاحب بن عبادہ جب ٹھنڈا پانی پیتے تو کہتے، یا اللہ یزید پر نہی لعنت بھیج، تفسیر روح البیان ج ۱ صـ۱۸۰

(۴۳) سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ کے شاگرد رشید مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی نے تحریر الشہادتین صـ۹۶ و ۹۷ مطبوعہ لکھنؤ ۱۲۵۶ھ میں لکھا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید پلید ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دینے والا اور اس پر راضی و خوش تھا اور یہی قول جمہور اہلسنت و جماعت کا پسندیدہ مذہب، چنانچہ معتمد علیہ کتابوں میں جیسے کہ مرزا محمد بدخشی کی " مفتاح النجا" اور ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی" مناقب السادات " اور علامہ سعدالدین تفتازانی کی شرح عقائد نسفیہ " اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی " تکمیل الایمان " اور ان کے علاوہ دوسری معتبر کتابوں میں مع دلائل و شواہد مذکور و مرقوم ہے اور اسی لئے اس ملعون پر لعنت کے روا ہونے کو قطعی دلائل اور روشن براہین سے ثابت کر چکے ہیں، اور راقم الحروف اور ہمارے اساتذہ صوری و معنوی نے جس مسلک کو اختیار کیا ہے وہ بھی یہی ہے کہ یزید ہی قتل حسین کا حکم دینے والا اور اس پر راضی اور خوش تھا اور وہ لعنت ابدی اور وبال و نکال سرمدی کا مستحق ہے اور اگر سوچا جائے تو اس (یزید) ملعون کے حق میں صرف لعنت ہی پر اکتفا کرنا بھی ایسی کوتاہی

ہے کہ اس پر بس نہیں کرنا چاہیئے، چنانچہ استاذ البریہ" صاحب تحفہ اثنا عشریہ۔ (شاہ عبدالعزیز) علیہ الرحمۃ نے رسالہ" حسن العقیدہ" کے حاشیہ میں جملہ" علیہ مایستحقہ" پر جو تعلیق (نوٹ) سپرد قلم فرمایا ہے اس میں افادہ فرماتے ہیں کہ" علیہ مایستحقہ" لعنت سے کنایہ ہے اور یہ بات کہ کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے، عربیت کا مشہور قاعدہ ہے اسی کے ساتھ مایستحقہ، یعنی (جس کا وہ مستحق ہے) کے ابہام میں اس پر تشنیع اور اس کی حد درجہ خرابی جو پنہاں ہے وہ صراحتاً لعنت کے لفظ کے استعمال سے فوت ہو جاتی ہے، چنانچہ آیت فَغَشِيَهُم مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ کی تفسیر میں اس کا بیان آتا ہے اور حق یہ ہے کہ یزید کے حق میں محض لعنت کا اکتفا کرنا کوتاہی ہے اس لئے کہ اس قدر تو مطلق مؤمن کی سزا مقرر کر چکے ہیں۔ ارشاد الہٰی ہے (ترجمہ) اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر اس کی سزا دوزخ ہے، پڑا رہے گا اس میں، اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی، اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب۔ (سورۃ النساء آیت ۹۳) اور یزید نے تو اس عمل کے ارتکاب میں وہ زیادتی کی ہے کہ جو دوسرے کو میسر ہی نہ ہو سکی، اس لئے اس زیادتی کو بجز اس کے استحقاق کے اور کسی امر پر حوالہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ انسان کا علم اس کے خصوصی استحقاق کی معرفت سے عاجز ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ احکم۔ حادثہ ۲۶۷

اعلیحضرت کا فیصلہ

امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا قادری م ۱۳۴۰ھ نے ارقام فرمایا ہے۔

(۳۴) یزید پلید علیہ مایستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہلسنت فاسق فاجر وجری علی الکبائر تھا...... امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے

اتباع و موافقین اسے کافر کہتے ہیں اور بہ تخصیص نام اس پر لعنت کرتے ہیں اور اس آیۂ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں۔ فھل عسیتم ان تولیتم (سورۃ محمد آیت ۲۲، ۲۳) کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور انکی آنکھیں پھوڑ دیں شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا حرمین طیبین و خود کعبہ معظمہ و روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے اذان و نماز رہی مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین بے گناہ شہید کئے کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان چور ہو گئے۔ سر انور کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کئے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث (یزید) کے دربار میں لائے گئے اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا۔ ملعون ہے وہ جو ان حرکات کو فسق و فجور نہ جانے قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر لعنہم اللہ فرمایا (عرفان شریعت ج ۲ ص ۵۶)

لہذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں...... اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہلسنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بے دینی صاف ہے بلکہ انصافاً یہ اس دل سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا شمہ ہو وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون،

شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہلسنت کا عدو و عنود ہے ایسے گمراہ بددین.....
حضرت بتول زہرا و علی مرتضیٰ اور خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثنا
کا دل دکھا چکا ہے، اللہ واحد قہار کو ایذا دے چکا ہے۔ والذین یؤذون رسول اللہ
لہم عذاب الیم ٥ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلہم
عذابا مھینا۔ (ترجمہ) اور جو لوگ اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب
ہے، البیان ص ۲۵۴، بیشک جو لوگ اذیت دیتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کو اللہ نے ان
پر لعنت فرمائی دنیا اور آخرت میں، اور ان کے لئے خواری کا عذاب تیار کیا، البیان ص ۵۵۲

واللہ تعالیٰ اعلم، عرفان شریعت ص ۵۶/۵۷

امامِ اہلسنّت کا فیصلہ

غزالی زماں رازی دوراں امام اہلسنّت حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی م ۱۴۰۶ھ نے ارقام فرمایا ہے۔

(۳۵) خیر و شر کی جنگ ابتداء سے چلی آرہی ہے کربلا کا واقعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سراپا خیر تھے اور یزید سراپا شر،

یزید پر لعن کے بارے میں

امام اعظم رضی اللہ عنہ متوفی ۱۵۰ھ

اور دوسرے ائمہ حنفیہ کی تصریحات

یزید پر لعن کے سلسلہ میں امام احمد کی جو رائے ہے وہی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مطالب المؤمنین میں منقول ہے۔ (ملاحظہ ہو، زجر الشبان والشیبہ عن ارتکاب الغیبہ، مولانا عبدالحی فرنگی محلی ص ۲۰ طبع ۱۳۹۸ھ، مکتبہ عارفین کراچی)۔
اکابر حنفیہ میں امام ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی رحمہ اللہ المتوفی ۳۷۰ھ نے تفسیر

احکام القرآن میں یزید کو لعین لکھا ہے۔۔۔۔ امام جصاص کا شمار مجتہدین فقہاء حنفیہ میں ہے، صاحب ہدایہ ان کی تخریجات کو اکثر ذکر کرتے رہتے ہیں اور صاحب الاختیار لتعلیل المختار نے کتاب الشہادات میں امام ممدوح کے متعلق لکھا ہے۔

میں نے (امام جصاص) ابوبکر رازی کی کتابوں کو بہت کھنگالا ہے۔ مگر سوائے اس ایک مسئلہ کے میں نے کہیں نہیں دیکھا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کے قول پر دوسرے کو ترجیح دی ہو، (یعنی یہاں صاحبین کے قول پر فتویٰ دے دیا کہ مشہود کا تزکیہ تمام حقوق میں ہونا چاہیئے، حالانکہ امام صاحب کے نزدیک صرف حدود وقصاص میں تزکیہ ضروری ہے حادثہ ص۳۷۲

ائمہ بخارا کا فتویٰ

بعد کے اکابر علماء حنفیہ میں امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری المتوفی ۵۴۲ھ، "خلاصۃ الفتاوی" میں رقم طراز ہیں۔

یزید بن معاویہ اور اسی طرح حجاج پر لعن نہ کرنا چاہیئے۔ (مصنف کتاب)

امام طاہر بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ امام زاہد قوام الدین صفاری سے سنا ہے وہ اپنے والد بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ اس پر لعنت کرنا جائز ہے، فرماتے تھے" یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

امام قوام الدین صفاری کا تعارف علامہ کفوی نے ان لفظوں میں کیا ہے:

شیخ الاسلام و امام الائمہ، اوحد عصرہ فی العلوم الدینیۃ اصولا و فروعا مجتہد زمانہ۔

شیخ الاسلام، امام الائمہ، اپنے زمانہ میں علوم دینیہ میں خواہ ان کا تعلق اصول سے ہو یا فروع سے، یکتا اور مجتہد عصر تھے،

ان کے والد رکن الاسلام ابراہیم بن اسماعیل زاہد، صفار، امام غزالی

کے معاصر ہیں، ان کے بارے میں حافظ سمعانی نے۔ کتاب الانساب (نسبت صفار) میں لکھا ہے کہ۔

کان اماماً ورعاً زاھداً

(یہ امام تھے اور زہد و ورع سے موصوف)

فقہ میں امامت کے ساتھ ساتھ بڑے پایہ کے محدث بھی تھے ان کی وفات ۵۳۴ھ میں ہوئی، نسلاً انصاری والی ہیں ان کا پورا خاندان اہل علم وفضل کا خاندان ہے چنانچہ حافظ عبدالقادر قریشی نے "الجوھر المضیۃ" میں انکے بارہ میں لکھا ہے

اھل بیت علما وفضلا"

چونکہ صاحب خلاصہ نے ان کے فتوی کو آخر میں نقل کیا ہے اور اس سے اپنے اختلاف کا اظہار نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان تینوں آئمہ بخارا (۱) امام طاہر افتخار الدین بخاری صاحبِ خلاصہ، المتوفی ۵۴۲ھ (۲) امام قوام الدین حماد بن ابراہیم صفار بخاری المتوفی ۵۷۶ھ (۳) امام رکن الدین ابراہیم صفار المتوفی ۵۳۴ھ کے نزدیک یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں بالکل جائز ہے، لیکن چاہئے نہیں کیونکہ ایسا کرنا فرض، واجب یا مستحب نہیں، محض مباح ہے۔ حادثہ ص ۳۷۲ تا ص ۳۷۴

امام کردری کا فتویٰ

امام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب المعروف با بن البزاز کردری حنفی المتوفی ۸۲۷ھ

فتاویٰ بزازیہ میں رقمطراز ہیں۔

یزید اور اسی طرح حجاج پر لعنت کرنا جائز ہے مگر کرنا نہ چاہئے اور امام قوام الدین صفاری سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ..... کردری کہتے ہیں اور حق یہ ہے کہ یزید پر اس کے کفر کی شہرت نیز اس کی گھناؤنی شرارت کی متواتر خبروں کی بنا پر جس کی تفصیلات معلوم ہیں لعنت

ہی کی جائے گی۔ (ج ۶ ص۲۴۲ طبع مصر برحاشیہ ہندیہ)

یاد رہے کہ "فتاوی بزازیہ"، کا بھی خلاصۃ الفتاوی" کی طرح فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں شمار ہے، صاحب "کشف الظنون" نے لکھا ہے کہ علامہ ابوالسعود مفتی روم سے جب یہ فرمائش کی گئی کہ فہم مسائل کے بارے میں آپ کوئی کتاب کیوں تالیف نہیں فرماتے تو جواب دیا کہ،

مجھے "فتاوی بزازیہ"، کے مصنف سے شرم آتی ہے کہ ان کی کتاب کے ہوتے ہوئے یہ جرأت کروں، کیونکہ یہ فتاوی کا بڑا قابل قدر مجموعہ ہے، جس میں دہمات مسائل کو جیسا کہ چاہئے تھا جمع کر دیا ہے (حادثہ کربلا کا پس منظر ص۳۷۴)

امام اعظم کا فتویٰ

متاخرین علماء حنفیہ میں سے جن حضرات نے بھی لعن یزید سے روکا ہے وہ امام غزالی کی رائے سے متاثر ہیں ورنہ اصل مذہب میں مرتکب کبیرہ کے حق میں اگرچہ استغفار افضل مگر اس پر بد دعا اور لعنت کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ امام اعظم م ۱۵۰ھ کتاب العالم والمتعلم (ص۱۷ طبع مصر ۱۳۶۸ھ) میں فرماتے ہیں متعلم سوال کرتا ہے

(س) یہ تو فرمائیے کہ جو شخص کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو، اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا افضل ہے یا اس کے حق میں بد دعا کرنا؟ ....

امام صاحب جواب دیتے ہیں،

(ج) شرک کے علاوہ گناہ کے دو درجے ہیں جس درجہ کے گناہ کا بھی۔ بندہ مرتکب ہوگا اس کے حق میں استغفار کرنا افضل ہے اور اگر اس پر لعنت کی بد دعا کرو جب بھی تمہیں گناہ نہیں ہوگا۔ کیوں کہ اگر اس نے تمہارے ساتھ گناہ کا معاملہ کیا اور تم نے اس کو معاف کر دیا اور اس پر بد دعا نہ کی تو یہ افضل ہے اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ و تبارک کا گناہ کیا مگر شرک کا مرتکب نہیں ہوا اور پھر تم نے اس کے

کلمہ گو ہونے کی وجہ سے اس کے حق میں رحمت و مغفرت کی دعا کی تو یہ بھی افضل اور اگر اس کے لئے بربادی و ہلاکت کی دعا کی تب بھی گنہگار نہ ہو گے، کیونکہ اس صورت میں تو تم یوں کہہ رہے ہو کہ یا اللہ تو اس کو اس گناہ کی سزا دے، گنہگار تو تم جب ہوتے جبکہ گناہ کئے بغیر اس کے حق میں بددعا کرتے اور یوں کہتے کہ یا اللہ بغیر گناہ ہی اس کو پکڑ لے۔ (حادثہ کربلا ص۳۷۵، وص۳۷۶)

نوٹ:۔ یزید کے کرتوت اپنے مقام پر اس کتاب میں مفصل درج کر دیئے گئے ہیں،

مولوی وحید الزمان غیر مقلد نے امام صاحب کا ایک فتویٰ، حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کے پوتے کی حمایت و نصرت کا نقل کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے

امام ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ) نے فتویٰ دیا تھا کہ زید بن علی بن حسین علیہم السلام کی مدد کرنا واجب ہے، اور چور، متغلب، نام نہاد امام و خلیفہ ہشام بن عبد الملک مروانی قرشی پیران کی حمایت کرنا ضروری ہے (ہدیۃ المہدی ص۹۷) اس فتویٰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام پاک اہل بیت کے حامی اور امویوں کے مخالف تھے۔ تحفہ اثنا عشریہ ص۲۶

مسلمان کے حق میں لعنت کرنیکا مطلب

جو مسلمان مرتکب کبیرہ ہو اس کے حق میں لعنت کرنے کا یہی مطلب ہے جو امام صاحب نے بیان فرمایا ہے۔

امام نووی نے بھی شرح صحیح مسلم میں حدیث۔

من احدث فیھا حدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین۔

جو مدینہ منورہ میں گناہ کا ارتکاب کریگا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو کے تحت یہی لکھا ہے، علماء نے بیان کیا ہے کہ لعنت سے مراد یہاں وہ عذاب ہو گا جس کا وہ اس گناہ کے سبب مستحق ہے اور ابتداء میں جنت سے محرومی ہے یہ لعنت کفار پر لعنت کی طرح نہیں کہ جو بالکلیہ حق تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیئے گئے ہیں کہ کبھی

جنت میں جائیں گے ہی نہیں ۔ (صحیح مسلم ج ا ص۲۴۱ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

قال العسقلانی (م ۸۵۲ھ) المراد باللعن ھنا العذاب الذی یستحقہ

علی ذنبہ فی اول الامر ولیس ھو کلعن الکافر۔ (فتح الباری ج ۴ ص۱۰۴)

یزید پر لعنت کرنے کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ان برے کرتوتوں پر

اس کو سزا دے جسکا وہ مستحق ہے اور اس کے حق میں ایسا کہنا خواہ افضل نہ ہو لیکن اس

کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔

نیز امام عسقلانی نے حدث اور محدث کا معنی ظلم اور ظالم بیان کیا ہے۔ چنانچہ انہوں

نے ارقام فرمایا۔ والمراد بالحدث والمحدث الظلم والظالم۔ (فتح الباری ج ۴ ص۱۰۴)

امام غزالی کے فتویٰ کی تنقیح

(تنقیح سے قبل یزید کے کچھ جرائم پر نظر ڈالیئے)

یزید پر صرف قتل حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا الزام نہیں بلکہ اس کے جرائم

کی فہرست طویل ہے، وہ مے نوش بھی تھا اور تارک صلوٰۃ بھی ــــ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

کو قتل کرانے کے بعد مسجد و مدینہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں صحابہ کرام اور تابعین

عظام کا قتل عام کرایا اور حرم کعبہ کی بے حرمتی کی۔ جس سے بیت اللہ کی بنیادیں ہل

گئی تھیں۔ امام غزالی نے اپنے فتویٰ میں ان جرائم کے ارتکاب سے یزید کی براءت نہیں کی ہے

نہ اس کی اس سلسلہ میں کوئی صفائی پیش کی ہے، یا بالفرض مان لیا جائے کہ یزید نے قتل

حسین کا حکم نہیں دیا، نہ وہ ان کے قتل پر راضی تھا۔ مگر یہ تو ایک حقیقت ہے

کہ حضرت حسین کی شہادت اس کے ہاتھوں نہیں تو اس کے عمّال بداعمال کے ہاتھوں

یقیناً عمل میں آئی۔ پھر جب اس نے ان کے قتل کا حکم دیا نہ وہ اس پہ راضی تھا

تو آخر اپنے عمّال سے اس سلسلہ میں اس نے کیا بازپرس کی؟ اس کے بارے میں

بھی امام غزالی خاموش ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ امر غور طلب ہے کہ "تاریخ ابن

خلکان،، اٹھاکر ان کے اس فتویٰ کو اول سے آخر تک پڑھ لیجئے۔ اس میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ یزید متقی اور پرہیزگار آدمی تھا، اور نہ یہ ذکر ہے کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں حق بجانب تھا" اس، فتویٰ میں تو صرف دو مسئلوں پر کلام ہے ایک تو یہ کہ اس پر لعنت کرنا مناسب نہیں، کیونکہ امام غزالی کسی شخص معین پر اس کا نام لے کر لعنت کرنے کے روادار نہیں خواہ وہ کافر ہو یا فاسق کچھ یزید ہی کی اس مسئلہ میں تخصیص نہیں۔

دوسرے یہ کہ اس حقیقت کا معلوم کرنا کہ فی الواقع یزید قتل حسین سے راضی تھا۔ سخت دشوار ہے، امام غزالی کے اس شبہ کا جواب حافظ محمد بن ابراہیم وزیر یمانی نے" الروض الباسم فی الذب عن سنة ابی القاسم" (ج ۲ صـ ۴۲، طبع مصر) میں اجمالی طور پر حسب ذیل الفاظ میں دیا ہے، فرماتے ہیں۔

اور جب ابن خلکان نے حافظ عمادالدین کیا ہراسی کے اس فتویٰ کو نقل کیا (کہ جس میں یزید پر لعنت کی اجازت دی گئی ہے) تو اس کے بعد امام غزالی کا ایک فتویٰ بھی نقل کیا جو اس امر کا شاہد ہے کہ امام غزالی قتل حسین کے حق بجانب ہونے میں یزید کی حمایت سے بری ہیں۔ انہوں نے تو صرف دو مسئلوں پر بحث کی ہے، جن کا اس بات سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے ایک یہ کہ کسی پر لعنت کرنا حرام ہے اس میں یزید کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر فاسق اور کافر کے بارے میں ان کی یہی رائے ہے، چنانچہ امام نووی نے اپنی "کتاب الاذکار" میں ان کا یہی مذہب نقل کیا ہے،

امام غزالی بزرگ آدمی ہیں وہ تو ابلیس پر بھی لعنت کرنے کو نہیں کہتے اور نہ کسی کافر معین پر لعنت کو روا رکھتے ہیں۔ پھر یزید پر لعنت کرنے کو کیوں کہیں گے۔ ان کے نزدیک ہر حال میں مؤمن کا ذکر الٰہی میں مشغول ہونا اولیٰ ہے، ہمارے

نزدیک بھی یزید پر لعنت کرنا کوئی کار ثواب نہیں ہے، کہ خواہ مخواہ آدمی اس کا نام لے کر اپنی زبان کو گندہ کرے، ظاہر ہے کہ اس پر لعنت کی بجائے اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید (اور درود شریف پڑھنے میں) مشغول ہو تو اس میں بالاتفاق ثواب زیادہ ہوگا۔ مگر یزید پر لعنت نہ کرنے سے اس کا متقی ہونا اور صالح ہونا کہاں سے ثابت ہوگا؟ حادثہ کربلا ص ۳۵۶ تا ص ۳۵۸

ثانی غزالی کا فتویٰ

تاریخ ابن خلکان میں امام غزالی کے فتوے کے ساتھ ان کے استاذ بھائی، شمس الاسلام امام ابوالحسن علی بن محمد طبری الملقب عماد الدین المعروف بالکیا ہراسی (جن کے بارے میں خود مؤرخ ابن خلکان نے حافظ عبدالغافر فارسی سے نقل کیا ہے کہ وکان ثانی الغزالی (یہ غزالی ثانی تھے) کا یہ فتویٰ بھی نقل ہے۔

الکیا، سے بھی یزید بن معاویہ کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا تھا، انہوں نے فرمایا کہ یزید صحابی نہیں تھا کیوں کہ وہ حضرت عمر بن الخطاب کے ایام خلافت میں پیدا ہوا تھا۔ رہا سلف کا قول اس پر لعنت کے بارے میں تو امام احمدؒ کے اس بارے میں دو قول ہیں، ایک میں اس کے ملعون ہونے کی طرف اشارہ ہے دوسرے میں اُس کی تصریح ہے، اور امام مالک کے بھی دو قول ہیں۔ ایک میں اس پر لعنت کا اشارہ ہے دوسرے میں تصریح ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بھی اس کے بارے میں دو قول ہیں، ایک میں اس پر لعنت کا اشارہ ہے، دوسرے میں اس کی تصریح ہے، اور ہمارا تو بس ایک ہی قول ہے جس میں اس پر لعنت کی تصریح ہے اشارہ کنایہ کی بات نہیں اور وہ کیوں ملعون نہ ہوگا۔ حالانکہ وہ نرد کھیلتا تھا چیتوں سے شکار کرتا تھا، شراب کا رسیا تھا۔ شراب کے بارے میں اس کے اشعار سب کو معلوم ہیں منجملہ اُن کے یہ اشعار بھی ہیں۔

امام احمد
امام مالک
امام ابوحنیفہ

(ترجمہ) یزید نے کہا)

میں اپنے ان ساتھیوں سے کہتا ہوں کہ جن کو جام شراب نے یکجا کر دیا ہے اور شوق محبت کا داعی ترنم ریز ہے۔

(۲) نعمت دلذت میں سے اپنا حصّہ لے لو کیوں کہ ہر ایک کو خواہ اس کی مدت کتنی ہی دراز کیوں نہ ہو آخر ختم ہونا ہے۔

(۳) اور آج کے یوم مسرت کو کل پر نہ ٹالو کیونکہ بہت سے آنے والے کل ایسی کیفیت لے کر آجاتے ہیں جس کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔

اس کے بعد "الکیا" نے ایک طویل فصل اسی موضوع پر لکھ ڈالی، اور پھر ورق الٹ کر اس پر یہ لکھ دیا کہ اگر مزید اوراق مجھے دیئے جاتے تو میں اس شخص (یزید) کی رسوائیوں کے بیان میں عنان قلم کو مزید تیز کر دیتا (حادثہ سنہ ۳۶ وص ۳۶۱ تاریخ ابن خلکا ج ۱ ص ۳۲۷ طبع بولاق مصر)

یہ فتویٰ، حیوۃ الحیوان میں زیر عنوان فہد اور مؤرخ ابو العباس کرمانی نے "اخبار الدو ص ۱۲۰) میں لکھا ہے اور اس میں یزید کی پیدائش زمانہ عمر بن خطاب کی بجائے زما عثمان بن عفان ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ملخصا، حادثہ سنہ ۳۶ برحاشیہ۔

فتوی کا تفوق

علامہ غزالی متوفی ۵۰۵ھ اور امام الکیا الطراسی متوفی ۵۰۴ دونوں شافعی، مسلک کے پیروکار اور اسی مسلک کے مقتدا اور ایک ہی استاذ کے شاگرد ہیں، علامہ غزالی نہ تو مؤرخ ہیں اور نہ ہی محدث وہ خود کہتے تھے۔ انا مزجی البضاعۃ فی الحدیث، ان کی کتاب احیاء علوم الدین وغیرہ کے بارے میں علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ" فیہ احادیث کثیرۃ غرائب، ومنک وموضوعات کما یوجد فی غیرہ من کتب الفروع التی یستدل بھا علی الحلا والحرام..... وقد شنع علیہ ابن الجوزی، ثم ابن الصلاح، فی ذلک تشنیع

كثيرا، واراد المازري ان يحرق كتابه احياء علوم الدين، وكذلك غيره من المغاربة وقالوا هذا كتاب احياء علوم دينه ...... وقد صنف ابن الجوزي كتابا على الاحياء وسماه علوم الاحيا باغاليط الاحياء - (البدايه والنهايه ج ١٢ ص ١٧٤)

علامہ غزالی پہلے فلسفی تھے اور پھر وہ مائل بتصوف رہے، جبکہ امام الکیا الہراسی جلیل القدر محدث اور فقہاء کے سردار اور بہت بڑے مؤرخ تھے چنانچہ علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ

الكيا الهراسي احد الفقهاء الكبار من رؤس الشافعية ..... وقد سمع الحديث الكثير وناظر وافتى ودرس وكان من اكابر الفضلاء وسادات الفقهاء ..... ذكر ابن خلكان انه كان يحفظ الحديث ويناظر به ..... واستفتى فى يزيد بن معاويه فذكر عنه تلاعبا وفسقا وجوز شتمه، قال! والكيا كبير القدر مقدم معظم۔

البدایہ والنہایہ ج ١٢ ص ١٧٢ و ص ١٧٣، حیاۃ الحیوان ج ٢ ص ١٧٦

علامہ غزالی جب مفتی ہی نہیں تو ان کا فتویٰ ایک عظیم المرتبت فقیہ اور محدث اور مؤرخ کے فتویٰ سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ یزیدیوں کے امام ابن تیمیہ نے الکیا کا ذکر غزالی سے پہلے کرکے اسکو مقدم تصور کیا ہے۔ (تفسیر ابن تیمیہ ج ا ص ١٧٣۔ مطبوعہ بیروت)

امام الکیا رحمہ اللہ کو ثانی غزالی کہنا حافظ عبدالغافر فارسی کا اپنا خیال ہے، حافظ ابن کثیر کے بیان سے تو امام الکیا الھراسی امام غزالی کے امام اور ان سے ہر میدان میں بطور علم، وفضل وفقہ وحدیث وتاریخ بہت سینئر ہیں۔ لہذا ان کے فتویٰ کی فوقیت امام غزالی کے فتویٰ پر واضح ہوگئی۔

غزالی کے فتویٰ کا تفصیلی رد

حافظ محمد بن ابراہیم ابن الوزیر یمانی نے جن کو قاضی شوکانی "البدر الطالع" میں حافظ ابن تیمیہ کا ہمسر وہم پلہ بتاتے ہیں، اپنی مشہور ومعروف تصنیف "العواصم والقواصم فى الذب عن سنة ابى القاسم" میں جو "شیعہ زیدیہ"

کے رد میں ان کی بے نظیر کتاب ہے۔ امام غزالی کے اس فتویٰ کی خوب پوست کن تردید کی ہے اور ان کے استدلال کے ایک ایک جزء کا تار پو بکھیر کر رکھ دیا ہے۔
(حادثہ کربلا کا پس منظر ص ۳۶۲

امام حسینؓ کا خطبہ اور امام غزالی کا فتویٰ

خود حضرت امام غزالی نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا آخری خطبہ جو میدان کربلا میں آپ نے دیا تھا نقل کیا ہے۔ اس سے امام غزالی کے فتویٰ کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ چنانچہ امام غزالی نے لکھا ہے۔

حضرت محمد بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو آگھیرا تو آپ کو یقین ہوا کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے تو آپ نے یاروں میں کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر کے فرمایا۔ جو کچھ حال ہو رہا ہے تم سمجھتے ہو، دنیا بدل گئی اور انجان ہو گئی، سلوک نے منہ موڑ لیا، دنیا اتنی ہے جیسے پانی کی تری تو اب ایسی زندگی ناگوار سے مجھ کو موت ہی پسند ہے کیا دیکھتے نہیں کہ حق بات پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل سے باز نہیں رہا جاتا۔ اب مؤمن کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کی رغبت کرے اور مجھ کو موت ہی سعادت معلوم ہوتی ہے اور ان ظالموں کے ساتھ زندگی محرومی جانتا ہوں۔ احیاء العلوم اردو جلد ۴
(ص ۷۷۵ حادثہ ص ۳۵۹)

امام غزالی کے اس منقولہ خطبہ کے بعد ان کے فتویٰ کو ترجیح دینا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ جبکہ اس خطبہ میں ظالموں کی نشاندہی کردی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ہے۔ لعنة اللہ علی الظالمین۔

فتویٰ پر علامہ مقبلی کی گرفت

علامہ صالح بن مہدی مقبلی کو کبانی نزیل مکہ جن کے مجتہد

ہونے کی قاضی شوکانی (غیر مقلد) نے " البدر الطالع " میں تصریح کی ہے
اپنی کتاب العلم الشامخ فی تفضیل الحق علی الآباء والمشائخ،
ص ۳۶۸ طبع مصر ۱۳۲۸ھ میں رقم طراز ہیں۔

اور اس سے بھی عجیب وہ شخص ہے کہ جو یزید مَرِید (سرکش) کو اچھا بنا کر پیش کرتا ہے (یہ یزید تو وہی ہے) جس نے بزرگان امت کے ساتھ ناگفتہ بہ معاملہ کیا، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حرمت کو خاک میں ملایا سبط پیغمبر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کو شہید کیا اور ان کی بے عزتی کی اور ان کے ساتھ وہ برتاؤ کیا کہ اگر دشمنان اسلام، انصاری کا بھی ان پر قابو چلتا تو شاید ان کا برتاؤ بھی ان حضرات کے ساتھ اس سے نرم ہی ہوتا، اور یزید کو اچھا بنا کر پیش کرنے والوں میں حجۃ الاسلام غزالی بھی ہیں لیکن وہ اپنی ان تمام کارگزاریوں میں حاطب اللیل (رات کے اندھیرے میں لکڑیاں جمع کرنے والے) کی طرح ہیں کہ جو اپنی لکڑیوں میں سانپ، بچھو بھی جمع کر لیتا ہے اور اسے کچھ پتہ نہیں چلتا۔

اور یزید کی حرکت کو وہی معمولی سمجھے گا جو توفیق الٰہی سے محروم ہو اور جس کو شقاوت نے گھیر لیا ہو اسی طرح وہ بھی اس کے مہلک کرتوتوں میں اس کا شریک ہو گیا، لہٰذا تمہیں تفریط و افراط سے بچنا چاہئے لیکن اس سلسلہ میں صبر سے کام لینا ایسا ہی ہے۔ جیسے انگارے کو مٹھی میں پکڑ لینا۔ خصوصاً جبکہ جہالت امڈی چلی آتی ہو، جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت و سلامتی کے خواہاں ہیں۔ آمین

اور فقہ کا نرالا مسئلہ جس کو ابن حجر ہیتمی نے اپنی کتاب " صواعق محرقہ " میں بیان کیا ہے۔ یہ ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں، اگرچہ بالاجماع ایسے شخص پر لعنت کرنا جائز ہے جو میخوار ہو اور جو قطع رحمی کا مرتکب ہو اور جو مدینۃ الرسول کی حرمت

کو پامال کرے اور جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ہو یا ان کے قتل کا حکم
دے یا ان کے قتل سے راضی ہو" ابن حجر" فرماتے ہیں۔ لیکن خود یزید پر لعنت
نہیں کر سکتے" اگرچہ اس نے ان تمام امور کا ارتکاب کیا تھا اور وہ قطعاً فاسق تھا

اور جب کہ اس کا بیان ہے۔ ایسا ہی ہم فقہ میں پاتے ہیں
کہ کسی متعین شخص پر لعنت کرنا روا نہیں۔ یہ ان کا کلیہ ہے
تو انکی خدمت میں عرض ہے کہ تمہاری اس فقہ میں تو قیاس الدلالۃ کی
بنا پر یوں ہونا چاہیے تھا کہ نہ کسی معین شراب خور پر حد لگائی جاتی
اور نہ کسی معین زانی پر اور اسی طرح سارے احکام شرعیہ میں بھی
یہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ طریقہ تو ایک ہی ہے اور اس صورت میں تمہارا
منطق بھی ہوا میں اڑ گئی کیونکہ تم تو منطق کی اس شکل اول کی بھی جو
بدیہی الانتاج ہے مخالفت کر رہے ہو۔ لہٰذا اب اس کے بعد اور کون
دلیل تمہارے سامنے ٹھہر سکتی ہے کیونکہ قیاس کی شکل اول کی صورت یہ ہے

(۱) یہ ہے یزید جس نے شراب پی ہے۔ اور
(۲) شراب کا پینے والا ملعون ہے۔
(۳) لہٰذا یہ یزید ملعون ہے۔

ہاں اگر یہ حضرات یوں کہتے کہ لعنت کرنے سے اس لئے بچنا چاہیے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ مؤمن لعنت کا ڈھیر نہیں لگا
کرتا"۔ تو بے شک اس صورت میں اہلِ تقویٰ کے لئے اس سے بچنے
کی گنجائش ہوتی۔ واللہ اعلم۔ حادثہ صفحہ ۲۰ تا صفحہ ۲۲

لے یزید نے اہل مدینہ پر ظلم کیا، اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو اہل مدینہ کو ڈرائے
وہاں ڈرانے والے کو ٹھہرائے تو اس پر اللہ کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اور اس کی کوئی نیکی قبول
نہیں ہے۔ بخاری ج ۱ صفحہ ۲۵۱۔ تاریخ الخلفاء میں امام سیوطی نے احدث کا معنی خوف و حادثہ کیا ہے

یزید کے بارے میں نواب صدیق حسن غیر مقلد کا فیصلہ......

دنیائے غیر مقلدیت میں نواب صدیق حسن کثیر التصانیف ہیں

یزید کے بارے میں، مذکور کا فیصلہ، یزید پرست غیر مقلدوں کے غبارے سے ہوا نکالنے کیلئے کافی ہے، یہ فیصلہ ان کی کتاب "بغیۃ الرائد صفحہ ۹۷، ۹۸ پر موجود ہے چنانچہ نواب صاحب لکھتے ہیں۔

اور بعض لوگ یزید کے بارے میں غلو و افراط کا راستہ اختیار کر کے کہتے ہیں کہ اس (یزید) کو تو مسلمانوں نے بالاتفاق امیر بنایا تھا لہٰذا اس کی اطاعت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر واجب تھی، اس بات کے زبان سے نکالنے اور اس پر اعتقاد رکھنے سے اللہ کی پناہ کہ وہ امام حسین کے ہوتے ہوئے امام اور امیر ہو۔ اور مسلمانوں کا (اس کی امارت پر) اتفاق کیسا؟ صحابہ کرام کی ایک جماعت اور ان کی اولاد کہ جو اس (یزید) پلید کے زمانہ میں تھی ان سب نے انکار کیا اور اس کی اطاعت سے باہر ہو گئے، اور اہل مدینہ کے بعض حضرات کو جب اس کے حال کا پتا چلا تو انہوں نے اس کی بیعت توڑ ڈالی — اور وہ (یزید) تو تارک صلوٰۃ تھا، شراب خور، زانی، فاسق اور محرمات کا حلال کرنے والا تھا۔

اور بعض علماء جیسے کہ امام احمد اور ان جیسے دوسرے بزرگ ہیں اس (یزید) پر لعنت کو روا رکھتے ہیں۔ حافظ ابن جوزی نے سلف سے اس پر لعنت کرنے کو نقل کیا ہے۔ کیونکہ جس وقت اس (یزید) نے حضرت حسین کے قتل کا حکم دیا وہ کافر ہو گیا اور جس نے بھی حضرت ممدوح کو قتل کیا، یا آپ کے قتل کرنے کا حکم دیا، اس پر لعنت کے جواز پر اتفاق ہے۔ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ قتل حسین پر یزید کی رضامندی اور اس پر اس کا خوش ہونا اور اہل بیت نبوی

کی اہانت کرنا یہ متواتر المعنی ہے گو اس کی تفصیلات کا ثبوت اخبار احاد سے ہو، لہذا ہم اس کے بارے میں تو کیا، اس کے ایمان کے بارے میں بھی توقف سے کام نہیں لیتے ـــ اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو اور اس بارے میں اس کے اعوان وانصار پر بھی۔ (انتہی کلام تفتازانی)۔

بہر حال وہ (یزید) اکثر لوگوں کے نزدیک انسانوں میں سب سے زیادہ قابل نفرت ہے اور جو جو بُرے کام اس منحوس (یزید) نے اس امت کے اندر کئے ہیں وہ ہرگز کسی کے ہاتھوں نہیں ہو سکتے۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے بعد اس نے مدینہ منورہ کی تخریب کیلئے لشکر بھیجا، اور جو صحابہ و تابعین وہاں باقی رہ گئے تھے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا ـــ اور پھر حرم مکہ کی عزت کو پامال کرنے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کرنے کے درپے ہو گیا، اور اسی ناپسندیدہ حالت میں دنیا سے چل بسا، اس کے توبہ کرنے اور باز آنے کا احتمال ہی کہاں رہا۔

مولوی وحید الزمان غیر مقلد کا فیصلہ

مولوی وحید الزمان غیر مقلدوں کے چوٹی کے امام ہیں، انہوں نے غیر مقلدیت کی دنیا میں بسنے والے لوگوں کے لئے "بطور" مقدمہ ظہور صاحب الزمان علیہ السلام" ہدیۃ المہدی نامی کتاب لکھی ہے، جو غیر مقلدوں کے عقائد و اصول پر مبنی ہے چنانچہ انہوں نے خود لکھا ہے۔

فالھمنی ربی ان اؤلف کتابا جامعا للعقائد والاصول (ہدیۃ المہدی ص ۳)

اور موصوف نے غیر مقلدین کی تعریف بتاتے ہوئے کیا خوب لکھا ہے اھل الحدیث (غیر مقلدین) ھم شیعۃ علی، یحبون اھل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویتولونھم ویحفظون فیھم وصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اذکرکم اللہ

فی اھل بیتی، و انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی و یقدمون قول اھل البیت فی المسائل القیاسیۃ علی اقوال الاخرین .... واھل البیت علی والحسن والحسین و فاطمۃ واولادھا و اولادھم الی یوم القیمۃ۔ (ہدیۃ المہدی جز اول ص۱۰۰)

خلاصہ یہ کہ اہل حدیث (غیر مقلد) شیعان علی ہیں۔ اہل بیت رسول سے محبت و موالاۃ کرتے ہیں ان کے بارے میں رسول اللہ کی وصیت کا خیال رکھتے ہیں (سرکار نے فرمایا) میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں خدا یاد دلاتا ہوں اور میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑنے والا ہوں قرآن اور اہل بیت، (غیر مقلد) مسائل قیاسیہ میں اہل بیت کے فرمان کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں، اور اہل بیت میں حضرت علی حضرت حسن حضرت حسین اور حضرت فاطمہ اور آپ کی قیامت تک ہونے والی ساری اولاد شامل ہے

پہلا فیصلہ خلافت و امارت کے بارے میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام حق حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی پھر حضرت حسن بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ہیں اور اس کے ساتھ مدت خلافت کے تیس سال پورے ہو گئے، (حضرت امیر) معاویہ اور اس کے بعد والے بادشاہ تو تھے خلیفے نہیں تھے ..... کیونکہ نص حدیث سے ثابت ہے کہ امام حسن کے بعد، کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی اور ہر گاہ کہ بنو امیہ کو دیکھنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مغموم ہوئے تھے، اور حضرت عمر نے فرمایا ہے کہ یہ آیت۔ وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ ۲۲/۷۸

(ترجمہ) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا (البیان ص۴۴۲) یہ آیت۔ بنو امیہ اور بنو مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی، فرمایا افجران (بڑے فاجر) قریش میں، بنو امیہ اور بنو مغیرہ ہیں۔

پھران کی حکومت، خلافت شرعیہ کیسے ہوگی؟ اور ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ یہ پانچوں (حضرات) عنداللہ درجہ میں (یکساں) افضل و ارفع (کیسے) ہیں؟ بلکہ ان میں سے ہر ایک کے الگ الگ فضائل و مناقب ہیں اور سب سے زیادہ فضائل سیدنا علی اور ہمارے امام حسن بن علی کے ہیں اس لئے کہ یہ دونوں، فضیلت صحابیت اور فضیلت اشتراک اہل بیت میں جامع ہیں۔ ھذا ھو قول المحققین (ہدیۃ المہدی ج اول ص ۹۴)

دوسرا فیصلہ، خلیفہ کی شرائط، اور اس کے خلاف خروج کا وجوب اور امام حسین سیّد الشہداء ہیں

افضل یہ ہے کہ خلیفہ اولاد فاطمہ زہرا سے ہو، ..... اہل ولایت مطلقہ سے، منتظم ہو، تنفیذ احکام اور دار اسلام کے حدود کی حفاظت کی طاقت رکھتا ہو طاقتور کے ظلم سے کمزور کو بچانے والا ہو، اہل عدوان و جفا کار کا استیصال کرسکتا ہو، اس پر جور و فسق کی بنا پر خروج جائز نہیں، ہاں جب وہ نماز چھوڑ دے اور علماء و فضلاء اور اہل حل و عقد سے مشاورۃ ترک کر دے، اور جب فسق و فجور سے مسلمانوں کے مال کو ہلاک کرنا شروع کر دے۔ پس جب ان امور میں کسی ایک کا مرتکب ہو جائے تو اس کو علیحدہ کرنا اور اس پر خروج واجب ہو جاتا ہے، اور خروج کیا ہمارے امام حسین بن علی نے یزید لعنت اللہ پر اس لئے کہ آپ، اُسکی بیعت میں داخل بھی نہ ہوئے تھے اور اسی طرح اکثر اہل مدینہ (بھی اس کی بیعت میں داخل نہ ہوئے تھے) اور جو لوگ، اس کی بیعت میں داخل ہوئے تھے انہوں نے بھی اس کی بیعت

ان

لعنہ اللہ

اللہ کی لعنت ہو اس پر

توڑ دی تھی جب انہوں نے یزید کے فسق و فجور اور الحاد کو دیکھا، مثلاً شراب و زنا کو حلال کرنا، وغیر ذلک، پس امام حسین علیہ السلام نے اعلائے کلمۃ اللہ اور اقامت شرع متین کیلئے اپنی جان نچھاور کر کے صدیق اور سید الشہداء ہوئے، اب جس نے امام حسین کی شہادت کا انکار کیا اور (معاذ اللہ) آپ کو باغی کہا تو اس نے بہت بڑا گناہ کیا (ہدیۃ المہدی صفحہ ۹۷/۹۸)

تیسرا فیصلہ لعنت بر یزید

ہر گاہ کہ ہم یزید پر لعنت کرتے ہیں اس لئے کہ لعنت کی ہے اس پر ہمارے امام احمد بن حنبل (رضی اللہ عنہ) نے اور اسی طرح روایت کیا ہے ابن جوزی نے ہمارے سلفی بزرگوں سے اس پر لعنت کا جواز۔ اور منع کیا ہے غزالی نے اس سے۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف توجہ نہیں کی۔ "ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم عذابا مہینا" (۳۳/۵۷) (ترجمہ: بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ دنیا اور آخرت میں۔ اور اللہ نے اُن کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (کنز الایمان)

آلِ رسول و اولاد رسول کے قتل سے اور ان کی بے حرمتی سے اور اہل مدینہ کو قتل کرنے سے بڑھ کر کونسی ایذا ہے، یزید نے ایسا کرنے کا حکم دیا۔ اور اس کا ان باتوں پر خوش ہونا متواتر ہے، جس کا انکار ممکن نہیں اور تحقیق روایت کیا گیا ہے یزید لعنۃ اللہ سے کہ اس نے کہا۔

ع لیت اشیاخی ببدر شہدوا ❊ وقعۃ الخزرج مع وقع الاسل

الی قولہ۔ قد قتلنا القوم من ساداتہم ❊ وعدلناہ ببدر فاعتدل

اگر یہ روایت صحیح ہے تو یزید کے کفر والحاد میں کچھ شک نہیں (ہدیۃ المہدی حاشیہ صفحہ ۹۸)

چوتھا فیصلہ شہادت امام حسین علیہ السلام

جس نے کہا کہ امام حسین علیہ السلام شہید نہیں کیئے گئے (بلکہ وہ چھپ گئے اور کسی ملک کی طرف نکل گئے اور مر گئے" (ایسا کہنے والا) ہمارے زمانہ کے جہلاء میں سے ایک ہے اور وہ تاریخ سے بے خبر ہے، اور اس کو کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت والی روایات متواترہ کا علم نہیں ہے، اور آپ کا سر اقدس بھیجا گیا، ابن زیاد اور یزید لعنہما اللہ کے پاس، اور تحقیق گواہی دی اس کی حضرت انس بن مالک اور ابن عمر اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے جیسا کہ مروی ہے، صحیح بخاری میں۔ الذی ھو اصح الکتب بعد کتاب اللہ۔ جو قرآن کے بعد اصح الکتب ہے۔

ہدیۃ المہدی حاشیہ ۲ ص ۹۸ و ص ۹۹

مولوی اسماعیل دہلوی کا فیصلہ

یزید و شمر نے تو (بظاہر) پیغمبر کو نہیں مارا بلکہ پیغمبر کے نواسے اور امام وقت کو کہ پیغمبر کا نائب تھا تصویر بنانے والے کو خود پیغمبر کے قاتل کا سا گناہ ہے تو وہ یزید اور شمر سے بھی بدتر ہے۔ تقویۃ الایمان (کراچی) ص ۹۲ (ملتان) ص ۱۴۵ (لاہور) ص ۷۷ (دہلی) ص ۶۵ ۔

غیر مقلدوں کے فتاویٰ نذیریہ کا فیصلہ

یزید کے بارے میں بعض کہتے ہیں کہ باتفاق مسلمانوں کے وہ امیر ہوا تھا اس کی اطاعت امام علیہ السلام پر واجب تھی، حالانکہ اس کی خلافت پر مسلمانوں کا اتفاق نہ ہوا، اور ایک جماعت صحابہ و اولاد صحابہ نے اس کی بیعت نہیں کی اور جن حضرات نے بیعت کی بھی تھی جب ان کو اس کے فسق و فجور کا حال معلوم ہوا، خلع بیعت کر کے مدینہ میں واپس آ گئے،

اور بعض قائل ہیں کہ یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا نہ اس فعل سے راضی تھا۔ یہ بھی باطل ہے۔ (صحیح بات یہ ہے کہ امام حسین کے قتل سے یزید خوش ہوا اور اہل بیت کی توہین کی، اگرچہ اس کی تفصیل احاد ہے لیکن اس کے معنی متواتر ہو چکے ہیں)

اور بعض کہتے ہیں کہ قتل امام رضی اللہ گناہ کبیرہ ہے نہ کفر، اور یہ لعنت مخصوص بکفار ہے، نازم بریں فطانت۔ نہیں جانتے ہیں کہ کفر ایک طرف خود ایذائے رسول الثقلین کیا ثمرہ رکھتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ (ترجمہ) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں، اللہ کی ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت اور ان کیلئے ذلیل کن عذاب ہے ۱۲۔

اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے خاتمہ کا حال معلوم نہیں، شاید اس نے کفر و معصیت کے بعد توبہ کی ہو، وقت موت کے تائب ہو گیا ہو۔ امام غزالی کا احیاء العلوم میں اسی طرف رجحان ہے۔

جاننا چاہئیے کہ توبہ کا احتمال ہی احتمال ہے (۱)۔ اس بے سعادت (یزید) نے اس امت میں وہ کچھ کیا ہے کہ کسی نے نہیں کیا۔

(۱) شہادت امام حسین (۲) واہانت اہلبیت کے بعد (۳) مدینہ منورہ کی تخریب (۴) واہالیان مدینہ شریف، کی شہادت وقتل کے واسطے لشکر بھیجا (۵)، تین روز تک مسجد نبوی بے اذان و نماز رہی، من بعد حرم مکہ میں لشکر کشی کر کے عین حرم مکہ میں عبداللہ بن الزبیر کو شہید کرایا۔ اور انہیں مشاغل میں تھا کہ اس (یزید) کی موت آگئی اس جہان کو پاک کیا اور اس کے بیٹے معاویہ نے برسر منبر اس کی برائیاں بیان کیں۔۔۔۔ اور بعضے سلف و اعلام امت سے، اس شقی پر لعن تجویز کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ

تفتازانی نے کمال جوش و خروش کے ساتھ اس (یزید) پر اور اس کے اعوان (مددگاروں) پر لعنت کی ہے۔ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۲۷

(۲) اور نفس بیان وقائع شہادت (امام حسین علیہ السلام) اور اس پر مرثیہ درست ہے۔ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۲۶

نانوتوی کا فیصلہ

بانی دار العلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی نے لکھا ہے! یزید اس صورت میں یا کھلم کھلا فاسق تھا، نماز کا ترک کرنے والا وغیرہ یا بدعت کا مرتکب تھا کیونکہ وہ نواصب کے سرداروں میں ہے، اس سب پہلوؤں کے پیش نظر اس کی عام خلافت کا ہونا مسلم نہیں (مکتوبات قاسمی ص ۵۲)

گنگوہی کا فیصلہ

دیوبندی مذہب کے امام اعظم، ترجمان وہابیت مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے، کہ یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہر چند موجب لعن کے ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۵)

افعال تو موجب لعن ہیں۔ کیا فاعل لعنتی نہیں ہے؟

تھانوی کا فیصلہ

دیوبندی، وہابی اُمت کے حکیم مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے!

یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت (امارت) مختلف فیہ ہے۔۔ ..... (حضرت امام) مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔.... باقی یزید کو اس قتال میں اس لئے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد امام حسین سے اپنی تقلید کیوں کراتا تھا۔ اس کو تو (امام حسین واہل بیت سے) عداوت ہی تھی۔..... اور مسلط کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے۔ مگر مسلط ہونا کب جائز ہے؟ خصوصی (یزید جیسے) نااہل کو، اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا۔ (ملخصاً) امداد الفتاویٰ جلد ۴ ص ۵۴

قال اللہ تعالیٰ۔ ان الحسین کان غازیاً شہیداً۔ ابو داؤد ص ۲۳۱

شبیر احمد عثمانی۔ تفسیر عثمانی ص ۷۱۹

محبوبیت

ناصبیوں کی تمام کوششوں، جملہ حیلوں اور انتہائی فریب کوشیوں کے باوجود، امام عالی مقام علیہ السلام کی غیر معمولی محبوبیت اور قلوب اہل ایمان میں آپ کی مقبولیت اور آفاقی و عالمی شہرت دیکھ کر بے ساختہ لب پر یہ شعر آجاتے ہیں کہ

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

ایسا کیوں نہ ہو کہ جب آپ کے حق میں رسول اکرم محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں آپ کی محبوبیت کی شہادت دے رہی ہیں، جنکی تفصیل آئندہ اوراق میں موجود ہے۔

مقامِ افسوس

ناصبیوں کی کتابوں کو کھنگالنے سے پتا چلتا ہے کہ ان میں جزوی مباحث کے علاوہ چند چیزوں پر زیادہ زور دیا گیا ہے، جو درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ کی ذریت طیبہ کی تفضیحک، بایں معنی کہ (معاذ اللہ) ان کی خلافت ناکام تھی، نیز امام حسین (علیہ السلام) نے غلطیوں کا ارتکاب کیا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) نمونہ گزشتہ اوراق میں موجود ہے ۱۲۔

(۲) امیر معاویہ کی خلافت کامیاب اور کامل تھی۔ جبکہ فتاویٰ نذیریہ ج ۳ ص ۴۴۶ پر ہے کہ انہوں نے آخری خلیفہ راشد کے خلاف بغاوت کی ہے لہذا ان کو غلط کار اور باغی سمجھنا چاہیئے (فتویٰ مولوی محمد فصیح غازی پوری) الامان والحفیظ۔

(۳) یزید خلیفہ جائز تھا اور بلند کردار وغیرہ، اس کی بلند کرداری کی ایک جھلک
فیصلوں میں پڑھ لینے کے بعد مزید بلند کرداری کی داستان، آئندہ اوراق میں ملاحظہ
کریں۔

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

سببِ تحریر

(۱) فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
کی رو سے سیدنا امام حسین علیہ وسلم کی نصرت
مدد مامور بہ ہے، چنانچہ حضرت انس بن حارث سے مروی کہ سرکار دوعالم
صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا - ان ابنی ھذا یقتل بارض یقال لھا کربلا
فمن شھد منکم فلینصرہ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۹ یعنی میرا فرزند حسین
سرزمین کربلا میں شہید ہوگا جو اس موقع پر موجود ہو اس کو لازم ہے کہ
حسین کی مدد کرے - اس لئے جراحات اللسان والقلم کے مقابلے میں بھی امام
مظلوم کی حمایت ونصرت ہر کلمہ گو پر لازم و واجب ہے

دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۵۵۴، کنز العمال ۱۲ ص ۵۸

(۲) مسلمانوں کو ناصبیوں کے دعادی کا شکار ہونے اور غلط فہمیوں سے بچا
رسولِ مقبول اور آل رسول کے دامن رحمت سے وابستہ رکھنا۔ اس لئے کہ
فرمان رسول کریم ہے کہ ادبوا اولادکم علی ثلث خصال حب نبیکم
وحب اھل بیتہ وقراۃ القران (جامع صغیر ج ۱ ص ۱۵)

اپنی اولاد کو تین عادتیں سکھاؤ (۱) اپنے نبی کی محبت (۲) اہل بیت
نبی کی محبت (۳) تلاوت قرآن۔ الصواعق المحرقہ ص ۱۷۲

(۳) چونکہ ناصبی (یزید پرست) اہلسنت کا لباس اوڑھ کر عوام الناس کو
ورغلاتے ہیں اور اپنی اصلی شناخت کو چھپا کر سیدھے سادھے مسلمانوں کو اپنے

دام تزویر سے پھانستے ہیں، ان کے اس مکروہ عمل سے شبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ معاذاللہ اہل سنت کے پاکیزہ مسلک میں بھی آلِ رسول سے تعلق اور ان سے محبت یا ان کی نصرت واجب نہیں بلکہ معاذاللہ یزید کی پوزیشن صحیح۔ اور اقدام، امام ناجائز و غلط تھا۔ معاذاللہ۔

اس شبہ کا قلع و قمع کرنا اور مسلک اہلسنت کی ترجمانی کر کے مسلمانوں کو اپنے اسلاف پر شکوک و شبہات سے بچانا۔

(۴) یزید کی سرپرستی کرنے والوں کی دلائل و حقائق کی دنیا میں حوصلہ شکنی کرنا اور اس بارے میں بزرگان دین، سلف الصالحین کے مسلک کی وضاحت کرنا۔

نوٹ:- اہل علم اصل ماخذ کی طرف رجوع فرمائیں، نیز کہیں کوئی لغزش محسوس ہو تو ازراہ شفقت فقیر کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ازالہ کر دیا جائے۔

ضروری گزارش

سنہ ۱۳۹۸ھ کی بات ہے کہ فقیر مدرسہ انوار العلوم کچہری روڈ ملتان میں، غبیط المحققین، سند المحدثین، زبدۃ الکاملین، سند الواصلین، شیخ المشائخ، غوث دوراں، غزالئی زماں حضرت قبلہ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ غمزدہ اور نمناک تھے، میں نے عرض کیا۔ حضور! خیر تو ہے؟ آپ نے ایک رسالہ اٹھایا اور اس کی چند عبارتیں پڑھیں، جو انتہائی غلیظ اور روح فرسا تھیں۔ اولادِ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر افترا و اتہام اور فحش گالیوں کے طوفان بدتمیزی سے ہر لفظ اٹا پڑا تھا۔ یہ رسالہ امام اہلسنت کی لاہور میں ایک مدلل تقریر

مبنی بر فضائل آلِ رسول علیہ السلام کے جواب میں تھا۔ رسالہ میں سیدہ زینب اور امام زین العابدین کو خاص طور پر ہدف تنقید بنایا گیا تھا۔ (العیاذ باللہ)

اتفاق سے فقیر کے پاس کتاب ھذا کا مسودہ موجود تھا، میں نے خدمت میں پیش کیا، آپ نے اس کو پسند فرمایا اور بہت خوش ہوئے، اس پر تقریظ لکھی، چند ضروری ہدایات عطا فرمائیں اور اسکی طباعت کا حکم دیا، اور دعاؤں سے سرفراز کیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ حضرت کی حیات مستعار میں کتاب "القول السدید" طبع ہو گئی اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئی کتاب کے ناپید ہو جانے کی وجہ سے احباب کی بڑھتی ہوئی تشنگی کو دور کرنے کیلئے اب اس کا دوسرا ایڈیشن اضافہ حاضرِ خدمت ہے، اس کام میں میرے اساتذہ کا مجھ پر خصوصی کرم رہا ہے بالخصوص استاذ الاساتذہ، شیخ القرآن والحدیث، آسمان علم وتحقیق کے آفتاب، مناظر اسلام عمدۃ الصالحین، شیخ المحدثین بحر العلوم جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ پیرزادہ محمد منظور احمد خان صاحب فیضی مدظلہ العالی (احمد پور شرقیہ) اور مفتی اعظم پاکستان، صاحب تحقیق انیق، عمدۃ الافاضل والاماثل، فخر العلماء والصلحاء، مناظر اسلام استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اقبال صاحب سعیدی نائب شیخ الحدیث مدرسہ انوار العلوم ملتان اور میرے ہم اساتذہ برادر طریقت، فاضل اجل عالم باعمل، مناظر اہل سنت حافظ القرآن والحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی عبد المجید خان صاحب سعیدی مہتمم جامعہ غوث اعظم رحیم یار خان اور برادر عزیز مجاہد ملت، سرمایۂ اہلسنت، مناظر اسلام علامہ مولانا مفتی عبد الرشید صاحب فیضی خرم پوری کا تعاون بھی میری

دست گیری کرتا رہا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلّم اور آپ کی آل اطہار واصحاب کبار کے طفیل ہم سب کو دارین میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین وصلی اللہ تعالیٰ علی نبینا سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین الیٰ یوم الدین

شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا ہے

ے خدایا بحق بنی فاطمہ — کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من و دست و دامانِ آلِ رسول

(دعا)

ے یارب برسالت رسول الثقلین! — یارب بغزا کنندۂ بدر وحنین
عصیان مرا دو نیمہ بکن در عرصات — نیمے بحسن بخش نیمے بحسین

(عقیدت)

ے میں زندہ ہوں فقط وصف بجنبش کے واسطے
تشنہ ہے کوثر میرے ذوق دہن کے واسطے
جو محبت میں مرے غنچہ دہن کے واسطے
چادر گل چاہئے اس کے کفن کے واسطے

کلام حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ

دعاؤں کا طالب:- خادم اہلسنت محمد سراج احمد السعیدی القادری غفرلہ

اوچ شریف - بہاولپور، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

القول السدید

یزید کی پیدائش اور اسکی ولیعہدی کی تجاویز و تبصرے

پہلا باب

یزید کی پیدائش

اس کی ماں اور اس کی ولیعہدی

تجاویز و تبصرے

یزید کی پیدائش

یزید بن معاویہ بن ابوسفیان، ۲۵ھ یا ۲۶ھ یا ۲۷ھ میں اپنے باپ کے گھر سے بہت دُور اپنی ماں (مطلقہ مغلظہ) کے ہاں پیدا ہوا۔ (تفصیل آئندہ سطور میں ملاحظہ کریں) البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۴۶ و ص ۲۲۶، تاریخ الخلفاء ص ۱۵۷، ماثبت بالسنہ ص ۱۴۷،

سلسلہ نسب

یزید بن معاویہ بن ابوسفیان بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ الی آخرہ۔

قریشی کہلانے کی وجہ

فہر بن مالک کی کنیت ابو غالب تھی اور اس کا لقب قریش تھا۔ قریش اصل میں قرش کی تصغیر ہے، قرش اس مچھلی کو کہتے ہیں جو پانی کے اندر جانوروں کو اپنے دانتوں سے تلوار کی طرح کاٹتی ہے فہر اور اس کی اولاد کو قریش ان کی طاقت، قوت اور شجاعت کے بل بوتے پر کہا جاتا تھا، کیونکہ ان کا قبیلہ جملہ قبائل سے طاقت ور اور بہادر تھا، (کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۲)

حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ، شاگرد رشید ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ نے لکھا ہے قریش لقب تھا نضر بن کنانہ کا، اور اس کو راجح قرار دیا ہے، موصوف نے لفظ قریش کے کچھ دیگر معانی اور تشریحات بھی ارقام کی ہیں اور ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ قصی بن کلاب کا لقب قریش تھا۔ (ملخصا البدایہ والنھایہ ج ۲ ص ۲۰۰ و ص ۲۰۱)

یعنی یزید کے تین دادوں کو قریش کہا گیا ہے، اس وجہ سے یزید کو بھی قریشی کہا جاتا ہے۔

یزید کی ماں

یزید کی ماں کا نام میسون تھا اور وہ بحدل نجدی کی لڑکی تھی، اس کے بارے میں علامہ دمیری کی حیاۃ الحیوان سے ترجمہ ملاحظہ کریں۔

قبیلہ بنی کلب کی میسون بنت بحدل جو یزید بن معاویہ کی والدہ ہے، بے حد حسن وجمال رکھتی تھی، جب حضرت معاویہ کے حرم میں داخل ہوئی تو انکی منظور نظر ہوگئی، آپ نے اس کیلئے ایک اونچا محل تیار کرایا جس سے غوطہ دمشق کا سرسبز وشاداب باغ نظر آتا تھا۔ اور قسم د

قسم کے نقش و نگار سے اس محل کو مزّین کرایا، زیب و زینت کیلئے سونے چاندی کے برتن کمروں کے رنگ کے مشابہ اس میں رکھے، رومی ریشم کے رنگین اور پھول دار پردے لٹکائے (قالین بچھوائے) پھر آپ نے اسے حوروں کی مانند خوب صورت باندیوں کے ہمراہ اس محل میں ٹھہرایا۔

ایک دن میسون نے اپنا بہترین سوٹ پہن کر بناؤ سنگھار کیا، عطریات لگائے اور اپنے زیورات اور ہیروں کو جن کا مثل اب نہیں پایا جاتا زیب تن کیا پھر اپنے گھر کے بالاخانہ میں جا بیٹھی جبکہ اس کے ارد گرد کنیزیں تھیں، وہاں سے اس نے غوطہ پر نظر ڈالی اور اُس کے درختوں کا نظارہ کرنے لگی، گھونسلوں سے پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں اُسے سُنائی دے رہی تھیں، پھولوں اور کلیوں کی مہک اس کے مشام جان کو معطر کر رہی تھی، تو اسے (اس کا سرسبز و شاداب وطن) بجدہ یاد آگیا اور اُسے اپنی سہیلیوں اور اپنے لوگوں کی یاد آنے لگی پھر اُسے اپنی پیدائش کی جگہ کی یاد آئی، تو وہ رو پڑی اور سسکیاں بھرنے لگی، تو اُس کی ایک چہیتی کنیز نے پوچھا۔ آپ کے رونے کی وجہ کیا ہے؟ جبکہ آپ ملکہ بلقیس کے ملک کی مانند ملک کی ملکہ ہیں۔

تو اُس نے ایک لمبی آہ بھر کر کہا۔(اس کے اشعار کا ترجمہ)

(۱) اس گھر کیلئے (رو رہی ہوں) جس میں ہواؤں کی آوازیں سُنائی دیتی تھیں۔ وہ گھر جو مجھے بلند و بالا محل سے زیادہ پسند ہے۔

(۲) اور مجھے وہاں آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل ہونے کے ساتھ موٹا لباس پہننا۔ (یہاں کے) نرم و نازک اور شفاف چمکیلے لباس سے زیادہ پسند ہے

(۳) اور اپنے (اس) گھر کے ٹوٹے ہوئے حصے میں روٹی کا ٹکڑا کھا لینا، مجھے (عمدہ اور مکمل) روٹی کھا لینے سے زیادہ پسند ہے۔

(۴) اور (وہاں کی) ہر پگڈنڈی پر ہواؤں کی آوازیں مجھے (یہاں کی) ڈھولکیوں کی تھاپ سے زیادہ پسند ہیں۔

(۵) اور وہاں کا کتا جو میرے سوا رات کو آنے والے کو بھونکتا تھا مجھے یہاں کے (مانوس اور) بہت محبت کرنے والے بلے سے زیادہ پسند ہے۔

(۶) اور وہاں کا سخت مزاج اونٹ جو ڈاچی سوار عورتوں کے پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ مجھے بنے سنورے خچر سے زیادہ پسند ہے۔

(۷) اور میرے چچا کے بیٹوں میں سے دبلا پتلا سخی جوان۔ مجھے سخت گیر موٹے قوی کافر، جنگلی گدھے سے زیادہ پسند ہے۔

پس جب حضرت معاویہ گھر آئے تو ایک باندی نے آپکو اس کی اس بات سے آگاہ کیا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ جب وہ یہ اشعار پڑھ رہی تھی تو حضرت معاویہ نے انہیں خود سن لیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ بحدل کی بیٹی مجھے "علج عنوق"

وغیرہ قرار دیکر ہی خوش ہوئی ہے۔ اسے میری طرف سے تین طلاقیں ہیں۔ (پھر اسے یہ پیغام بھیجا کہ) اسے میری طرف سے کہدو کہ اس محل میں لایا گیا سارا سامان اسی کا ہے پس وہ اسے لے لے، پھر آپ نے اسے نجد میں اس کے میکے (گھر) پہنچوا دیا، جبکہ یزید اس کے حمل میں تھا۔

پس اس نے اسے بستی میں جنم دیا اور اسے دو سال دودھ پلایا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ یزید کو اس سے اپنے پاس لے آئے حیاۃ الحیوان ج ۲ ص ۲۱۲

خوش

حافظ ابن کثیر نے صرف یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یزید کی ماں کو طلاق ہوئی تو وہ یزید سے حاملہ تھی۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۷ پر ہے

وکان ابوہ قد طلق امہ وھی حامل بہ۔ واللہ اعلم بالصواب

امیر معاویہ کا محبوب یزید

حضرت سعید بن عثمان رضی نے امیر معاویہ کی تجویز ولیعہدی یزید پر اعتراض کیا، تو امیر معاویہ نے جواب دیتے ہوئے کہا

واما فضلك علیہ فواللہ ما احب ان الغوطۃ دحست لیزید دجالا مثلك۔ یعنی ان الغوطۃ لو ملئت رجالا مثل سعید بن عثمان کان یزید خیرا واحب الی منھم۔

خلاصہ یہ کہ اور اس یزید پر تیری فضیلت تو خدا کی قسم میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ غوطہ بھر جائے یزید کی بیعت کے لئے تجھ جیسے آدمیوں سے یعنی غوطہ اگر پُر ہو جائے ایسے مردوں سے جو سعید بن عثمان جیسے ہوں تو پھر بھی یزید مجھے بہتر اور زیادہ پیارا اور بہت محبوب ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۷۹

(۲) دوسرے مقام پر ہے کہ۔ امیر معاویہ نے کہا (اے سعید) تیرا افضل ہونا یزید سے، تو خدا کی قسم غوطہ تک اگر تیرے جیسے آدمی ہو جائیں تو پھر بھی تم سب سے یزید مجھے زیادہ محبوب ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۰

امیر معاویہ کی یزید سے محبت محض پدری تقاضہ کے تحت تھی چنانچہ علامہ ابن کثیر نے ارقام کیا ہے،

وذالك من شدۃ محبۃ الوالد لولدہ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۰)

جو کچھ بھی ہوا، اس میں شفقت پدری بھی یقیناً کارفرما ہے۔ کیونکہ شامیوں کے سوا پوری اسلامی دنیا یزید سے نفرت کرتی تھی، ان میں

ضحاک فہری مخالف۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۴۲
ج ۲ ص ۹۰ و ص ۲۷

سے بعض سربراہوں کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(۱) خلیفہ اوّل کے فرزند ارجمند، حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ
(تاریخ الخلفاء ص ۱۵۵ حیوۃ الحیوان ج ۱ ص ۸۵)

(۲) خلیفہ ثانی کے فرزند دلبند حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔
حیواۃ الحیوان ج ۱ ص ۸۵ ما ثبت بالسنہ ص ۱۳

(۳) خلیفہ ثالث کے فرزند حضرت سعید بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما۔
(کماموؔ) البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۷۹ و ص ۸۰

(۴) خلیفہ رابع کے لختِ جگر اور رسولِ کریم کے نورِ نظر سیدنا امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام۔

(۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس کے فرزند حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھتیجے، خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر کے نواسے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

(۷) حضرت عمرو بن حزام (رضی اللہ عنہ) صحابی رسول (شریک فی غزوۃ الاحزاب، حاکم نجران بحکم سرکار) اکمال ص ۶۰۸ و خلاصۃ تذہیب ج ۲ ص ۲۸۲)
تاریخ الخلفاء ص ۱۵۷

(۸) احنف بن قیس (امیر معاویہ کا یار دوست) البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۰، ۳۲۶

(۹) حضرت مسور بن مخرمہ (حضرت عبدالرحمان بن عوف کے بھانجے)
اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۵۴

(۱۰) (امیر معاویہ کا استلحاقی بھائی) زیاد بن ابیہ۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۷۹
اور امیر معاویہ کا مشیر خاص ضحاک فہری۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۴۲

حقیقت یہ ہے کہ مذکورۃ الصدر حضرات اپنے وقت
میں ہر لحاظ سے شہ رگ کی حیثیت رکھتے تھے بلکہ ان میں سے بعض
حضرات کے مقام و مرتبہ کو یزید تو کیا اُس کے باپ و دادا بھی نہ پہنچ
سکے۔ جبکہ ان کے صحابی رسول ہونے میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے
اس لحاظ سے وہ اسلام میں نہایت محترم اور مقتدر ہیں۔ ان کے
بارے میں توہین آمیز رویہ ایمان کے خسارے کا باعث ہے۔
لہذا اہل ایمان کو ان کا احترام کرنا ضروری ہے اور ان کی کردار
کشی سے کف لسان واجب ہے۔ امام جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ
نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے۔

در خبر آمد کہ خال مومناں   بود اندر قصر خود خفتہ شباں

مثنوی دفتر دوم ص ۲۴۸

خال مومناں سے مراد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ علامہ ابن
کثیر نے بھی آپ کو "خال المومنین" لکھا ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰ و ص ۱۱۷

یزید کی ولی عہدی کی تجویز

(کوفے کے گورنر) مغیرہ بن شعبہ کو جناب امیر
معاویہ کا یہ فرمان پہنچا کہ اس حکم نامہ کی وصولی اور خواندگی کے بعد
اپنے آپ کو معزول سمجھو، اور فوراً ہمارے دربار میں حاضری دو، لیکن
مغیرہ نے تعمیل حکم میں تعویق کی اور دیر سے پہنچا۔ امیر معاویہ نے تاخیر
کا سبب پوچھا تو اس نے کہا ایک معاملہ درپیش تھا، جسے مفید مطلب بنانا
ضروری تھا۔ لہذا دیر ہو گئی ہے، امیر معاویہ نے پوچھا وہ کیا تھا، تو مغیرہ
نے جواب دیا۔ آپ کے بعد، یزید کی بیعت کے لئے زمین ہموار کر رہا تھا

امیر نے پوچھا۔ کیا یہ کام تو نے پورا کر لیا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ امیر نے یہ سُن کر کہا کہ تم اپنی گورنری پر واپس جاؤ۔ اور حسب سابق اپنے فرائض انجام دو، یہاں سے رخصت ہو کر مغیرہ جب اپنے احباب کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا۔ بتاؤ کیسی گذری؟ مغیرہ نے کہا، میں نے امیر معاویہ کے پاؤں اس نا واقفیت کے رکاب میں رکھ دیئے ہیں جس میں قیامت تک گرفتار رہیں گے۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۵۷ و ماثبت بالسنہ ص ۱۴

ولی عہدی کی قرارداد

۵۰ھ ہجری میں امیر معاویہ نے شامیوں کو بلایا اور کہا کہ میرے بعد میرے بیٹے یزید کو امیر ماننے کے لئے اس کی ولی عہدی پر بیعت کریں اور مدینہ منورہ کے گورنر، مروان بن حکم اموی کو فرمان بھیجا کہ اہل مدینہ سے یزید کی ولی عہدی کی بیعت لی جائے، مروان نے جب اہل مدینہ کو یہ خطبہ دیا، تو حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر نے فرمایا کہ یہ قیصر و کسریٰ کا طریقہ ہے۔ ملخصاً (ماثبت بالسنہ ص ۱۳، تاریخ الخلفاء ص ۱۵۵)

پھر ۵۱ھ ہجری میں امیر معاویہ خود مدینہ میں آئے اور اکابر صحابہ کو بلوا کر یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینا چاہی تو حضرت عبداللہ بن عمر فاروق، حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق، اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے برملا کہہ دیا یہ طریقہ ہمیں نامنظور ہے، کیونکہ یہ غیر شرعی طریقہ ہے کہ بیک وقت دو امیر ہوں۔

اگر آپ تخت شاہی سے بیزار ہو گئے ہیں تو بصد شوق استعفیٰ دیجیے اور اپنے بیٹے کو کھڑا کیجیے۔ (ملخصاً، ماثبت بالسنہ ص ۱۳، حیوۃ الحیوان ج ۱ ص ۸۵)

جب یہ حضرات چلے گئے تو امیر معاویہ نے منبر پر چڑھ کر کہا کہ میں نے

بجز د لوگوں کی باتیں سُنی ہیں کہ ابن ابو بکر و ابن عمرؓ اور ابن زبیر کسی قیمت پر یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ سُن لو، ان حضرات نے برضا و برغبت یزید کی بیعت کرلی ہے ...... حالانکہ یہ تینوں حضرات قسمیہ کہتے رہے کہ ہم میں سے کسی نے بھی یزید کی بیعت نہیں کی ہے "ملخصاً" ماثبت بالسنہ ص ۱۳ و ص ۱۴

حضرت معاویہ نے یزید کو اپنا ولی عہد کیوں بنایا

اِس سوال کا پیدا ہونا قدرتی امر ہے کہ حضرت معاویہ جیسی اہم شخصیت کو یزید کی ولی عہدی پر اصرار کیوں تھا اور یہ سیاسی سبقت ان سے کیوں سرزد ہوئی، تاریخ کہتی ہے کہ حضرت معاویہ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اُمت کی وحدت اور شیرازہ بندی کے لئے یہی صورت مناسب تھی.... لیکن تاریخ یہ بھی کہتی ہے کہ اِس بات کے ساتھ اس محبت کا جذبہ بھی کام کر رہا تھا جو ہر باپ کے سینے میں ہوتا ہے، ابن کثیر نے اسباب ولی عہدی میں اس سبب کو سب سے پہلے بیان کیا ہے کہ وذالک من شدۃ محبۃ الوالد لولدہ۔

(البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۸۰)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سربراہ مملکت اسلامیہ کو کوئی کھٹکا نہ رہا اور انہوں نے اطمینان سے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کی تدبیر شروع کردی، ان کا مقصد شاید یہ تھا کہ خلافت ہمیشہ ان کے گھر میں رہے باپ کے بعد بیٹا یعنی ملوکیت اور موروثی ملوکیت کی ضیاء، اسلام میں انہیں سے پڑی۔ ہوا یہ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کو جو کوفہ کے گورنر تھے۔ امیر معاویہ نے معزول کردیا، اور اپنے پاس بلالیا، مگر وہ دیر سے حاضر ہوئے، امیر معاویہ نے وجہ پوچھی، انہوں نے جواب دیا، کہ میں آپ کے فرزند کی ولیعہدی کے

حدثنا احمد بن حباب عن یونس بن ابی اسحاق عن عمرو بن بعجہ قال - ان اول ذل دخل علی العرب قتل الحسین بن علی وادعاء زیاد -
مصنف ابن ابی شیبہ ج 8 ص 340

لئے زمین ہموار کر رہا تھا، امیر معاویہ نے خوش ہو کر مغیرہ کو بحال کر دیا اور حکم دیا کہ تم جاؤ اور اپنا کام کرتے رہو، علامہ ابنِ کثیر نے البدایہ ج ۸ ص۸۰ پر لکھا ہے مشہور یہ ہے کہ مغیرہ کا انتقال ۵۰ھ میں ہوا جس کا مطلب یہ ہے کہ ۵۰ھ اور اس سے کچھ پہلے انہوں نے امیر معاویہ کو یزید کی ولی عہدی کا مشورہ دیا ہوگا۔

اس وقت یا اثر مسلمانوں کے مرکز، مکۃ المکرمہ، مدینۃ المنورہ اور کوفہ و بصرہ تھے، کوفہ اور بصرہ میں اس کا وقوع توچنداں دشوار نہ تھا، مگر حجاز خصوصاً مدینہ طیبہ میں ابھی کچھ ایسے بزرگ موجود تھے جن کے ہوتے ہوئے ولی عہدی کی تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنا یقیناً مشکل تھا، یعنی حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم، اس لئے جناب معاویہ نے ۵۱ھ میں مدینۃ الرسول کا دورہ کیا۔ اور ان بزرگوں کو ہمنوا بنانے کی بہت کوشش کی مگر سب نے صاف جواب دیکر ان کی کوشش پر پانی پھیر دیا۔

یہاں یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے، کہ امیر معاویہ کے خاص مشیروں اور گورنروں میں اس کے بھائی زیاد بن سمیہ جو یزید کے چچا لگتے تھے نے امیر معاویہ کے اس اقدام کو مکروہ جانا اور کھل کر یزید کی ولیعہدی کی مخالفت کی۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر دمشقی نے لکھا ہے، وکتب معاویۃ الی زیاد یستشیرہ فی ذلک، فکرہ زیاد، ذلک لما یعلم من لعب یزید واقبالہ علی اللعب والصید۔ (البدایہ ج ۸ ص۷۹)

امیر معاویہ نے زیاد کے یار غار، عبید ابن کعب نمیری کو اس

کے پاس اس معاملہ کی رائے کو مستحسن منوانے کے لئے بھیجا[1] تو زیاد نے کہا کہ امیر معاویہ اور یزید کی خیر اسی میں ہے کہ وہ یہ مطالبہ ترک کر دیں تو باپ و بیٹے نے اس معاملہ کو ترک کرنے پر اتفاق کر لیا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۷۹)

امیر معاویہ کے دوستوں میں سے اخنف بن قیس نے بھی اس کو کہا کہ تم اس بارے میں ہم سے کیا پوچھتے ہو اگر ہم سچ بتائیں تو آپ سے خطرہ اور جھوٹ بولیں تو اللہ کا ڈر۔ کیا تم یزید کے حالات سے بے خبر ہو؟ تم نے جان بوجھ کر اس کا ارادہ کر لیا ہے (تو ماشاء اللہ) ہم پر سننا اور ماننا ہے اور اُمت کی خیر خواہی کرنا تم پر لازم ہے۔

(ملخصاً البدایہ ج ۸ ص ۸۰)

علامہ ابن کثیر نے البدایہ ج ۸ ص ۸۰ پر لکھا ہے کہ امیر معاویہ، حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو بوقت صلح یہ لکھ دے چکے تھے کہ میرے بعد امر حکومت پھر آپ کے سپرد ہوگا۔ اتفاق سے سنہ ۴۹ھ میں حضرت امام حسن[1] کا وصال ہوگیا اور سنہ ۵۶ھ میں زیاد[2] کا اور سنہ ۵۸ھ میں حضرت عبدالرحمان[3] بن ابی بکر مکۃ المکرمہ کے نزدیک خلد آشیاں ہوئے، امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، امیر معاویہ کا یہ خیال قوی ہوگیا چنانچہ البدایہ ج ۸ ص ۸۰ پر موجود ہے۔ فلما مات الحسن قوی أمر یزید عند معاویۃ۔

نیز زیاد کے مرجانے کے بعد امیر معاویہ کی جو کیفیت یزید کی ولی عہدی کے

---

[1] البدایہ ج ۸ ص ۳۳،
[2] ایضاً ج ۸ ص ۷۹،
[3] ایضاً ج ۸ ص ۸۹،

بارے میں تھی وہ یہ ہے، فلما مات زیاد شرع معاویة فی نظم ذلک والدعاء الیه وعقد البیعة لولده یزید (البدایه والنھایه ج ۸ ص ۷۹)

یعنی زیاد کے فوت ہو جانے کے بعد امیر معاویہ نے (پھر سے) بیعت یزید کا انتظام شروع کر دیا اس کی طرف بلانے لگے اور اپنے بیٹے یزید کی بیعت کو پختہ کرنے لگے۔

حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر کی خدمت میں امیر معاویہ نے ایک لاکھ درہم بھیجے۔ یزید کی بیعت سے انکار کرنے کے بعد، آپ نے یہ رقم واپس کر دی اور لینے سے صاف انکار کر دیا۔ اور فرمایا۔ اَبیع دینی بدنیائی کہ دنیا کی خاطر میں اپنا دین بیچ دوں۔ اور مدینہ سے مکہ چلے گئے اور وہاں آپ کا وصال ہو گیا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۸۹)

حضرت امیر معاویہ، یزید کی بیعت کو جب عملی جامہ پہنا چکے تو اصحاب خمسہ کے انکار کا خنجر اس سیاسی بدعت کے مجسمے کو گھائل کرتا رہا۔ جب زخموں کے مندمل کرنے کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ تو حضرت امیر معاویہ بنفس نفیس عازم مکہ مکرمہ ہوئے، مدینہ منورہ سے گزرتے ہوئے ان پانچ اصحاب قدسیہ کو بلایا، ڈرایا، دھمکایا، ان کو منبر کے سامنے بٹھا کر خطبہ دیا، یزید کی بیعت کا ہوکا دیا، بیعت لی، مگر ان حضرات، نے نہ موافقت کی نہ اختلاف اور اس کی وجہ یہ تھی لما تھددھم وتوعدھم (البدایہ ج ۸ ص ۸۰)

یعنی انکی آزادی سلب کر لی گئی تھی ان کو کسی رائے کے اظہار کا اختیار نہ تھا۔ یہ تھی یزید کی بیعت کی تکمیل، اگر اسی کا نام تکمیل بیعت ہے تو پھر عدم تکمیل کس چیز کا نام ہے۔ سچ ہے کہ

ع جنوں کا نام خرد رکھدیا، خرد کا جنوں۔

اس کارروائی نے اسلامی جمہوریت کی روح کو پاش پاش کر کے رکھدیا۔
جبکہ عوام الناس کی حالت یہ تھی۔ لیلبون معاویة ویتبرؤن منه۔
(البدایہ ج ۸ صفحہ ۵)

خلاصہ یہ کہ علماء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے نزدیک یزید کی بیعت غیر شرعی تھی۔ حضرت امیر معاویہ نے بغیر کسی جواز کے اس کو برپا کردیا، اور ارباب دین کی بے چینی و اضطراب کو بڑھا دیا، اور یہ سب کچھ شفقت پدری کا نتیجہ تھا۔ وذالک من شدة محبة الوالد لولده (البدایہ ج ۸ ص ۸۰)

ابن جریر نے کہا، سعید بن عثمان بن عفان نے امیر معاویہ سے خراسان کی حکومت مانگی، تو انہوں نے فرمایا، وہاں تو عبیداللہ بن زیاد ہے، اس نے کہا، تجھے میرے باپ نے چنا تھا، اور تجھے ترقی دی یہانتک کہ اسکی ترقی کی وجہ سے تجھے وہ مقام حاصل ہوا کہ اس میں اب تیرا کوئی شریک نہیں اور نہ کوئی تیرے برابر، تو نے میرے باپ کی تکالیف برداشت کرنے کا شکریہ ادا نہ کیا اور نہ ہی اس کی نوازشات کا بدلہ دیا بلکہ تو یہ کام کر رہا ہے۔ یعنی یزید کی بیعت کی کوشش کر رہا ہے، اللہ کی قسم بیشک میں اس سے باپ، ماں اور اپنی جان کے لحاظ سے بہتر ہوں، حضرت معاویہ نے اس کو (جواباً) فرمایا۔ بے شک تیرے باپ کے مصائب میرے نزدیک بدلہ کے لائق ہیں اور میرا شکریہ ادا کرنا یہ ہے کہ میں نے اس کے خون کا مطالبہ کیا حتیٰ کہ بہت سے امور کو ظاہر کیا، اور میں اپنے آپ کو اس بارہ میں ملامت نہیں کرتا،

اور تیرے باپ کی فضیلت جو اس (یزید) کے باپ پر ہے، تو اللہ کی قسم تیرا باپ مجھ سے بہتر ہے اور اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کا

قرب بھی زیادہ نصیب ہے اور تیری والدہ کو اس کی ماں پر جو فضیلت ہے
تو اس کا بھی کوئی منکر نہیں، قرشیہ، کلبیہ سے بہتر ہے، اور اس یزید
پر تیری فضیلت تو خدا کی قسم میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ غوطہ بھر جائے،
یزید کی (بیعت) کے لئے تجھ جیسے آدمیوں سے۔ یعنی غوطہ اگر پُر ہو جائے
ایسے مردوں جو سعید بن عثمان جیسے ہوں تو پھر بھی یزید مجھے بہتر ہے اور زیادہ
پیارا ہے، تو یزید نے ان کو کہا اے امیر المؤمنین تیرا چچا زاد بھائی اور تو ہی
زیادہ حقدار ہے اس معاملہ میں غور کرنے کا۔ اور وہ میرے بارے میں
تیرے ساتھ سختی کر رہا ہے تو آپ بھی اس کو ڈانٹ دیں۔ البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۷۹

دوسرے مقام پر علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ،

تحقیق سعید بن عثمان نے امیر معاویہ کے ساتھ اظہار ناراضگی فرمایا،
اپنی ولایت کے بارے میں کہ یزید کی بجائے اس کو امیر بنایا جائے، اور سعید
نے اس کو کہا کہ بے شک میرا باپ تیری مدد کرتا رہا۔ حتیٰ کہ تو بزرگی اور
شرافت کی انتہا تک پہنچا، اور اب تو اپنے بیٹے (یزید) کو مجھ پر مقدم سمجھ
رہا ہے، حالانکہ میں اس سے ماں باپ اور (اپنی) جان کے لحاظ
سے بہتر ہوں، تو امیر معاویہ نے فرمایا تو نے اپنے والد کا جو احسان
جتلایا ہے مجھے اس سے انکار نہیں، بے شک تیرا باپ (یزید) کے باپ سے
بہتر تھا اور تیری والدہ قرشیہ اور اس کی ماں کلبیہ ہے تو قرشیہ
ہی بہتر ہے، اور تیرا افضل ہونا یزید سے۔ تو اللہ کی قسم غوطہ تک اگر تیری
مثل آدمی ہو جائیں۔ پھر بھی تم سب سے یزید مجھے زیادہ پیارا و محبوب ہے

البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۸۰)

انما اموالکم واولادکم فتنۃ۔ ترجمہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہی ہیں۔

بعض اکابر کا فرمان یہ ہے کہ شامیوں نے اس وقت ایسے حالات پیدا کر دئے تھے کہ اگر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کے علاوہ کسی اور کو ولیعہدی کیلئے منتخب کرتے تو ایک ایسی جنگ برپا ہو جاتی جس کا سد باب مشکل ہو جاتا اور اس وقت کا پورا عالم اسلام اس کی زد و لپیٹ میں آجاتا ممکن تھا کہ اس خانہ جنگی اور ابتری و کسمپرسی کے حالات میں دین و اسلام کا اس سے بھی بڑھ کر نقصان ہوتا۔ اس صورت کے پیش نظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف یزید کے لئے صرف شفقت پدری کی نسبت پر انحصار کرنا اور دوسرے عوامل و علل اور اسباب کو نظر انداز کر دینا قرین مصلحت نہیں۔

دیوبندی مکتب فکر کے مؤرخ مولانا معین الدین احمد ندوی، "یزید کی ولیعہدی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مغیرہ بن شعبہ، امیر معاویہ کے بڑے ہمدرد ہوا خواہ تھے انہوں نے ان کے سامنے یزید کی ولیعہدی کی تجویز پیش کی۔ امیر معاویہ نے اس قیصر و کسروی بدعت کو بہت پسند کیا۔ لیکن اسے عملی جامہ پہنانے میں چند در چند مذہبی اور پولیٹکل دقتیں حائل تھیں، اسلام کا نظام شوری پر ہے۔ خلفاء، اکابر مہاجرین و انصار کے مشورہ سے منتخب ہوتے تھے۔ اس لئے مسلمان موروثی بادشاہت سے بالکل ناآشنا تھے، گو اس زمانہ میں اکابر صحابہ کی بڑی جماعت اٹھ چکی تھی، تاہم بعض جانشینان بساط نبوت موجود تھے اس لئے قطع نظر توارث کی بدعت کے صلاحیت و اہلیت کے اعتبار سے بھی ان صحابہ کے ہوتے ہوئے خلافت کے لئے یزید کا نام کسی طرح نہیں لیا جا سکتا تھا۔ اور گو عہد رسالت کے بعد اور نظام خلافت کی برہمی کی

وجہ سے مسلمانوں کا مذہبی جذبہ کسی حد تک سرد پڑ چکا تھا۔ تاہم ابھی خلافت راشدہ کے نظام کو دیکھنے والے موجود تھے اور عجمی شاہ پرستی ان میں پیدا نہ ہوئی تھی اور اتنے کھلے ہوئے خطا و ثواب میں حق و باطل کی تمیز باقی تھی کہ یزید کا نام خلافت کے لئے پیش کیا جاتا۔ اور مسلمان اس کو آسانی سے قبول کر لیتے۔ اس لئے امیر معاویہ کو پہلے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے میں تامل ہوا۔ لیکن پھر کچھ یزید کی محبت اور کچھ اپنے نزدیک مسلمانوں کو خانہ جنگی سے بچانے اور ان کی مرکزیت کو مستحکم کرنے کے خیال سے تمام پہلوؤں اور دشواریوں کو نظر انداز کر کے یزید کی ولیعہدی کا فیصلہ کر لیا۔ اس وقت مذہبی اور پولیٹکل حیثیت سے مسلمانوں کے تین مرکز تھے، جن کی رضامندی پر انتخاب خلیفہ کا دارو مدار تھا۔ مذہبی حیثیت سے حجاز اور پولیٹکل حیثیت سے کوفہ اور بصرہ، امیر معاویہ نے ولیعہدی کے فیصلہ کے بعد ان تینوں مقاموں میں یزید کی ولیعہدی کی بیعت کی ذمہ داری علی الترتیب مروان بن حکم۔ مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن ابیہ کے سپرد کی، مغیرہ اور زیاد نے جس تدبیر سے کوفہ اور بصرہ کو درست کر لیا، اور یہاں کے عمائد کے وفود نے امیر معاویہ کے پاس جا کر یزید کی ولیعہدی تسلیم کر لی۔ قلب اسلام حجاز تھا اگرچہ اس وقت یہاں بھی عہد رسالت کی بہار ختم اور مذہبی روح مضمحل ہو چکی تھی۔ اکابر صحابہ اٹھ چکے تھے جو باقیات الصالحات رہ گئے تھے وہ بھی گمنام گوشوں میں پڑے تھے۔ لیکن ان بزرگوں کی اولادیں جنہیں خود بھی شرف صحبت حاصل تھا۔ موجود تھے اور ان میں حق گوئی اور صداقت کا جوہر پورے طور پر موجود تھا ان میں عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن زبیر، حضرت حسینؓ اور عبدالرحمان بن ابی بکر نمایاں شخصیت رکھتے

تھے۔ خصوصاً اول الذکر تینوں بزرگ اپنے اسلاف کرام کا نمونہ تھے۔ اس لئے جب مروان نے ان کے سامنے یزید کی ولیعہدی کا مسئلہ پیش کیا اور کہا۔ کہ امیرالمؤمنین معاویہ چاہتے تھے کہ ابوبکر و عمر کی طرح اپنے لڑکے یزید کو خلافت کے لئے نامزد کر جائیں تو عبدالرحمن نے برملا ٹوکا کہ یہ ابوبکر و عمر کی سنت نہیں بلکہ کسریٰ وقیصر کی سنت ہے۔ ان دونوں میں سے کسی نے اپنے لڑکے کو ولی عہد نہیں بنایا۔ بلکہ اپنے خاندان کو اس سے دور رکھا۔ ان کے بعد اور تینوں بزرگوں نے بھی اس سے اختلاف کیا، مروان نے یہ رنگ دیکھا تو امیر معاویہ کو اس کی اطلاع دی۔ چنانچہ یہ خود آئے اور مکہ، مدینہ والوں سے بیعت کا مطالبہ کیا، اس بارہ میں کہ معاویہ نے بیعت کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا تھا۔ مؤرخین کے بیانات مختلف ہیں، طبری کی روایت ہے کہ ان کے آنے کے بعد، ابن عمرؓ ابن زبیر، ابن عباس، ابن ابی بکر اور (حضرت) حسینؓ کے علاوہ سبھوں نے بیعت کرلی، بیعت عام کے بعد پھر انہوں نے فرداً فرداً سب سے نہایت نرمی و ملاطفت کے ساتھ کہا کہ تم پانچوں کے سوا سب نے بیعت کرلی ہے اور تمہاری قیادت میں یہ چھوٹی جماعت مخالفت کررہی ہے۔ ان کے اس اعتراض پر ان لوگوں نے جواب دیا کہ اگر عامہ مسلمین بیعت کرلیں گے تو ہمیں بھی کوئی عذر نہ ہوگا۔ اس جواب پر امیر معاویہ نے پھر ان لوگوں سے کوئی اصرار نہیں کیا۔ البتہ عبدالرحمان بن ابی بکر سے سخت گفتگو ہوگئی۔ (طبری ج ۷ ص ۱۷۷)

ابن اثیر کا بیان ہے کہ جب امیر معاویہ نے ان لوگوں کو بلا بھیجا تو انہوں نے امیر معاویہ سے گفتگو کرنے کے لئے ابن زبیر کو اپنا نمائندہ بنایا۔ معاویہ نے ان سے کہا کہ میرا جو طرز عمل تم لوگوں کے

ساتھ ہے۔ اور جس قدر تمہارے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں اور تمہاری جتنی باتیں برداشت کرتا ہوں وہ سب تم کو معلوم ہیں۔ یزید تمہارا بھائی اور ابن عم ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ اس کو صرف خلیفہ کا لقب دے د باقی عمال کا عزل ونصب، خراج کی تحصیل وصول اور اس کا صَرف تم لوگو کے اختیار میں ہوگا۔ اور وہ اس میں مطلق مزاحمت نہ کرے گا۔ اس ابن زبیر نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے لیکر عمرؓ تک جو جو طریقہ انتخاب خلیفہ کے تھے ان میں جو بھی آپ کریں اس کے قبول کرنے کے لئے ہم تیار ہیں۔ باقی ان کے علاوہ کوئی جدید طریقہ نہیں قبول کرسکتے۔ امیر معاویہ نے یہ جواب سُنا تو ان سب کو دھمکا کر بیعت لے لی اور ان کو عام مسلمانوں کے سامنے لاکر کہا کہ یہ لوگ مسلمانوں کے سربرآوردہ اشخاص ہیں۔ انہوں نے بیعت کرلی ہے، اس لئے اب تم لوگوں کو بھی توقف نہ کرنا چاہیئے۔ امیر معاویہ کے اس کہنے پر یہ لوگ خاموش رہے اس لئے عوام نے بھی بیعت کرلی۔ غرض کسی نہ کسی طرح ۵۶ھ میں امیر معاویہ نے یزید کی بیعت لے کر نظام خلافت کا خاتمہ کردیا۔

(سیر الصحابہ ج ۴ ص ۴۲ تا ۵)

وھابی مکتب فکر کے ترجمان مولانا مودودی نے ان واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اب خلافت علی منہاج النبوۃ کے بحال ہونے کی آخری صورت صرف یہ باقی رہ گئی تھی کہ حضرت معاویہ یا تو اپنے بعد اس منصب پر کسی ایسے شخص کے تقرر کا معاملہ مسلمانوں کے باہمی مشورے پر چھوڑ دیتے، یا اگر قطع نزاع کیلئے اپنی زندگی ہی میں جانشینی کا معاملہ طے کرجانا ضروری سمجھتے تو مسلمانوں کے اہل علم واہل خیر کو جمع کرکے انہیں آزادی

کے ساتھ فیصلہ کرنے دیتے کہ ولی عہدی کے لئے اُمت میں موزوں تر آدمی کون ہے، لیکن اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے لئے، خوف وطمع کے ذرائع سے بیعت لے کر انہوں نے اس امکان کا بھی خاتمہ کر دیا،

اس تجویز کی ابتداء حضرت مغیرہ بن شعبہ کی طرف سے ہوئی حضرت معاویہ انہیں کوفے کی گورنری سے معزول کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، انہیں اس کی خبر مل گئی۔ فوراً وہ کوفہ سے دمشق پہنچے اور یزید سے مل کر کہا کہ "صحابہ کے اکابر اور قریش کے بڑے لوگ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ امیر المؤمنین تمہارے لئے بیعت لے لینے میں تامل کیوں کر رہے ہیں؟

یزید نے اس بات کا ذکر اپنے والد ماجد سے کیا، انہوں نے حضرت مغیرہ کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا بات ہے جو تم نے یزید سے کہی۔ حضرت مغیرہ نے جواب دیا" امیر المؤمنین آپ دیکھ چکے ہیں کہ قتل عثمان کے بعد کیسے کیسے اختلافات اور خون خرابے ہوئے، اب بہتر ہے کہ آپ یزید کو اپنی زندگی ہی میں ولی عہد مقرر کر کے بیعت لے لیں، تاکہ اگر آپ کو کچھ ہو جائے تو اختلاف برپا نہ ہو، حضرت معاویہ نے پوچھا۔ اس کام کو پورا کرا دینے کی ذمہ داری کون لے گا؟ انہوں نے کہا" اہل کوفہ کو میں سنبھال لوں گا۔ اور اہل بصرہ کو زیاد۔ اس کے بعد پھر اور کوئی مخالفت کرنے والا نہیں ہے" یہ بات کر کے حضرت مغیرہ کوفہ آئے اور دس آدمیوں کو تیس ہزار درہم دے کر اس بات پر راضی کیا کہ ایک وفد کی صورت میں حضرت معاویہ کے پاس جائیں اور یزید کی ولی عہدی کے لئے ان سے کہیں۔ یہ وفد حضرت مغیرہ کے بیٹے موسیٰ بن مغیرہ کی سرکردگی میں دمشق گیا اور اس نے اپنا کام پورا کر دیا۔ بعد میں حضرت

معاویہ نے موسیٰ کو الگ بلا کر پوچھا "تمہارے باپ نے ان لوگوں سے کتنے میں ان کا دین خریدا" انہوں نے کہا ۳۰ ہزار درہم میں۔ حضرت معاویہ نے کہا "تب تو ان کا دین ان کی نگاہ میں بہت ہلکا ہے۔ (ابن الاثیر ج ۳ ص ۲۴۹ - البدایہ ج ۸ ص ۷۹، اور ابن خلدون ج ۳ ص ۱۵ و ص ۱۶ میں بھی اس واقعہ کے بعض حصوں کا ذکر ہے)

پھر حضرت معاویہ نے بصرے کے گورنر زیاد کو لکھا کہ اس معاملہ میں تمہاری کیا رائے ہے، اس نے عبید بن کعب النمیری کو بلا کر کہا امیر المؤمنین نے مجھے اس معاملہ میں لکھا ہے اور میرے نزدیک یزید میں یہ کمزوریاں ہیں لہٰذا تم ان کے پاس جا کر کہو کہ آپ اس معاملہ میں جلدی نہ کریں۔ عُبید نے کہا آپ حضرت معاویہ کی رائے خراب کرنے کی کوشش نہ کیجئے۔ میں جا کر یزید سے کہتا ہوں کہ امیر المؤمنین نے اس معاملہ میں امیر زیاد کا مشورہ طلب کیا ہے اور ان کا خیال یہ ہے کہ لوگ اس تجویز کی مخالفت کریں گے۔ کیونکہ تمہارے بعض طور طریقے لوگوں کو ناپسند ہیں۔ اس لئے امیر زیاد تم کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ تم ان چیزوں کی اصلاح کر لو تاکہ یہ معاملہ ٹھیک بن جائے۔ زیاد نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور عُبید نے دمشق جا کر ایک طرف یزید کو اصلاح اطوار کا مشورہ دیا اور دوسری طرف حضرت معاویہ سے کہا کہ آپ اس معاملہ میں جلدی نہ کریں (الطبری ج ۴ ص ۲۲۴ و ص ۲۲۵۔ ابن الاثیر ج ۳ ص ۲۴۹ و ص ۲۵۰، البدایہ ج ۸ ص ۷۹)۔

یزید کی ولی عہدی کے عوامل

مولانا مودودی کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ۔ اس روداد سے دو باتیں بالکل واضح ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ یزید کی ولیعہدی کے لئے ابتدائی تحریک کسی صحیح جذبے کی

بُنیاد پر نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک بزرگ نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے دوسرے بزرگ کے ذاتی مفاد سے اپیل کر کے اس تجویز کو جنم دیا اور دونوں صاحبوں نے اس بات سے قطع نظر کر لیا کہ وہ اس طرح اُمت محمدیہ کو کس راہ پر ڈال رہے ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ یزید بجائے خود اس مرتبے کا آدمی نہ تھا کہ حضرت معاویہ کا بیٹا ہونے کی حیثیت سے قطع نظر کرتے ہوئے کوئی شخص یہ رائے قائم کرتا کہ حضرت معاویہ کے بعد اُمت کی سربراہی کے لئے وہ موزوں ترین آدمی ہے۔

زیاد کی وفات (۵۳ھ) کے بعد حضرت معاویہ نے یزید کو ولی عہد بنانے کا فیصلہ کر لیا اور با اثر لوگوں کی رائے ہموار کرنا شروع کر دی اس سلسلہ میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر[1] کو ایک لاکھ درہم بھیجے اور یزید کی بیعت کے لئے راضی کرنا چاہا۔ انہوں نے کہا اچھا یہ روپیہ اس مقصد کے لئے بھیجا گیا ہے۔ پھر تو میرا دین میرے لئے بڑا ہی سستا ہوگیا۔ یہ کہہ کر انہوں نے روپیہ لینے سے انکار کر دیا (ابن الاثیر ج ۳ ص ۲۵۰، البدایہ ج ۸ ص ۸۹)

پھر حضرت معاویہ نے مدینے کے گورنر مروان بن الحکم کو لکھا کہ میں اب بوڑھا ہوگیا ہوں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی ہی میں کسی کو جانشین مقرر کر جاؤں، لوگوں سے پوچھو کہ جانشین مقرر ...... کرنے کے معاملہ میں وہ کیا کہتے ہیں۔ مروان نے اہل مدینہ کے سامنے یہ بات پیش کی لوگوں نے کہا ایسا کرنا عین مناسب ہے۔ اس کے بعد حضرت معاویہ نے مروان

---

[1] (ان دینی عندی اذاً لرخیص" (فتح الباری ج ۱۳ ص ۸۷)

کو پھر لکھا کہ میں نے جانشینی کے لئے یزید کو منتخب کیا ہے۔ مروان نے پھر یہ معاملہ اہل مدینہ کے سامنے رکھدیا اور مسجد نبوی میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ امیرالمؤمنین نے تمہارے لئے مناسب آدمی تلاش کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی ہے اور اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو جانشین بنایا ہے۔ یہ بہت اچھی رائے ہے۔ جو اللہ نے ان کو سجھائی۔ اگر وہ اس کو جانشین مقرر کررہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ابوبکرؓ و عمرؓ نے بھی جانشین مقرر کئے تھے، اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر اُٹھے اور انہوں نے کہا۔

جھوٹ بولتے ہو تم اے مروان۔ اور جھوٹ کہا ہے معاویہ نے۔ تم نے ہرگز اُمت محمدیہ کی بھلائی نہیں سوچی ہے۔ تم اسے قیصریت بنانا چاہتے ہو کہ جب ایک قیصر مرا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا آگیا۔ یہ سنت ابوبکرؓ و عمرؓ نہیں ہے، انہوں نے اپنی اولاد میں سے کسی کو جانشین نہیں بنایا تھا۔ مروان نے کہا " پکڑو اس شخص کو یہی ہے وہ جس کے متعلق قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّکُمَا ... (الاحقاف) حضرت عبدالرحمان نے بھاگ کر حضرت عائشہؓ کے حجرے میں پناہ لی، حضرت عائشہؓ چیخ اٹھیں کہ " جھوٹ کہا مروان نے، ہمارے خاندان کے کسی فرد کے معاملہ میں یہ آیت نہیں آئی ہے۔ بلکہ ایک اور شخص کے معاملہ میں آئی ہے، جس کا نام میں چاہوں تو بتا سکتی ہوں۔ البتہ مروان کے باپ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلّم نے لعنت کی تھی جبکہ مروان ابھی اس کی صُلب میں تھا" اس مجلس میں حضرت عبدالرحمٰن کی طرح حضرت حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے بھی یزید کی ولی عہدی ماننے سے انکار

کر دیا۔[1]

اسی زمانہ میں حضرت معاویہ نے مختلف علاقوں سے وفود بھی طلب کئے اور یہ معاملہ ان کے سامنے رکھا۔ جواب میں لوگ خوشامدانہ تقریریں کرتے رہے۔ مگر حضرت اَحْنَفْ بن قیس خاموش رہے، حضرت معاویہ نے کہا۔ ابو بحر، تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا "ہم سچ کہیں تو آپ کا ڈر ہے، جھوٹ بولیں تو خدا کا ڈر، امیرالمومنین آپ یزید[۵۲] کے شب و روز، خلوت و جلوت، آمد و رفت۔ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔ اگر آپ اس کو اللہ اور اس اُمت کے لئے واقعی پسندیدہ جانتے ہیں تو اس کے بارے میں کسی سے مشورہ نہ لیجئے اور اگر آپ کے علم میں وہ اس سے مختلف ہے تو آخرت کو جاتے ہوئے دنیا اس کے حوالے کر کے نہ جائیے رہے ہم، تو ہمارا تو بس یہ ہے کہ جو حکم ملے اس پر سمعنا واطعنا کہدیں۔ (ابن الاثیر ج ۳ ص ۲۵ و ص ۲۵۱، البدایہ ج ۸ ص ۸۰)

عراق شام اور دوسرے علاقوں سے بیعت لینے کے بعد حضرت معاویہ خود حجاز تشریف لے گئے کیونکہ وہاں کا معاملہ سب سے اہم تھا اور دُنیائے اسلام کی وہ با اثر شخصیتیں جن سے مزاحمت کا اندیشہ تھا۔ وہیں

---

[1] اس واقعہ کا مختصر ذکر بخاری، تفسیر سورۃ احقاف میں ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی تفصیلات، نسائی، اسماعیلی، ابن المنذر ابو یعلی اور ابن ابی حاتم سے نقل کی ہیں اور حافظ ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں ابن ابی حاتم اور نسائی کے حوالہ سے اس کی بعض تفصیلات کو نقل کیا ہے۔ مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو، الاستیعاب ج ۲ ص ۳۹۳، البدایہ ج ۸ ص ۸۹، ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ بعض روایات کی رو سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا انتقال ۵۳ھ میں ہو چکا تھا۔ اس لئے اگر یہ صحیح ہے تو وہ اس موقع پر موجود نہیں ہو سکتے تھے، لیکن حدیث کی معتبر روایتیں اس کے خلاف ہیں، اور البدایہ میں حافظ ابن کثیر بتاتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن کا انتقال ۵۸ھ میں ہوا ہے۔

۵۲ بہیمانہ خصائل تھے، درندانہ طبیعت تھی ∴ ہر نیک خصلت آدمی کو اس سے سخت نفرت تھی

وہاں پھوپھی کی حرمت تھی نہ خالہ کی قدردانی ∴ سوتیلی ماؤں تک بھی جا پڑا دستِ ہوس رانی

رہتی تھیں۔ مدینے کے باہر حضرت حسین، حضرت ابن زبیر، حضرت ابن عمر اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر ان سے ملے حضرت معاویہ نے ان سے درشت (سخت) برتاؤ کیا کہ وہ شہر چھوڑ کر مکے چلے گئے، اس طرح مدینے کا معاملہ آسان ہوگیا۔ پھر انہوں نے مکے کا رخ کیا اور ان چاروں اصحاب کو خود شہر کے باہر بلا کر ان سے ملے، اس مرتبہ ان کا برتاؤ اس کے برعکس تھا جو مدینے کے باہر ان سے کیا تھا ان پر بڑی مہربانیاں کیں۔ انہیں اپنے ساتھ لئے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ پھر تخلیے میں بلا کر انہیں یزید کی بیعت پر راضی کرنے کی کوشش کی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے جواب میں کہا آپ تین کاموں میں ایک کام کیجئے۔ یا تو نبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی طرح کسی کو جانشین نہ بنائیے۔ لوگ خود اس طرح کسی کو اپنا خلیفہ بنالیں گے۔ جس طرح انہوں نے حضرت ابوبکر کو بنایا تھا۔ یا پھر وہ طریقہ اختیار کیجئے جو حضرت ابوبکر نے کیا کہ اپنی جانشینی کے لئے حضرت عمر جیسے شخص کو مقرر کیا۔ جس سے ان کا کوئی دور پرے کا رشتہ بھی نہ تھا۔ یا پھر وہ طریقہ اختیار کیجئے جو حضرت عمر نے کیا کہ چھ آدمیوں کی شوریٰ تجویز کی اور اس میں ان کی اولاد میں سے کوئی شامل نہ تھا۔ حضرت معاویہ نے باقی حضرات سے پوچھا آپ لوگ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم بھی وہی کہتے ہیں جو ابن زبیر نے کہا ہے۔ اس پر حضرت معاویہ نے کہا۔ اب تک میں تم لوگوں سے درگذر کرتا رہا ہوں۔ اب میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم میں سے کسی نے میری بات کے جواب میں ایک لفظ بھی کہا تو دوسری بات اس کی زبان سے نکلنے کی نوبت نہ آئے گی۔ تلوار اس کے سر پر پہلے پڑ چکی ہوگی۔ پھر اپنی باڈی گارڈ کے افسر کو بلا کر حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک پر ایک ایک آدمی مقرر کردو اور اسے تاکید کردو کہ ان میں سے جو

بھی میری بات کی تردید یا تائید میں زبان کھولے اس کا سر قلم کردے
اس کے بعد وہ انہیں لئے ہوئے مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ یہ مسلمانوں
کے سردار اور بہترین لوگ جن کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کیا جاتا
یزید کی ولی عہدی پر راضی ہیں اور انہوں نے بیعت کرلی ہے۔ لہذا تم لوگ
بھی بیعت کرلو، اب لوگوں کی طرف سے انکار کا کوئی سوال ہی باقی نہ تھا۔
اہل مکہ نے بھی بیعت کرلی۔ ابن الاثیر ج ۳ ص ۲۵۲

اس طرح خلافت راشدہ کے نظام کا آخری اور قطعی طور پر خاتمہ
ہوگیا۔ خلافت کی جگہ شاہی خانوادوں نے لے لی اور مسلمانوں کو اس کے بعد
سے آج تک پھر اپنی مرضی کی خلافت نصیب نہ ہوسکی۔ خلافت وملوکیت از ص ۱۴۸ تا ص ۱۵۳

مندرجہ واقعات کے اہم اقتباسات پر دوبارہ نظر ڈالنا بہت
ضروری ہے، تاکہ تاریخ کے پنہاں گوشے سامنے آجائیں اور یزید کی ولی عہدی
کی اصلی تصویر کو نکھار مل جائے۔

(۱) **بقول** مولانا مودودی۔ یہ کہ یزید کی ولی عہدی کے لئے ابتدائی تحریک
کسی صحیح جذبے کی بنیاد پر نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ایک بزرگ (حضرت مغیرہ بن
شعبہ) نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے دوسرے بزرگ (حضرت معاویہؓ
کے ذاتی مفاد سے اپیل کر کے اس تجویز کو جنم دیا۔ اور دونوں صاحبوں
نے اس بات سے قطع نظر کرلیا کہ وہ اس طرح امت محمدیہ کو کس راہ
پر ڈال رہے ہیں۔

(۲) یہ کہ یزید بجائے خود اس مرتبے کا آدمی نہ تھا کہ۔۔۔۔ کوئی شخص
یہ رائے قائم کرتا کہ حضرت معاویہؓ کے بعد امت کی سربراہی
کے لئے وہ موزوں ترین آدمی ہے۔

(۳) (حضرت معاویہ رضؓ نے) اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے لئے خوف و طمع کے ذرائع سے بیعت لی۔

(۴) حضرت مغیرہؓ نے کوفے کے دس آدمیوں کو تیس ہزار درہم دے کر اس بات پر راضی کیا کہ وہ وفد بنا کر حضرت معاویہ کے پاس جائیں اور یزید کی ولیعہدی کے لئے ان سے کہیں، یہ وفد موسیٰ بن مغیرہ کی سربراہی میں دمشق گیا اور اپنا کام پورا کیا حضرت معاویہ نے موسیٰ سے پوچھا کہ تمہارے باپ نے ان لوگوں کا دین کتنے میں خریدا ہے۔ تو انہوں نے صاف صاف بتا دیا کہ ۳۰ ہزار درہم میں۔ فرمایا تب تو ان کا دین بہت ہلکا ہے (سستا ہے)

(۵) حضرت معاویہؓ نے بصرے کے گورنر زیاد بن سمیہ سے یزید کو ولی عہد بنانے کا مشورہ طلب کیا تو اس نے کہا...... میرے نزدیک یزید میں کمزوریاں ہیں...... یزید کے طور طریقے لوگوں کو ناپسند ہیں۔

(۶) حضرت معاویہؓ نے...... حضرت عبداللہ بن عمر فاروق کو ایک لاکھ درہم بھیجے اور یزید کی بیعت کے لئے راضی کرنا چاہا۔ تو انہوں نے فرمایا، اچھا یہ روپیہ اس مقصد کے لئے بھیجا گیا ہے، پھر تو میرا دین بڑا سستا ہوگیا ہے یہ کہہ کر انہوں نے روپیہ لینے سے انکار کردیا۔

ان حدیثی ادا سر خیلقں

(۷) مدینہ کے گورنر مروان نے جب بحکم حضرت معاویہ اہل مدینہ سے یزید کے ولیعہد بنانے کی رائے کو صائب ہونا قرار دیا...... تو حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر نے فرمایا۔ جھوٹ بولتے ہو تم۔ اور جھوٹ کہا ہے معاویہ نے۔ تم نے ہرگز امت محمدیہ کی بھلائی نہیں سوچی۔ تم اسے قیصریت بنانا چاہتے ہو کہ جب ایک قیصر مرا تو اس کی جگہ اسکا بیٹا آگیا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۸۹)

(۸) مروان نے حضرت عبدالرحمٰن پر سختی کرنے کیلئے ان کو پکڑنے کا

حکم دیا تو وہ بھاگ کر حضرت عائشہ[1] صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں پناہ گزین ہوئے۔ مروان نے اُن پر قرآن کی آیت ان کی مذمت کے لیئے پڑھی تو سیدہ عائشہ چیخ اُٹھیں اور فرمایا کہ یہ آیت ہمارے خاندان کے کسی فرد کے معاملہ میں نازل نہیں ہوئی بلکہ ایک اور شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کا نام چاہوں تو بتا سکتی ہوں۔ البتہ مروان کے باپ پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلّم نے لعنت کی تھی جبکہ مروان اس کی صلب میں تھا۔

(۹) حضرت عبدالرحمان کی طرح حضرت امام حسین بن علی حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی یزید کو ولی عہد ماننے سے انکار کر دیا۔

(۱۰) حضرت معاویہ نے مختلف علاقوں سے وفود طلب کر کے یہ معاملہ ان کے سامنے رکھا تو وہ خوشامدانہ تقریریں کرتے رہے۔

(۱۱) حضرت احنف بن قیس خاموش رہے، حضرت معاویہ نے کہا، ابوبحر" تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا۔ ہم سچ کہیں تو آپ کا ڈر۔ جھوٹ بولیں تو اللہ تعالیٰ کا ڈر۔ آپ یزید کے شب و روز، خلوت و جلوت، آمد و رفت ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔ اگر آپ اس کو.... پسندیدہ جانتے ہیں تو کسی سے مشورہ نہ لیجئے۔ اگر وہ اس سے مختلف ہے تو آخرت کو جاتے ہوئے دنیا اس کے حوالے کر کے نہ جائیں۔ (البدایہ ج ۸ ص ۸۰)

(۱۲) اہل مدینہ سے یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے کے لئے حضرت معاویہ

---

[1] اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف جب چھیاسٹھ سال ہوئی تو سن ۵۸ ہجری ۱۷ رمضان المبارک شب سہ شنبہ (سہ شنبہ کی رات) کو آپکا وصال ہوا۔ بقیع میں دفن کی گئیں، آپ کی نماز جنازہ میں اکثر اہل مدینہ حاضر تھے، آپ کی نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ نے پڑھائی۔ (عرفان شریعت ج ۲ ص ۱۳) البدایہ ج ۸ ص ۹۱) [2] نرد، ایک کھیل ہے جسے تختہ نرد بھی کہتے ہیں ۳۰ چوسر کی گوٹ۔ شطرنج کا ہم، نیز ... ص ۱۹۹

خود حجاز آئے۔۔۔۔۔۔ مدینے کے باہر حضرت حسین، حضرت ابن زبیر،
حضرت ابن عمر اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر ان سے ملے، حضرت معاویہ
نے ان سے درشت برتاؤ کیا کہ وہ شہر چھوڑ کر مکے چلے گئے، اس طرح
مدینے کا معاملہ آسان ہوگیا۔

(۱۳) مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد حضرت معاویہ نے مکۃ المکرمہ
کا رخ کیا اور ان چاروں اصحاب کو خود شہر سے باہر بلا کر ان
سے ملے اور مہربانیوں کی انتہا کردی، انہیں اپنے ساتھ لئے ہوئے
شہر میں داخل ہوئے۔ ان کو تخلئے میں بلا کر یزید کی بیعت پر راضی
کرنا چاہا۔ تو حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا آپ تین کاموں میں سے
ایک کام کیجئے۔

(الف) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرح کسی کو اپنا جانشین نہ بنائے،
لوگ خود اپنا امیر منتخب کرلیں گے،

(ب) یا حضرت ابوبکر کی طرح اپنے غیر رشتہ دار کو نامزد کردیں۔

(ج) یا پھر حضرت عمر کی طرح یہ معاملہ شوریٰ کے سپرد کر جائیں،
ایسی شوریٰ کہ جس میں آپ کی اولاد شامل نہ ہو۔

(۱۴) حضرت معاویہ نے حضرت امام حسین، حضرت عبداللہ بن عمر اور
حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو انہوں نے بھی
حضرت عبداللہ بن زبیر کے مشورہ کی تائید کی اور اس رائے کو صائب قرار دیا۔

(۱۵) حضرت معاویہ نے کہا، اب تک میں تم لوگوں سے درگزر کرتا رہا ہوں
اب خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم میں سے کسی نے میری بات کے جواب
میں ایک لفظ بھی کہا تو دوسری بات اس کی زبان سے نکلنے کی نوبت

نہ آئے گی یا تلوار اس کے سر پر پہلے پڑ چکی ہوگی۔

(۱۶) امیر معاویہ نے اپنے باڈی گارڈ کے افسر کو بلا کر حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک پر ایک ایک آدمی مقرر کردو اور اسے تاکید کردو کہ ان میں سے جو بھی میری بات کی تردید یا تائید میں زبان کھولے اس کا سر قلم کر دیا جائے۔

(۱۷) پھر امیر معاویہ ان اصحاب کو اپنے ساتھ لے کر مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ یہ مسلمانوں کے سردار اور (امت) کے بہترین لوگ ہیں جن کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کیا جاتا۔ یزید کی ولی عہدی پر راضی ہیں اور انہوں نے بیعت بھی کر لی ہے۔ لہٰذا تم بھی بیعت کرلو۔ اب تو انکار کا سوال ہی باقی نہ تھا۔ اہل مکہ نے بھی بیعت کر لی۔

(۱۸) شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے ارقام فرمایا ہے کہ۔ یہ حضرات قسمیہ کہتے رہے کہ ہم میں سے کسی نے بھی یزید کی بیعت نہیں کی (ما ثبت بالسنہ ص۱۴)

(۱۹) اس طرح خلافت راشدہ کے نظام کا آخری اور قطعی طور پر خاتمہ ہو گیا، خلافت کی جگہ شاہی خانوادوں نے لے لی اور مسلمانوں کو اس کے بعد سے آج تک پھر اپنی مرضی کی خلافت نصیب نہ ہو سکی،

قال سعید قلت لسفینۃ ان بنی امیۃ یزعمون الخلافۃ فیہم قال کذبوا بل ہم ملوك من شر الملوك۔ ترمذی ج ۲ ص۴۶

مقام صحابہ رضی اللہ عنہم

ایسے تاریخی و دینوی معاملات کے واقعات بہر سبیل صحت بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان عظمت اور مقام صحبیت کو مجروح و مقدوح نہیں کر سکتے کیونکہ صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ"، پ۹

و $\frac{59}{22}$، و $\frac{98}{8}$ یعنی، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو
نیز فرمایا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ ○ $\frac{4}{95}$، $\frac{25}{10}$، اور سب سے
وعدہ کیا اللہ نے جنت کا۔ جملہ صحابہ کرام پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اور ان سے
بہشت کا وعدہ بھی کر دیا ہے، حضور پُر نور علیہ الصلواۃ والسلام نے فرمایا
جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہوں تو تم کہو کہ خدا
کی لعنت ہو تمہارے شر پر، ترمذی۔ مشکواۃ جامع صغیر ج ۱ ص ۲۷، نیز
فرمایا، جو میرے اصحاب کو گالیاں دے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام
لوگوں کی لعنت ہو، جامع صغیر ج ۲ ص ۱۷۹ نیز فرمایا: جو میرے صحابہ کو
بھونکے اسکو کوڑے لگائے جائیں۔ جامع صغیر ج ۲ ص ۱۷۹ نیز فرمایا۔ جس کو میرے
صحابہ سے محبت ہوگی تو میری وجہ سے ہوگی اور جس کو ان سے بغض ہوگا تو
میری وجہ سے ہوگا اور جس نے انہیں دُکھایا تو اُس نے مجھے دُکھایا اور
جس نے مجھے دُکھایا تو اس نے اللہ کو دُکھایا اور جس نے اللہ کو دُکھایا تو وہ
جلدی دھر لیا جائے گا۔ جامع صغیر ج ۱ ص ۵۶،،

امام المسلمین احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ امیر
معاویہ کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ" جو
حضرت امیر معاویہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے"
احکام شریعت حصہ اول ص ۱۰۳ مکتب دیوبند کے امام مولوی رشید احمد
گنگوہی وہابی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔
" جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے .... اور
وہ اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔ فتاوی رشیدیہ
یعنی وہابیہ کے نزدیک صحابہ کرام کو کافر کہنے والا بھی سُنی مسلمان ہے۔

فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۱۰ و ۱۲ ص ۶۱ - ۶۲

تعجب ہے کہ صحابہ کو کافر کہنے والا خود مسلمان ہے؟ جبکہ مولوی اسمٰعیل کو کافر کہنے والا خود کافر ہوجائے۔ دیکھئے فتاوی رشیدیہ ص ۲۵۳،

کیا مولوی اسمٰعیل کا مقام و مرتبہ صحابہ کرام سے زیادہ ہے؟

وفات امیر معاویہ

صحابیٔ رسول حضرت امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۵ رجب سن ۶۰ ہجری کو ہوئی تھی، ان کی نماز جنازہ ضحاک فہری نے پڑھائی، اس وقت یزید علیہ مایستحق، یروشلم میں یا حمص میں تھا، جب اس کو امیر کی اطلاع موت موصول ہوئی تو وہ فوراً دمشق پہنچا، زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی بیعت امارت کا مطالبہ شروع کردیا۔

(تفصیل کیلئے دیکھئے البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۶ و ص ۱۴۳ و ص ۱۶۲ و ص ۲۲۶، وحیوۃ الحیوان ج ۱ ص ۸۵ و سیر الصحابہ وغیرہ)

ہلاکت یزید

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ (یزید) کی موت کا سبب یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ بندر کو اٹھا کر اس کو اچھال رہا تھا تو اس بندر نے یزید کو کاٹ لیا (اور یزید مرگیا) "وغیرہ من الاسباب" البدایۃ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۶، واللہ اعلم بالصواب

۱۴ یا ۱۵ ربیع الاول سن ۶۴ھ کو اس پر موت واقع ہوئی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۵ و ص ۲۲۶ و ص ۲۳۶ وحیوۃ الحیوان ج ۱ ص ۸۸)

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے یزید بن معاویہ کو موت دی جبکہ ربیع الاول کی چودہ راتیں گزر چکی تھیں، پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں (یزید بن معاویہ اور موذی اہل مدینہ، مسلم بن عقبہ) کو ان کی امید کے مطابق کوئی نفع نہ دیا بلکہ قاہر (خدا) نے ان پر قہر نازل کیا اور ان سے ملک

ص ۹۵ حیاۃ الحیوان ۱۹۰ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے كان معاوية يقول انا اول الملوك وآخر خليفة قلت والسنة ان يقال لمعاوية ملك ولا يقال له خليفة لحديث سفينة. الخلافة بعدي ثلاثون سنة ثم تكون ملكا عضوضا - ص ۱۳۵ البدایہ والنہایہ ج ۸

واپس لے لیا جیساکہ اس نے اوروں سے لے لیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸
اور اس (یزید) نے مسلم بن عقبہ کو (اہل مدینہ سے لڑنے کیلئے) بھیج کر یہی سو
کہ میری شاہی مضبوط ہوگی اور بغیر کسی اختلاف کے حکومت کرونگا، لیکن
اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا دی اور اس کے ارادہ کی بیخ کنی کی، یز
اور اُس کے ارادہ کے درمیان حائل ہوا اور اس کی گردن کو اس طرح
توڑا جیساکہ وہ (بے نیاز) ظالموں کے ساتھ کرتا رہا۔ اور اس کو عزیز
مقتدر کی پکڑ سے پکڑا:

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ
اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ہ ۱۰۲/۱۱

ترجمہ، اور اسی طرح ہے آپ کے رب کی پکڑ جب وہ بستیوں کو اس حال
میں پکڑتا ہے کہ وہ ظالم ہوتی ہیں بے شک اس کی پکڑ بہت درد ناک
نہایت سخت ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۲)

اللہ تعالیٰ یزید کو جزائے خیر سے محروم رکھے (آمین) البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۰

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارقام فرمایا ہے کہ، یزید کے ہلاکت
دق اور سل کی بیماری سے ہوئی تھی۔ (شعۃ اللمعات ج ۲ ص ۲۹۵، مظاہر حق ج ۲ ص ۴۳۱)

ممکن ہے کہ یزید پلید کو ٹی بی کا مرض بھی لاحق ہو گیا ہو اور اس مرض کے دوران اس
کو بندر نے کاٹ لیا ہو اور اس کا زہر اس کے بدن میں سرایت کر گیا ہو، اور یہ تمام بیماریاں
اُس کی ہلاکت کا سبب بن گئی ہوں ۱۲ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم،

خطیب اسلام مولانا محمد شفیع اکاڑوی علیہ الرحمہ نے، یزید کی قبر کا آنکھوں دیکھا حال اپنے سفرنامہ
میں لکھا ہے کہ "یزید کی قبر پر لوہا، کانچ گلانے کی بھٹی لگی ہوئی ہے، گویا اس کی قبر پر ہر
وقت آگ جلتی رہتی ہے اور قبر کا نام ونشان تک نہیں رہا۔ (راہِ عقیدت ص ۶۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوسرا باب

القول السدید

یزید کے عقیدے و کردار

یزید ناصبی و مرجئی تھا

یزید کے عقائد کی بحث بھی کتابوں میں
موجود ہے، جو حوالے اس مضمون سے
میسر ہو سکے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی نے اپنی قلم سے اپ
مکتوب میں لکھا ہے۔

چہ یزید اندریں صورت یا فاسق معلن بود، تارک صلوۃ وغیرہ یا مبتد
بود، چہ از رؤسائے نواصب است بایں ہمہ عموم خلافتش غیر مسلم (ترجمہ
یزید اس صورت میں یا کھلم کھلا فاسق تھا، نماز کا ترک کرنے والا وغیرہ یا بدعت
کا مرتکب تھا کیونکہ وہ نواصب کے سرداروں میں سے تھا، ان سب پہلوؤں کے
پیش نظر اس کی عام خلافت کا ہونا مسلّم نہیں۔ مکتوبات قاسمی فارسی وارد
ص۵۲ مطبوعہ ملتان۔

علماء دیوبند کے پیشوا مولوی محمد قاسم نے یزید پر جو الزام عائد کئے ہیں
انکو بالترتیب ملاحظہ کریں۔

(۱) یزید کھلم کھلا فاسق تھا (۲) تارک نماز تھا (۳) بدعتی تھا (۴) ناصبیوں کا سردار
تھا (۵) اس کی خلافت یعنی امارت مسلم نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ جو دیوبند
یزید کو امیرالمؤمنین مانتے ہیں۔ ان کا نظریہ اپنے اس پیشوا کے بارے میں کیا ہے
اور جو دیوبندی اپنے اس پیشوا کو آیۃ من ایات اللہ مانتے ہیں انکا نظریہ
یزید کے بارے میں کیا ہے؟ ؏ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

(۲) عبارت مندرجہ بالا کے لفظ نواصب پر جو حاشیہ ہے وہ ملاحظہ کریں۔
نواصب وہ لوگ ہیں جو حرام چیزوں کو اپنے نفسانی دلائل کے باعث۔ حلال
سمجھتے تھے، جیسا کہ یزید شراب پیتا تھا اور اس کو حلال سمجھتا ہوگا۔

(مکتوبات قاسمی ص۵۲ حاشیہ ۱ از پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی)

(۳) مؤرخ اسلام حافظ شمس الدین ذہبی نے ارقام فرمایا ہے۔

یزید بن معاویہ ناصبی تھا، سنگدل، بدزبان، غلیظ، جفاکار، شراب خور، بدکار، اس نے اپنی حکومت کا آغاز، حسین شہید رضی اللہ عنہ کے قتل سے کیا اور اختتام واقعہ حرہ کے قتل عام پر، اسی لئے لوگوں نے اس پر پھٹکار بھیجی ہے اور اس کی عمر میں برکت نہ ہوسکی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد بہت سے حضرات نے اس کے خلاف محض للہ فی اللہ خروج کیا، جیسے کہ حضرات اہل مدینہ (رضی اللہ عنہم)

(الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم ج ۲ ص۳۶ بحوالہ حادثہ کربلا ص۱۳۱ از مفتی عبد الرشید نعمانی)

ناصبی کون ہیں

نواصب، ناصبیہ اور اہل نصب تاریخ میں ان لوگوں کا لقب ہے، جنہوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی آل واصحاب کے خلاف بغض وعداوت کا علم بلند کر رکھا تھا۔ چنانچہ علامہ زمخشری "اساس البلاغہ" میں لکھتے ہیں۔

ناصبتُ لفلانٍ" کے معنی آتے ہیں۔ میں نے فلاں سے عداوت کھڑی کی، چنانچہ جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عداوت رکھتے ہیں۔ ان کو اسی بنا پر ناصبیہ، نواصب اور اہل نصب کہتے ہیں۔ (حادثہ کربلا کا پس منظر ص۱۳۱)

ابن زیاد کی ناصبیت

۴ دیوبند اور غیر مقلدین کے معتمد مؤرخ حافظ ابن کثیر کے قلم سے یزید کی مزید ناصبیت ملاحظہ کریں۔

" پھر ابن زیاد نے تمام خواتین اور بچوں کو یزید کے پاس دمشق بھیج دیا اور علی زین العابدین کے گلے میں طوق ڈال دیا، ان کے ہمراہ محفر بن ثعلبہ عائذی اور شمر قبحہ اللہ (خدا اس کا برا کرے) کو روانہ کیا، جب یزید کے محل کے دروازے

پر پہنچے تو محقر چلایا۔ یہ محقر بن ثعلبہ ہے۔ امیر المؤمنین کی خدمت میں ان کمینے فاجروں کو لایا ہے۔ یزید نے یہ سُن کر کہا محقر کی ماں سے زیادہ کمینہ اور ذلیل بچہ کسی عورت نے نہیں جنا۔ پھر شہدا کے سر اور خواتین و بچے یزید کے دربار میں پہنچے تو اس نے شامی اعیان واشرف کو بلا کر اپنی مجلس میں بٹھایا۔ پھر علی زین العابدین سے مخاطب ہوا۔

اے علی تیرے والد نے قطع رحمی کی، میرا حق بھلایا۔ اور میری سلطنت چھیننا چاہی۔ اس پر اللہ نے اس کے ساتھ جو کیا وہ تم دیکھ چکے ہو تو علی زین العابدین نے کہا۔ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب (۵۷/۲۲)

یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا اسے جواب دیجئے مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ تب یزید نے اسے کہا۔ ہاں کہو۔ ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم (۴۲/۳۰) جو مصیبت بھی آتی ہے خود تمہارے اپنے ہاتھوں آتی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۴)

(۵) سیدہ فاطمہ بنت علی سے مروی ہے کہ جب ہم یزید کے سامنے بٹھائے گئے تو اس نے ہم پر ترس کیا اور ہمیں کچھ دینے کا حکم دیا اور ہم پر نرمی کی۔ اس اثنا میں ایک سرخ رنگ کا شامی کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ اے امیر المؤمنین یہ لڑکی مجھے عنایت کر دیجیے اور میری طرف اشارہ کیا۔ یہ سن کر میں خوف سے کانپنے لگی اور سمجھی کہ یہ ان کے لئے جائز ہے، اور اپنی بہن زینب سے لپٹ گئی اور اس کی چادر پکڑ لی، وہ مجھ سے بڑی اور سمجھ دار تھیں اور جانتی تھیں کہ یہ بات نہیں ہو سکتی، تو زینب نے اس آدمی کو کہا تو جھوٹا اور کمینہ ہے۔ نہ تجھے اس بات کا اختیار ہے نہ اسے، یزید یہ سُن کر غصے سے کہنے لگا، تو جھوٹ کہتی ہے۔

مجھے یہ حق حاصل ہے، اگر چاہوں تو کر سکتا ہوں ۔ زینب نے کہا، ہرگز نہیں اللہ تعالی نے تمہیں یہ حق نہیں دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ تم ہماری ملت سے نکل جاؤ، اور دوسرا دین اختیار کر لو، یہ سن کر یزید آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا مجھ سے ایسی نازیبا گفتگو کرتی ہو، دین سے تو تیرا باپ (علی) اور تیرا بھائی (حسین) نکل چکا ہے۔ تو زینب نے جواب دیا۔

اللہ کے دین سے میرے باپ کے دین سے میرے نانا کے دین سے تو تُو نے تیرے باپ نے تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے۔ یزید نے ڈانٹ کر کہا تو جھوٹی ہے اے دشمن خدا۔ پھر زینب نے کہا۔ تو زبردستی اور بزور بازو امیرالمؤمنین بن بیٹھا ہے بیجا اور ناحق گالیاں بکتا ہے اور اپنی قوت و طاقت سے مخلوق کو دباتا ہے۔

یہ سُن کر یزید شرمندہ سا ہو کر رہ گیا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۴ و ص ۱۹۵، انسانیت موت کے دروازے پر ص ۳۹ سیرت حسین ص ۱۲۳، الحسین ص ۳۳ شہید کربلا ص ۹۱

(۶) یزید نے جب حضرت حسین کے سر مبارک کو دیکھا تو حاضرین مجلس سے کہا کیا جانتے ہو، کہ حسین کو کیونکر غلط فہمی ہوئی اور کس باعث وہ خطرناک اقدام پر آمادہ ہوئے اور کس وجہ سے ہلاکت خیز معرکہ میں وارد ہوئے۔ سب نے لاعلمی کا اظہار کیا تو یزید نے کہا حسین کی سوچ یہ تھی کہ "علی" معاویہ سے بہتر ہے اور میری والدہ یزید کی والدہ سے افضل ہے اور میرا نانا اس کے نانا سے اعلی و بالا ہے اور وہ اس سے بہتر و برتر ہیں اس لئے حکومت کا بھی یزید سے زیادہ حقدار ہے، سنو۔ حسین کا یہ انداز فکر کہ اس کا باپ میرے باپ سے بہتر ہے۔ قابل غور ہے کہ میرے والد کا اس کے والد سے نزاع اور اختلاف تھا اور سب کو معلوم ہے کہ کس

کے حق میں فیصلہ ہوا اور اُن کا یہ کہنا کہ میری ماں اُن کی ماں سے افضل ہے
میرا نانا اُن کے نانا سے افضل ہے تو یہ بجا ہے - یہ سب کچھ ان کی کم فہمی سے
رونما ہوا اور وہ اس آیت کو بھول گئے قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک
(۳/۲۶) فرما دیجئے اے اللہ ملک کے مالک جسے تو چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے اور
جس سے چاہتا چھین لیتا ہے جسے تو چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے تو چاہتا ہے ذلیل
کرتا ہے واللہ یؤتی ملکہ من یشآء (۲/۲۴۷) اور اللہ اپنا ملک جسے چاہتا
ہے دیتا ہے - البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۵ و ص ۱۹۶

(۷) مروی ہے کہ یزید نے اہل بیت کے بارے میں لوگوں سے مشورہ کیا تو بعض
نے کہا قبحھم اللہ خوامخواہ کتے کا پلا نہ باقی چھوڑیئے - علی زین العابدین کو
بھی قتل کردو، کہ حسین کا تخم ہی باقی نہ رہے - البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۶

(۸) یزید نے ایک دن عمر بن حسین کو جو کم سن بچہ تھا - کہا کیا تو اس (خالد بن یزید)
سے لڑے گا تو عمر بن حسین نے کہا ایک چھری مجھے دو اور ایک اسے پھر ہم لڑیں گے -
تو یزید نے اسے چھاتی سے لگا کر کہا میں تمہاری طبع سے خوب واقف ہوں، سانپ
کا بچہ بھی سانپ ہوتا ہے -
شِنْشِنَةٌ اَعْرِفُهَا مِنْ اَخْزَمَ، هَلْ تَلِدُ الْحَيَّةُ اِلَّا الْحَيَّةَ - البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۵

سیدنا امام حسین کا یہ انداز فکر کہ میں یزید سے بہتر میرا والد معاویہ
سے بہتر میری والدہ یزید کی ماں سے بہتر میرا نانا یزید کے نانا سے بہتر - اس لئے
میں حکومت کا مستحق ہوں - میں نے آپ کے اقوال میں کہیں نہیں پڑھا ہے
ہاں البتہ ان باتوں سے یزید کی ناصبیت اور اہلبیت رسول اللہ کی اہانت پر کافی
تقویت ملتی ہے اور اسکی جرأت بدکلامی عیاں ہو جاتی ہے -
یزید اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ کلمہ پڑھ لینے کے بعد گناہ

کرنے کی کھلی چھٹی ہے اس کا یہ عقیدہ تھا کہ جس طرح کفر کی حالت میں ہر عبادت غیر مقبول ہے، اسی طرح ایمان کے بعد بھی کوئی معصیت مضر نہیں یہ مرجیہ کا مذہب ہے (جو ایک گمراہ فرقہ ہے) چنانچہ علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

(۹) یہ حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث نے یزید بن معاویہ کو ارجاء کی طرف ڈال دیا اور اس کے باعث اس نے ایسے بہت سے کام کر ڈالے جن کی وجہ سے اس پر نکیر کی گئی جیسا کہ ہم اس کے تذکرہ میں عنقریب ذکر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۹)

إِنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَالَّذِيْ قَبْلَهُ هُوَ الَّذِيْ حَمَلَ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ عَلٰى طَرْفٍ مِنَ الْإِرْجَاءِ، وَرَكِبَ بِسَبَبِهِ أَفْعَالًا كَثِيْرًا أُنْكِرَتْ عَلَيْهِ كَمَا سَنَذْكُرُهُ فِيْ تَرْجَمَتِهِ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ۔

(۱۰) علامہ ابن کثیر نے دوسرے مقام پر لکھا ہے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ۔ إِنَّ يَزِيْدَ لَمَّا قَالَ لَهُ أَبُوْهُ۔ سَلْنِيْ حَاجَتَكَ، قَالَ لَهُ يَزِيْدُ أَعْتِقْنِيْ مِنَ النَّارِ۔ أَعْتَقَ اللّٰهُ رَقَبَتَكَ مِنْهَا، قَالَ وَكَيْفَ قَالَ لِأَنِّيْ وَجَدْتُّ فِي الْآثَارِ أَنَّهُ مَنْ تَقَلَّدَ أَمْرَ الْأُمَّةِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔ فَاعْهَدْ إِلَيَّ بِالْأَمْرِ مِنْ بَعْدِكَ فَفَعَلَ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۷)

ترجمہ:۔ اور ایک روایت یوں آئی ہے۔ کہ جب یزید کو اس کے باپ نے کہا کہ جو تیری حاجت ہو تجھ سے مانگ لے یزید نے کہا مجھے دوزخ کی آگ سے آزاد کر دے، اللہ تعالیٰ تجھے اس سے آزاد کرے، امیر معاویہ نے کہا یہ کیسے ممکن ہے؟ تو اس نے کہا میں نے آثار میں پایا ہے کہ جس شخص نے تین دن امت کے معاملات کا پٹا گلے میں ڈالا (بادشاہ بنا) اللہ تعالیٰ اس

پر دوزخ کی آگ حرام کر دیگا - پس اپنے بعد تو یہ معاملہ (امارت) ہمیں سپرد کر دے تو اسنے یہ کردیا
واضح ہوگیا ہے کہ امراء بنی اُمیہ کا یہ عقیدہ تھا کہ چند یوم حکمرانی کر لینے سے زندگی
کی تمام گناہ دھل جاتے ہیں اور عذاب نار سے خلاصی مل جاتی ہے، امراء
کی طرح شیعان بنی امیہ بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے چنانچہ مولوی عبدالرشید
نعمانی دیوبندی نے لکھا ہے -

(۱۱) شیعان بنی امیہ کا بھی یہ مذہب تھا کہ " امام وخلیفہ کے حسنات مقبول
ہیں اور گناہ سب معاف اس کی اطاعت، طاعت، ومعصیت دونوں میں
واجب ہے (حادثہ کربلا ص ۲۶۵) ع جو چاہے آپکا حسن کرشمہ ساز کرے -

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۝ -

گر ہمیں مکتب وہمیں ملا   کار طفلاں تمام خواہد شد

(۱۲) مؤرخ اسلام حافظ شمس الدین ذہبی نے دول الاسلام میں اور
حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی نے یزید بن عبدالملک بن مروان کے
تذکرہ میں لکھا ہے کہ جب یہ متولی خلافت ہوا تو اس نے لوگوں سے کہا
کہ عمر بن عبدالعزیز کی سیرت پر چلنا چاہئے - اس پر چالیس شیوخ مملکت
نے اس کے سامنے آکر یہ شہادت دی - ان الخلفاء لاحساب علیہم ولا
عذاب " خلفاء کا نہ حساب ہوگا نہ ان پر عذاب ہوگا (تاریخ الخلفاء عربی ص ۱۸۸
طبع اصح المطابع)

(۱۳) مولوی عبدالرشید نعمانی دیوبندی نے امام ذہبی کا بیان نقل کیا ہے
چنانچہ انہوں لکھا ہے کہ -

وطائفۃ من الجہال الشامیین یعتقدون ذلک - شام کے جاہلوں
کی ایک جماعت کا یہی اعتقاد ہے یزید بن عبدالملک اموی کے بڑے

بھائی ولید بن عبدالملک اموی کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابراہیم بن ابی زرعہ سے روایت کیا ہے کہ ولید نے ان سے دریافت کیا!

أیحاسب الخلیفة ؟ کیا خلیفہ سے بھی قیامت کے دن حساب لیا جائے گا؟ ابراہیم نے جواب دیا امیرالمؤمنین۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ زیادہ مکرم ہیں یا حضرت داوٗد (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت و خلافت دونوں عطا فرمانے کے بعد یہ وصیت سنائی ہے کہ۔

(ترجمہ):۔ اے داؤد ہم نے تجھ کو ملک میں خلیفہ کیا، سو تم لوگوں میں انصاف سے حکومت کر اور اپنے جی کی خواہش پر نہ چل کہ وہ تجھ کو اللہ کی راہ سے ہٹا دے، جو لوگ اللہ کی راہ سے ہٹ جاتے ہیں۔ ان کیلئے سخت عذاب ہے اس بنا پر کہ انہوں نے حساب کا دن بھلا دیا (پ ۲۳ سورہ ص ۲۶/۳۸) (حادثہ کربلا کا پس منظر ص ۳۲۱)

(۱۴) علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ غالی یزیدی یزید کو نبی مانتے ہیں، چنانچہ انہوں نے رقم کیا ہے۔

فطائفة من الجهال یظنون یزید هذا من الصحابة وبعض غلاتهم یجعله من الانبیاء (منہاج السنہ ج ۴ ص ۱۷۹ بحوالہ حادثہ ص ۲۷۷

یزید کا کردار

یزید نے جب آنکھ کھولی تو اس کی ماں بدقسمتی سے مطلقہ ہو چکی تھی اس کا باپ اس سے کوسوں دور تھا، بالآخر یزید اپنے باپ کی آغوش امارت میں پہنچ گیا، اور امیر زادوں کی طرح پرورش پانے لگا (تاریخ اسلام)

امیر زادوں کی طرح عیش و عشرت میں پرورش پانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ یزید نے[1] حدود الٰہی کو پھاندنا شروع کر دیا، اور احکام شریعت کو لات مار کر اپنی دنیا الگ بسانے میں مشغول ہو گیا۔ چنانچہ آنے والے واقعات اس پر گواہ ہیں

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن حنظلہ انصاری متوفی ۶۳ھ، و حضرت عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص بن مغیرہ، حضرمی، و حضرت منذر بن زبیر متوفی ۶۴ھ اور بہت سارے اشراف مدینہ نے یزید کے ذاتی و شخصی کردار کی جو چشم دید تصویر پیش کی ہے، وہ ملاحظہ کریں۔

(۱) الف۔ یزید کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ (ب) وہ شراب پیتا ہے (ج) اس کے پاس لونڈیاں گاتی ہیں..... منذر بن زبیر نے کہا وہ شراب پی کر مدہوش ہو جاتا ہے (د) وہ تارک نماز ہے، (علاوہ ازیں یزید کے بہت زیادہ عیب بیان کئے (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۲۱۶)

(۲) صحابی رسول، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں فرماتے تھے، یزید بندر لڑاتا ہے۔ شراب پیتا ہے، تارک نماز ہے۔ لونڈیوں کی طرف مائل ہے (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۲۱۹)

(۳) یزید کے معتمد خاص امیر کوفہ ابن زیاد (بدنہاد) نے کہا۔ اللہ کی قسم میں ایک فاسق (یزید) کے لئے دو گناہ اکٹھے نہیں کرونگا۔ (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۲۱۹) یعنی قتل حسین کے بعد بیت اللہ پر حملہ کرنا۔ یزیدی حکومت کے یزیدی گورنر بھی یزید کو فاسق (بدکردار) مانتے تھے۔

(۴) صحیح بخاری کے حاشیہ پر ہے۔ ان یزید بن معاویۃ کان امر علی المدینۃ

---

[1] لڑکپن سے یہ آوارہ بدمست رہتا تھا ۔ بلند ایوانوں میں رہ کر بھی سب سے پست رہتا تھا

ابن عمه عثمان بن محمد بن ابن سفیان ۔ فاوفد الی یزید جماعة من اھل المدینة منہم عبد اللہ بن غسیل الملائکة وعبد اللہ بن ابی عمرو المخزومی فی آخرین فاکرمہم واجازہم فرجعوا فاظھروا عیبه ونسبوہ الی شرب الخمر وغیر ذلک ثمر وثبوا علی عثمان فاخرجوہ وخلعوا یزید بن معاویة ۔

(ھامش صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۳ ۔ حاشیہ ۷ فتح الباری ج ۱۲ ص ۸۷)

۵/۶ ۶۲ھ میں یزید نے اپنے چچیرے بھائی عثمان کو کہا کہ وہ لوگوں سے اس کے حق میں بیعت لے، اس نے مدینہ کے لوگوں کی ایک جماعت یزید کی طرف بھیجی اور جب وہ لوگ یزید سے واپس مدینہ لوٹے تو انہوں نے یزید کو گالی گلوچ اور برا کہنا شروع کر دیا اور کہا کہ وہ بے دین شارب خمر، فاسق، کتوں کو پالنے والا ہے ...... اس جماعت میں منذر بھی تھے انہوں نے کہا، واللہ، یزید نے مجھے لاکھ درہم دیئے ہیں اور احسان کیا ہے ۔ مگر میں سچائی کو ہاتھ سے نہ جانے دونگا، بیشک وہ (یزید) شرابی و تارک صلواۃ ہے ۔ جذب القلوب ص ۳۰ ۔ تاریخ مدینہ ص ۴۳، خلاصۃ الوفی ص ۴۵

(۷) حضرت عبد اللہ بن مطیع نے فرمایا ۔ بیشک یزید، شرابی ہے اور تارک نماز ہے اور کتاب اللہ کے حکم سے تجاوز کرتا ہے ۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۳)

واضح ہو کہ صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن مطیع اور آپ کے رفیقوں نے یہ "احوالِ یزید" برائی العین دیکھ کر بیان کئے تھے ۔ ایک عظیم المرتبت صحابی سے کسی پر الزام، تہمت و بہتان کا تصور ممکن نہیں ۔

(۸) طبرانی نے کہا ہمیں محمد بن زکریا الغلابی نے بیان کیا ان کو ابن عائشہ نے اپنے باپ سے بتایا کہ وہ کہتے تھے، یزید اپنی جوانی میں شراب خور تھا اور جو کچھ ایک نوجوان کر سکتا ہے وہ کرتا تھا، (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۲۸)

(۹) اور یہ بھی مروی ہے کہ بلا شبہ یزید، راگ رنگ، شراب نوشی اور شکار کھیلنے میں مشہور تھا، نوخیز لڑکوں گانے بجانے والی لڑکیوں، دوشیزاؤں اور کتوں کو اپنے اردگرد جمع رکھتا تھا، سینگ والے لڑاکا مینڈھوں اور ریچھوں اور بندروں میں لڑائی کا مقابلہ کراتا تھا، روزانہ شراب سے بدمست ہوتا تھا زین کسے گھوڑوں پر بندروں کو باندھ دیتا تھا اور ان کو دوڑاتا تھا بندروں اور نوعمر لڑکوں کو سونے کے تاج پہناتا تھا اور گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کرتا تھا اور جب کوئی بندر مرجاتا تھا تو اس کا سوگ مناتا تھا۔ البدایہ والنھایہ۔ ج ۸

علامہ ابن کثیر نے اس عبارت میں یزید کے لئے جو شہرت یافتہ باتیں لکھی ہیں۔ انکی ترتیب حسب ذیل ہے۔

۱۔ راگ رنگ کا شیدائی (۲) شرابی۔ (۳) شکاری (۴) میراثی لڑکوں اور لڑکیوں کا محب (۵) دوشیزاؤں اور کتوں کا دلدادہ (۶) مینڈھوں اور ریچھوں اور بندروں کی لڑائی کا شوقین (۷) روزانہ شراب پی کر بدمست ہونیوالا (۸) گھوڑوں کی زین پر بندروں کو باندھ کر تماشہ دیکھنے والا (۹) چھوکروں سے پیار کرنے والا (۱۰) بندروں کے مرجانے پر ماتم کرنے والا یہ ہیں یزید کی وہ عادتیں جن کو بغیر تردید کے حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں نقل کر کے یزید کے کردار کے نقشہ میں پیش کردی ہیں۔

(۱۰) علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو یزید کی شراب نوشی وغیرہ کا پتا چلا تو انہوں نے نرمی کے ساتھ اس کو نصیحت کی اور بہترین

انداز سے سمجھایا ۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۸ (رواہُ الطبرانی)

(۱۱) عطا بن السائب سے مروی ہے کہ امیر معاویہ، یزید پر ناراض ہوئے اور اس کے ساتھ ہم کلامی بھی ختم کردی، تو احنف بن قیس نے کہا اے امیر المومنین یہ تو ہماری اولاد ہے، ہمارے دلوں کے پھل ہیں ۔ اور ہماری بیٹھ کا سہارا ہیں اور ہم ان کے لئے آسمان کی طرح سایہ فگن اور زمین کی طرح نرم اگر وہ ناراض ہوجائیں تو ہم ان کو راضی کریں اگر کوئی چیز مانگیں تو عطا کریں اور آپ ان پر بوجھ نہ بنیں، کہیں وہ آپ کی زندگی سے تنگ نہ آجائیں، اور تمہاری موت کی تمنا نہ کریں ۔ امیر معاویہ نے کہا، اے احنف، اللہ کیلئے ہی تیری خوبی ہو، پھر امیر معاویہ نے یزید کے لئے ایک لاکھ درہم اور ایک سو کپڑے بھیجنے کا حکم دیا ۔ (البدایہ والنہایہ ۔ ج ۸ ص ۲۲۸/۳۲۸)

(۱۲) ناصبیوں کے با اعتماد مؤرخ علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے ۔ یزید ..... شہوت پرست تھا اور بعض اوقات نمازیں چھوڑ دیتا تھا ۔ اور اکثر اوقات نماز نہیں پڑھتا تھا ۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۰)

(۱۳) امام احمد نے کہا ہمیں عبدالرحمن نے حدیث بیان ان کو حیوۃ نے ان کو بشیر بن عمرو الخولانی نے کہ ولید بن قیس نے بیان کیا ۔ کہ ابوسعید خدری نے کہا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُنا، آپ نے فرمایا سن ۶۰ ھ کے بعد ایسے لڑکے ہوں گے جو نمازیں ضائع کریں گے اور شہوت کی اتباع کریں گے ۔ عنقریب وہ وادی غیّ میں جائیں گے ...... (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۰)

(۱۴) حافظ ابو یعلی نے کہا ہم سے زھیر بن حرب نے بیان کیا ان کو فضل بن دکین نے ان کو کامل ابو العلاء نے یہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ھریرہ سے سُنا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سن ۶۰ ھ سے اللہ کی پناہ مانگو اور بچوں کی حکومت سے بھی ۔ زبیر بن بکار نے عبدالرحمن بن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے انہوں نے یزید

بن معاویہ کے بارے میں کہا ہے ؎

نہ تو ہم سے ہے اور نہ تیرا خالو ہم سے ہے۔ اے شہوت کے لئے نمازوں کو ضائع

کرنے والا۔ (البدایہ والنہایہ ۔ ج ۸ ص ۲۳۰ و ص ۲۳۱)

(۱۶) .... حافظ ابو یعلیٰ نے کہا ہم کو حکم بن موسیٰ نے بتایا ان کو یحییٰ بن حمزہ نے ان کو ہشام بن الغاز نے ان کو مکحول نے اور یہ ابو عبیدہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا معاملہ ہمیشہ انصاف کے ساتھ قائم رہے گا۔ حتیٰکہ اس کو بنی امیہ کا ایک شخص بگاڑے گا جس کو یزید کہا جائے گا .... اور اس حدیث کو روایت کیا ہے ابن عساکر نے صدقہ بن عبداللہ دمشقی کے طریق سے، ہشام بن غاز سے اور یہ مکحول سے اور یہ ابو ثعلبہ الخشنی سے اور یہ ابو عبیدہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کا کام ہمیشہ انصاف کے ساتھ قائم رہے گا حتی کہ اسکو بنی امیہ کا ایک مرد۔ جس کو یزید کہا جائے گا۔ بگاڑے گا ..... (البدایہ والنہایہ ۔ ج ۸ ص ۲۳۱)

(۱۷) اور ابو یعلیٰ نے عثمان بن ابی شیبہ سے اور یہ معاویہ بن ہشام سے اور یہ عوف سے اور یہ خالد بن ابو المہاجر سے اور یہ ابو العالیہ سے روایت کرتے ہیں (ابو العالیہ کہتے ہیں کہ ہم شام میں ابو ذر کے ساتھ تھے تو ابو ذر نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا۔ پہلا شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا۔ وہ بنی اُمیہ کا ایک مرد ہوگا۔ (البدایہ ۔ ج ۸ ص ۲۳۱)

(۱۸) اور اس کو روایت کیا ہے ابن خزیمہ نے بندار سے اور یہ عبد الوہاب سے اور یہ ابو مسلم سے اور یہ ابو ذر سے۔ اس کی مثل ذکر کیا ہے۔ اور اس میں یہ قصہ بھی ہے کہ ابو ذر فوج میں تھے جسکا امیر یزید بن ابی سفیان تھا، تو یزید نے ایک مرد سے اس کی لونڈی چھین لی تو اس مرد نے ابو ذر سے مدد مانگی کہ یزید سے میری لونڈی واپس دلوا دو، تو ابو ذر

نے یزید کو حکم دیا کہ اس کی لونڈی واپس کر دو، تو یزید نے ہچکچاہٹ کی، تو ابوذر نے یہ حدیث یزید کو سنائی تو یزید نے لونڈی واپس کر دی۔۔۔۔۔۔۔۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۱)

(۲۰) ابن کثیر نے کہا کہ ۔۔۔۔۔۔ یزید کی مذمت میں ۔۔۔۔۔۔ زیادہ کھری حدیثیں وہ ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۳۱) (۲۱) صواعق محرقہ ص ۱۹۶

(۲۱) حارث بن مسکین سفیان سے اور یہ شبیب سے اور یہ عرقدہ بن المستظل سے یہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب سے سنا وہ فرماتے تھے، رب کعبہ کی قسم مجھے علم ہے کہ عرب کب ہلاک ہوگا، جب ان کا مالک ایسا مرد بنے گا، جس نے زمانہ جاہلیت بھی نہ پایا ہوگا اور نہ ہی اسلام سے روشناس ہوگا۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ یزید بن معاویہ سے اکثر ایسی باتیں سرزد ہوئی ہیں جن کی وجہ سے اس سے اظہار نفرت کیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ (یزید) شراب نوش تھا اور بعض فواحش کا مرتکب بھی ۔۔۔۔۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲)

(۲۲) امام الوھابیہ، معتمد الناصبیۃ ابن کثیر نے یزید کے فاسق ہونے کی تائید کی ہے چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ۔

بل قد کان فاسقا - بلکہ یزید بدکار تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲)

(۲۳) علامہ ابن حجر محدث مکہ متوفی ۹۷۴ھ و حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اور شیخ الاسلام شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے ارقام فرمایا ہے کہ۔ علامہ واقدی نے کئی طرقوں سے عبداللہ بن حنظلہ غسیل کی زبانی لکھا ہے۔ قسم بخدا ہم یزید پر چڑھائی نہ کرتے لیکن اس کے حالات اور مختلف جرائم سے ہم خوف زدہ تھے کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہو۔ یزید کے زمانے میں اس کے مقرب لوگ اپنی بیٹیوں، بہنوں اور باپ کی بیویوں سے شادی کرتے لگے تھے یزید خود

شراب نوشی کرتا تھا اور تارک نماز تھا۔ الصواعق المحرقہ ص ۲۲۱) تاریخ الخلفا ص ۱۶۰
ماثبت بالسنۃ عربی ص ۱۶، مومن کے ماہ وسال ص ۳۶ ص ۳۷، بیان الامرا ص ۲۲۵
(۲۴) شیخ محقق کی تحقیق تو یہ ہے کہ یزید پلید نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ
میں طمع کیا (لوگوں نے) سورہ احزاب آیت ۵۳) جسکا ترجمہ یہ ہے (اور نہ یہ کہ ان کے بعد
کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو) والی آیت پڑھکر اس کو منع کیا، تو وہ رکا۔ مدارج
النبوۃ ار دو ج ۱ ص ۲۳۶)

(۲۵) علامہ ابن حجر ہیتمی محدث مکہ امام جلال الدین سیوطی اور شیخ محقق نے ارقام فرمایا
ہے کہ، علامہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ کا بیان ہے کہ یزید نے باشندگان مدینہ کے ساتھ
جو سختیاں کیں وہ کیں لیکن اس کے باوجود وہ شراب خور اور ممنوعہ اعمال کا مرتکب
تھا اسی سبب سے لوگ اس سے ناراض ہوئے اور اس پر سب نے متفقہ طور پر چڑھائی
کا ارادہ کیا۔ اللہ یزید کو غارت کرے الصواعق المحرقہ ص ۲۲۱، تاریخ الخلفا ص ۱۶۰۔ ماثبت
بالسنۃ ص ۱۶ مومن کے ماہ وسال ص ۳۷، بیان الامرا ص ۲۲۵

(۲۶) علامہ دمیری متوفی ۸۰۸ھ نے **حیاۃ الحیوان** میں کیا الہراسی کا قول نقل کر کے
یزید کے بارے میں سلف صالحین اور آئمہ مجتہدین کا مسلک واضح کر دیا ہے۔ چنانچہ
ان کی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

الکیا الہراسی فقیہ شافعی سے سوال کیا گیا کہ یزید بن معاویہ صحابہ میں سے
ہیں یا نہیں ؟ اور آیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ تو انہوں نے جواب دیا
کہ یزید صحابہ میں نہیں تھا کیونکہ اس کی ولادت زمانہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں ہوئی
ہے۔ اب رہا سلف صالحین کا قول اس کی (لعنت) کے بارے میں تو اس میں امام ابوحنیفہ
امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے دو قسم کے قول ہیں۔ ایک تصریح کے ساتھ اور ایک
تلویح کے ساتھ اور ہمارے نزدیک ایک ہی قول ہے یعنی تصریح ہے نہ کہ تلویح (یعنی

مرافقہ" لعنت کا جواز) اور کیوں نہ ہو جبکہ یزید کی کیفیت یہ تھی کہ وہ چیتوں کے شکار میں رہتا تھا[1] نرد کھیلتا تھا شراب نوشی کرتا تھا۔ چنانچہ اُسی کے اشعار میں سے ہے کہ میں اپنے ساتھیوں میں سے کہتا ہوں جن کی جماعت کو دور جام وشراب نے جمع کر دیا ہے اور عشق کی گرمیاں ترنم کی آواز سے پکار رہی ہیں کہ اپنی نعمتوں اور لذتوں کے حصہ کو حاصل کر لو کیونکہ ہر انسان ختم ہو جائے گا اگرچہ اس کی عمر کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو۔ لہذا وقت تھوڑا ہے جو عیش کرنا ہے کر لو کہ پھر یہ زندگی ہاتھ نہ آئے گی اور اس پر الہراسی فقیہ نے ایک لمبی فصل لکھی ہے۔ جسے طول کی وجہ سے ہم نے چھوڑ دیا ہے پھر انہوں نے ایک ورق پلٹا اور لکھا اگر اس ورق میں کچھ اور بھی جگہ چھوٹی ہوئی ہوتی تو میں قلم کی باگ ڈھیلی کر دیتا اور اس شخص (یزید) کی رسوائیاں کافی تفصیل سے لکھتا۔

(حیوٰۃ الحیوان۔ ج ۲ ص ۱۷۵)

(۲۷) گذشتہ صدی کے نامور محقق، پچاس علوم پر دسترس رکھنے والے عالم دین مولانا شاہ امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ متوفی سنہ ۱۳۴۰ھ نے ارقام فرمایا ہے۔ یزید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید' قطعاً، یقیناً" باجماع اہلسنت، فاسق، فاجر وجری علی الکبائر تھا اس پر آئمہ اہلسنت کا اتفاق ہے ...... یزید کے فسق وفجور (اور شر وشرور) سے انکار کرنا اور امام مظلوم (رضی اللہ عنہ) پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت وبے دینی صاف ہے، بلکہ انصافاً" یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شمہ ہو شک نہیں کہ اس (یزید کی برأت) کا قائل ناصبی مردود اور اہلسنت کا عدو وعنود ہے۔

(عرفان شریعت حصہ دوم ص ۵۶ وص ۵۷)

---

[1] نرد ایک کھیل کا نام ہے جسے تختہ' نرد بھی کہتے ہیں۔ اس کا معنی ہے۔ اٹھنا۔ مارنا۔ مرنا۔ پٹنا"۔ نور اللغات ج ۴ ص ۹۲۳)

(۲۸) ابو یزید محمد دین بٹ ناصبی مصنف رشید ابن رشید کے معتمد مورخ علامہ ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ کے حوالہ سے حضرت امام حسین اور صحابہ کرام اور یزید کے بارے میں اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

اول ۔ یہ کہ وہ فسق و فجور جو یزید سے اس کی خلافت کے عہد میں صادر ہوا، کیا وہ بروقت تقرری ولیعدی معاویہؓ کے علم میں تھا؟ تو حقیقت یہ ہے کہ معاویہؓ کی شخصیت باعتبار فضیلت و عدالت اس قسم کی بدگمانی سے پاک ہے اور بالکل بری بلکہ وہ تو اپنی حسین حیات میں یزید کو گانا سننے سے سختی سے روکا کرتے تھے جو دیگر امور میں حرام کا یزید نے ارتکاب کیا کم درجہ ہے .... اب جب یزید سے بداعمالیاں آزادانہ صادر ہونے لگیں تو اس کے بارے میں (صحابہ) مختلف الرائے تھے، بعض اس کے خلاف اُٹھنے اور بیعت کو فسخ کرنے کا ارادہ کیا، جس طرح حضرت (امام) حسین و عبداللہ بن زبیر نے یا انہوں نے جو ہر دو اصحاب کے متبعین تھے اور بعض اس کے خلاف قدم اُٹھانے کو خلاف مصلحت جانا اس خوف سے کہ کہیں فتنہ و فساد کی آگ نہ بھڑک اُٹھے اور کشت و خون کا بازار نہ گرم ہو جائے ..... جمہور مسلمان اسی رائے اور خیال کے پیرو تھے۔ یہ دونوں مذکورہ فریق صاحب اجتہاد تھے اور صاحب الرائے جن کی کوئی تردید نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان کی نیکی ان کا تقویٰ اور ان کی حق طلبی مسلم ہے اور مشہور و معروف، ان کی تردید کوئی کیسے کرے، اللہ تعالیٰ ہم کو بھی انہیں مقدس بزرگوں کی پیروی نصیب کرے۔ مقدمہ ابن خلدون ۔ ص ۱۷۰

یہی مؤرخ آگے چل کر لکھتے ہیں۔

(۲۹) اب حضرت حسین کا واقعہ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب یزید کا فسق و فجور تمام اہل زمانہ کے سامنے آشکارہ ہوگیا تو طرفداران اہل بیت نے کوفہ سے حضرت (امام) حسین کو بلوایا اور لکھا کہ آپ تشریف لائیں۔ ہم آپ کی پشت پناہی میں ہیں

حضرت امام نے سوچا کہ یزید کی بدکاریوں کی وجہ سے یزید کے خلاف اُٹھنا تو ہے ہی۔ خصوصاً جب کہ اس پر قدرت بھی ہو تو پھر تاخیر کیوں کی جائے اور آپ نے اپنے میں اس کی اہلیت بھی پائی اور شوکت بھی ...... (یہ تھا) حکم شرعی تو اس کے سمجھنے میں آپ نے ہرگز غلطی نہیں کی کیونکہ اس کا مدار آپ کے گمان پر تھا اور آپ کا گمان یہی تھا کہ آپ کو خروج پر قدرت حاصل ہے ...... اللہ تعالیٰ کے نزدیک یونہی مقدر ہو چکا تھا اس لئے امام اپنے ارادہ سے نہ پھرے اور روانہ ہو گئے۔ حضرت (امام) حسین کے علاوہ دیگر صحابہ جو حجاز میں تھے یا یزید کے پاس شام وعراق میں اور اسی طرح ان کے تابعین یزید پر خروج کو نامناسب جانتے تھے اگرچہ وہ فاسق ہی تھا۔ کیونکہ اس میں فتنہ وفساد اور خونریزی کا خطرہ تھا۔ اسی لئے وہ اس سے بچے رہے اور حضرت (امام) حسین کا ساتھ نہ دیا۔ مگر یہ بھی نہیں کہ ان کو (یعنی امام پاک کو) برا بتاتے یا ان کو گنہگار ٹھہراتے کیونکہ آخر آپ بھی تو مجتہد تھے" اور مجتہدین کی یہی صفت ہے کہ ان کے اختلاف کو باعث گناہ نہیں سمجھا جاتا" اسی طرح ان صحابہ کو بھی گنہگار ٹھہرانا سخت غلطی ہے جنہوں نے حضرت حسین کی مدد سے ہاتھ کھینچا .... چنانچہ خود حضرت امام نے اپنی فضیلت واستحقاق میں جابر بن عبداللہ، ابی سعید خدری، انس بن مالک سہیل بن سعید زید بن ارقم جیسے صحابہ کرام کے اسماء گرامی شہادت میں پیش کئے مگر کسی پر بھی ان میں سے یہ الزام نہیں لگایا کہ وہ میری مدد سے بیٹھ رہا۔ اور میرا ساتھ چھوڑ دیا کیونکہ آپ یہ ضرور جانتے تھے کہ صحابہ کا عمل بھی اجتہاد پر ہے اور آپ کا عمل بھی اجتہاد پر ہے ..... پھر یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ جس طرح دیگر صحابہ نے اجتہادی اختلاف کے باعث حضرت امام کا ساتھ چھوڑا اسی طرح امام موصوف کی شہادت بھی انہیں صحابہ کرام کے اجتہاد سے ہوئی ہوگی خدا کی پناہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ اس گناہ کبیرہ کے ارتکاب

کی ذمہ داری تو صرف یزید اور اس کے ساتھیوں کے کندھے پر ہے، پھر یہ بھی نہ کہئے کہ جب صحابہ کرام نے یزید کے فاسق ہونے پر بھی اس پر خروج کو جائز قرار نہیں دیا تو یزید کے افعال بھی ان کے نزدیک صحیح ہوں گے۔ ہرگز نہیں ...... اس لئے کہ یزید امام عادل نہیں ...... بلکہ یزید نے جو کچھ نازیبا حرکت کی وہ اس کے فسق وفجور کو بڑھاتی اور پختہ کرتی ہے اور اس کے بداعمالیوں پر مہر لگاتی ہے۔ اور حضرت امام شہید ہیں اور مستحق ثواب اور وہ اپنے اجتہاد پر ہیں اور حق بجانب۔

(مقدمہ ابن خلدون۔ ج ۱ ص ۲۲۰ و ص ۲۲۱)

(۳۰) بہرحال[1] یزید کے فسق وفجور پر تمام صحابہ کرام متفق ہیں خواہ مبائعین ہوں یا مخالفین پھر آئمہ مجتہدین بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علماء راسخین، محدثین فقہاء مثلاً علامہ بدرالدین عینی حنفی، علامہ قسطلانی، علامہ ہیثمی، علامہ ابن جوزی، علامہ سعدالدین تفتازانی، محقق ابن ہمام، علامہ سیوطی، علامہ ابن حجر مکی، شیخ محقق، حافظ ابن کثیر، ابن خلدون، علامہ دمیری علامہ الکیا الہراسی جیسے محققین یزید کے فسق پر علماء سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں۔ اور خود بھی اسی کے قائل ہیں۔ پھر اوپر سے آئمہ اجتہاد میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ امام مالک، احمد بن حنبل کا یہی مسلک الہراسی نقل کر رہے ہیں۔ الکیا الہراسی خود شافعی ہیں اور فتوی دے رہے ہیں تو ان کے فتوی سے مسلک امام شافعی اور فقہ شافعی سے یزید کے فاسق وفاجر اور لعنتی ہونے کا ثبوت مل رہا ہے اس سے بڑھ کر اور شہادت کیا ہو سکتی ہے مزید براں خود یزید کے حقیقی بیٹے معاویہ بن یزید سے پوچھ لیجیے کہ موصوف اپنے باپ کے بارے میں کیا ریمارکس رکھتے ہیں چنانچہ علامہ دمیری متوفی سنہ ۸۰۸ھ اور امام مکتہ المکرمہ علامہ ابن حجر مکی متوفی سنہ ۹۷۴ھ نے لکھا ہے کہ یزید پلید کے بیٹے نے منبر پر چڑھ کر مجمع عام میں اعلان کیا۔" کہ میرے والد یزید نے شاہی کا طوق گلے میں ڈالا

[1] شہید کربلا اور یزید۔ از قاری طیب دیوبندی مہتمم مدرسہ دیوبند۔

وہ نااہل تھا نالائق تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے سے جھگڑا کیا، عمر توڑی اولاد کو منتشر کیا اور قبر میں گروی رکھا ہے اپنے گناہوں میں، آل رسول کو قتل کیا۔ شراب کو مباح قرار دیا، کعبہ کو ویران کیا۔ (الصواعق المحرقہ ص ۲۲۲ نحوہ، فی حیوۃ الحیوان ج ۱ ص ۸۸)

معاویہ بن یزید نے آل رسول کا قاتل اپنے باپ یزید کو قرار دیا ہے۔

شہادت امام سے قبل رونما ہونے والے واقعات کی تفصیل ملاحظہ کریں۔ یاد رہے کہ یہ روایات البدایہ والنہایہ۔ سے ماخوذ ہیں جنکے بارے میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اکثر صحیح و درست ہیں دیکھئے (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۱) ابن کثیر کے اس قول کے بعد معتقدین ابن کثیر بیان روایات کو تسلیم کرنا ضروری ہوا، ورنہ ابن کثیر کی شخصیت بھی قابل اعتبار نہ رہے گی۔

یزید کا کردار اور امیر معاویہؓ

علامہ ابن کثیر نے نقل کیا ہے کہ امیر معاویہ نے یزید کو بد دعا دی چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ (۱) عتبی کہتے ہیں کہ امیر معاویہ نے دیکھا کہ یزید ایک غلام کو مار رہا ہے، فرمایا، جان لے کہ اللہ تعالی تجھ پر تجھ سے زیادہ قدرت والا ہے سوأۃ لک (اے یزید) تیری خرابی ہو، کیا تو اسی شخص کو مارتا ہے جو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اللہ کی قسم مجھے قدرت نے دشمنوں سے بدلہ لینے سے باز رکھا ہے۔ خوبی یہی ہے کہ باوجود طاقت وقدرت کے معاف کر دیا جائے۔
(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۷)

(۲) حضرت امیر معاویہ نے یزید کے ساتھ بول چال ختم کردی۔

عطاء بن سائب سے روایت ہے کہ امیر معاویہ اپنے بیٹے یزید پر ناراض ہوا اور اس کے ساتھ ہمکلامی ختم کر دی، تو اس کو احنف بن قیس نے منایا۔
(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۸)

(۳) امیر معاویہؓ کو یزید کی شراب نوشی کا علم تھا۔ اس لئے اس کو نصیحت کی۔

طبرانی نے کہا ہمیں محمد بن زکریا الغلابی نے حدیث بیان کی ان کو ابن عائشہ اپنے باپ سے۔ یہ کہتے ہیں۔ کہ یزید اپنی جوانی میں شراب خورتھا۔ اور جو کچھ نوجوان کر سکتا ہے وہ کرتا تھا۔ امیر معاویہؓ کو پتا چلا تو انہوں نے چاہا کہ اس کو نرمی کے ساتھ نصیحت کریں۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے میرے بیٹے کس چیز نے تجھے قدرت دی ہے کہ تو اپنی ضرورت حاصل کرے بغیر ہتک کے جس سے تیری مروت اور تیرا قدر ختم ہو، اور تیرا دشمن تجھے گالی دے اور تیرا دوست تجھ سے ناراض ہو (اس کے آگے مزید نصیحت آموز اشعار امیر معاویہؓ نے یزید کو سنائے)

چنانچہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے

ثم قال: یا بنی انی منشدک ابیاتا تتأدب بها واحفظها، فانشده

انصب نهارا فی طلاب العلا ❖ واصبر علی هجر الحبیب القریب

حتی اذا اللیل أتی بالدجا ❖ واکتحلت بالغمض عین الرقیب

فباشر اللیل بما تشتهی ❖ فانما اللیل نهار الادیب

کم فاسق تحسبه ناسکا ❖ قد باشر اللیل بامر عجیب

غطی علیه اللیل استاره ❖ فبات فی امن وعیش خصیب

ولذة الاحمق مکشوفة ❖ یسعی بها کل عدو مریب

قلت (یعنی ابن کثیر) وهذا کما جاء فی الحدیث (من ابتلی بشیء من هذه القاذورات فلیستتر بستر الله عز وجل) البدایه ج ۸ ص ۲۲۸

(۴) یزید اپنے والد کا بے فرمان تھا

امیر معاویہؓ نے یزید کو وصیت کی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر مروت و احسان کرنا انکا خیال رکھنا وہ تمام لوگوں کے بہت محبوب ہیں۔ ان سے نرم برتاؤ کرنا۔ اس

ماراگلی

مندرجہ اشعار کا ترجمہ کریں

ترجمہ ص ۳۲

طرح تیری حکومت مامون رہے گی۔ البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۶۲

مگر یزید نے برسر اقتدار آتے ہی حضرت سیدنا امام حسین پر سختی کرنے کا حکم جاری کیا۔ البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۴۶

مروان پلید نے عامل مدینہ کو آپ کے قتل کا مشورہ دیا (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۴۷)

لہذا یزید اپنے باپ کی وصیت پر عمل نہ کر کے اپنے والد کا بے ادب اور بے فرمان بنا۔

یزید کا کردار اس کے حقیقی بیٹے کے سامنے

معاویہ رض بن یزید بن معاویہ رض نے اپنے باپ یزید کے بارے میں برسر منبر کہا۔ میرے باپ (یزید) نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے سے جھگڑا کیا۔ آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور (اس کی) نسل ختم ہو گئی اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہو گیا۔ یہ کہہ کر (معاویہ بن یزید) رونے لگا۔ پھر کہا جو بات ہم سب پر زیادہ گراں ہے وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے۔ اس نے واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت کو قتل کیا، شراب کو مباح کیا۔ بیت اللہ کو برباد کیا۔ اور میں نے خلافت کی حلاوۃ ہی نہیں چکھی تو اس کی تلخیوں کو کیوں جھیلوں؟ اس لئے تم جانو اور تمہارا کام۔ اللہ کی قسم اگر دنیا خیر ہے تو ہم اس کا بڑا حصہ حاصل کر چکے ہیں۔ اور اگر شر ہے تو جو کچھ ابوسفیان کی اولاد نے دنیا سے کمالیا ہے وہ کافی ہے (الصواعق المحرقہ ص ۲۲۴ ملتان) حیاۃ الحیوان ج ۱ ص ۸۸

یزید اور اس کا چچا زیاد

زیاد، ابوسفیان کے ناجائز نطفے سے پیدا ہوا، پہلے اس کو زیاد بن سمیہ کہا جاتا تھا یا زیاد بن ابیہ، مگر ۴۴ھ میں امیر معاویہ نے اس کو اپنا بھائی اور اپنے باپ کا بیٹا قرار دے دیا (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۸) ایسے کے بھائی اور یزید کے چچے

زیاد نے یزید کی ولیعہدی کو ناپسند کیا، اس لئے کہ وہ یزید کے لھو و لعب و شکار وغیرہ کو جانتا تھا۔

کتب معاویۃ الی زیاد یستشیرہ فی ذلک، فکرہ زیاد ذلک۔ لما یعلم من لعب یزید واقبالہ علی اللعب والصید = (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۷۹)

یزید اور اس کا کزن ابن زیاد بدنہاد

یزید کے خاص الخاص شریک کار اور استحلاقی

چچا زاد بھائی عبید اللہ ابن زیاد نے جو کچھ یزید کے بارے میں کہا ہے درج ذیل ہے جس کو امام ابن جریر طبری نے باسند نقل کیا ہے۔

حدیث بیان کی ہمیں ابن حمید نے اس نے کہا ہمیں حدیث بیان کی جریر نے مغیرہ سے اس نے کہا کہ، یزید نے ابن مرجانہ (عبید اللہ بن زیاد) کو لکھا کہ "جا کر ابن زبیر سے جنگ کرو تو ابن زیاد نے کہا میں اس فاسق (یزید) کی خاطر دونوں برائیاں اپنے نامہ اعمال میں کبھی جمع نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نواسے کو قتل کر چکا ہوں اب خانہ کعبہ پر چڑھائی کروں۔ مغیرہ کا بیان ہے کہ مرجانہ اس کی ماں بھلی عورت تھی۔ جب عبید اللہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا تھا تو اس نے اس سے کہا تھا "ویلک" تیری خرابی ہو" تجھ پر افسوس تو نے یہ کیا کیا اور کیا کر ڈالا (تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۸۳ وص ۴۸۴ بحوالہ حادثہ ص ۴۰۶ وص ۴۰۷، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۹)

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ (۱) امام حسین علیہ السلام کو قتل کرانے والا یزید اور قتل کرنے والا عبید اللہ بن زیاد ہے۔

(نمبر ۲) ابن زیاد بھی یزید کو فاسق مانتا تھا۔ (نمبر ۳) ابن زیاد قتل امام حسین کو برائی سمجھتا تھا۔ (نمبر ۴) یزید اتنا پلید تھا۔ کہ اس کو بیت اللہ شریف کی عزت وحرمت

کا بھی کچھ پاس نہ تھا۔ (بزم ۵) ابن زیاد کی ماں مرجانہ بھی قتل امام کو اچھا نہ سمجھتی تھی اس لئے تو اس نے اپنے بیٹے کو گالی دی (وبلکہ)

یزید اور امیر معاویہؓ کا دست راست

حضرت ضحاک فہری جس نے امیر معاویہؓ کی نماز جنازہ کی امامت کے فرائض انجام دیئے تھے، نے یزید کی مذمت و برائی بیان کی ہے۔ حافظ ابن کثیر کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ فخطب الناس یوماً وتکلم فی یزید بن معاویۃ وذمہ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۴۲)

یزید اور حضرت عمر بن عبد العزیز اموی

حضرت عمر بن عبد العزیز بن مروان بن حکم اموی کا دورِ حکمرانی اسلام اور تاریخ کا درخشاں باب ہے انکے دور میں بھیڑیا اور بھیڑ و بکری اکٹھے چرتے تھے اور ایک ہی گھاٹ سے پانی پیتے تھے، انکا زمانۂ اقتدار، خلافت راشدہ کے دور کا جیتا جاگتا نمونہ ہے، صلبی رشتہ کے لحاظ سے موصوف یزید کے قرابتی ہیں۔ مگر ان کے سامنے کسی نے یزید کو "امیر المومنین" کہدیا، تو آپ نے حکم دیا کہ اس کو ایسا کہنے پر بیس کوڑے لگاؤ۔ قال نوفل بن ابی الفرات کنت عند عمر بن عبد العزیز فذکر رجل یزید بن معاویۃ فقال - قال امیر المؤمنین یزید قال عمر تقول امیر المؤمنین فامر بہ فضرب عشرین سوطا۔ (چنانچہ حسب الحکم اس کو بیس کوڑے لگائے گئے) الصواعق المحرقہ ص ۲۲۱ وص ۲۲۴، تاریخ الخلفاء ص ۱۶۰، ماثبت بالسنہ ص ۱۳

اگر یزید کو امیر المومنین کہنا جائز ہوتا تو حضرت عمر بن عبد العزیز اس یزیدی کو ایسا کہنے پر کوڑے ہرگز نہ لگواتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یزید کے صلبی رشتہ دار بھی اس کو امیر المومنین کہنا گناہ سمجھتے تھے۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی روایت میں بیت اللہ میں یزید کو بد دعا

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سے مروی ہے کہ قاتل و ملعون یزید کو اللہ تعالیٰ برکت نہ دے کیونکہ اس نے میرے پیارے بیٹے حسین کے ساتھ بغاوت کی اور انہیں شہید کرایا، حسین کی تربت کی مٹی میرے پاس لائی گئی اور مجھے انکا قتل بھی دکھا دیا گیا، اور جتایا گیا کہ جن کے روبرو حسین قتل کئے جائیں گے۔ وہ ان کی مدد نہ کریں گے، اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک عام عذاب مسلط کر دیا ہے۔ ابن عساکر، ماثبت بالسنہ ص ۱۱ مترجم ص ۲۷)

بی بی ام سلمہ کی بد دعا

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہم کو محمد بن عبد اللہ انصاری نے ان کو قرہ بن خالد نے ان کو عامر بن عبد اللہ نے ان کو شہر بن حوشب نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ہم نے ایک لونڈی کے رونے کی آواز سنی۔ وہ روتی ہوئی ام سلمہ کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ امام حسین قتل ہو گئے ہیں، بی بی ام سلمہ نے فرمایا آخر انہوں، یہ کام کر ہی ڈالا، اللہ ان کی قبروں یا گھروں کو آگ سے بھر دے (اس کے بعد) آپ بے ہوش ہو کر گر پڑیں (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۱)

یزید اور یزیدی حافظ ابن کثیر کی نظر میں

~~یزید کے بارے میں علامہ ابن کثیر کا فیصلہ~~

یزید نے مسلم بن عقبہ کو یہ کہکر کہ وہ تین دن مدینہ نبوی میں قتل و غارت جاری رکھے، بڑی خطاء فاحش کی، یہ بڑی سخت اور فحش غلطی ہے، اور اس کے ساتھ صحابہ کرام اور صحابہ زادوں (تابعین) کا قتل عام بھی شامل ہو گیا۔ اور یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ یزید نے عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں امام حسین اور ان کے اصحاب کو قتل کرایا، مدینہ منورہ میں ان تین دنوں میں ایسے مفاسد عظیم واقع ہوئے کہ وہ حد و حساب سے باہر ہیں اور بیان کئے ہی نہیں جا سکتے بس اللہ عزوجل ہی کو ان کا علم ہے۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو بھیج کر یہ چاہا تھا کہ

اس کی سلطنت واقتدار کی جڑیں مضبوط ہوں اور اس کے دور حکمرانی کو بلا نزاع دوام حاصل ہو مگر اللہ جل جلالہ نے اس کے خلاف مراد اس کو سزا دی، اور اس کے اور اس کی خواہش کے درمیان حائل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ جسطرح سب ظالموں کی کمر توڑ دیتا ہے یزید کی کمر بھی توڑ کر رکھدی اور یزید کو اسی طرح دھر پکڑا جس طرح وہ غالب اور با اقتدار پکڑا کرتا ہے، (اور اسی طرح ہے تیرے رب کی پکڑ جبکہ وہ پکڑتا ہے۔ بستیوں کو اور وہ ظلم کرتے ہوتے ہیں۔ بیشک اس کی پکڑ دردناک شدت کی ہے البدایہ والنہایہ۔ ج ۸ ص ۲۲۲) وقال فی مقام آخر۔ فانہ لم یمھل بعد وقعة الحرة وقتل الحسین الا یسیراً حتی قصمه الله الذی قصم الجبابرة ۔ ج ۸ ص ۲۲۴)

حافظ ابن کثیر کی اس عبارت سے ظاہر ہونے والی چند باتیں۔

(۱) یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ منورہ کی تباہی کے لئے بھیج کر زبردست غلطی کی ہے۔ یعنی سلطنت اسلامیہ کا حکمران یزید غلطیوں کا شکار تھا۔ (۲) یزید گناہ فاحش کا مرتکب تھا۔ (۳) یزید صحابہ کرام و تابعین عظام کا قاتل تھا۔ (۴) امام حسین اور آپ کے اصحاب کا قاتل بھی یزید تھا۔ (۵) یزیدی فوج نے مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفا و تعظیما) میں تین دن جو ادھم مچایا اس کا بیان ممکن نہیں۔ (۶) یزید اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بے پرواہ تھا۔ اور اپنے اقتدار کو بچانے کیلئے قتل وغارت میں مبتلا ہوگیا۔ (۷) اللہ غالب و قادر عزبرھانہ نے یزید کو سزا دی اس کا ارادہ پورا نہ ہونے دیا اور اس ظالم کی گردن توڑ کر رکھدی۔

شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

موسیٰ و فرعون شبیر و یزید — این دو قوت از حیات آید پدید
زندہ حق از قوت شبیری است — باطل آخر داغ حسرت میری است

(اسرار و رموز ص ۱۱۰)

ابن کثیر کی عبارت کا مضمون یہاں آتا ہے ص ۱۴۶

غیر مقلد دل کے ظہیر امدد گار، "احسان الٰہی" نے علامہ اقبال کے بارے

میں لکھا ہے۔

شاعر الرسالۃ المحمدیۃ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام وشاعر

المسلمین فی شبہ القارۃ الھندیۃ الباکستانیۃ الذی نفخ

روح الجھاد فیھم وحرضھم علی نبذ الرسوم الجاھلیۃ وعادات

الکفرۃ وترک التکایا والزوایا وحذرعن الجمود المذھبی والتقلید

الشخصی الدکتور محمد اقبال۔ (البریلویہ ص۲۰۵)

یعنی شاعر رسالت محمدیہ، برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کے شاعر

ان میں جہاد کی روح پھونکنے والے اور ان سے کافروں کی عادتیں اور جاہلیت

کی رسمیں اور تکیے و گوشہ نشینی چھوڑانے والے اور انکو مذہبی جمود اور تقلید شخصی سے

بچانے والے "ڈاکٹر محمد اقبال" علامہ نے کربلا کا راز فاش کرتے ہوئے کیا خوب لکھا ہے۔

آں امام عاشقاں پور بتول (رض) — سرو آزادے ز بستان رسول (ص)

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر — معنیٔ ذبح عظیم آمد پسر

بہر آں شہزادہ خیر الملل — دوش ختم المرسلیں نعم الجمل

سرخ رو عشق غیور از خون او — شوخیٔ ایں مصرع از مضمون او

درمیان امت آں کیواں جناب — ہمچو حرف قل ھو اللہ در کتاب

موسیٰ و فرعون و شبیر (رض) و یزید — ایں دو قوت از حیات آید پدید

زندہ حق از قوت شبیری است — باطل آخر داغ حسرت میری است

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت — حریت را زہر اندر کام ریخت

خاست آں سر جلوۂ خیر الامم (رض) — چوں سحاب قبلہ باراں درقدم

مسلم بن عقبہ جس کو اسلاف نے مسرف بن عقبہ کہا ہے

علامہ ابن کثیر نے یزید کو بد دعا دی ہے

خدا اس کا برا کرے یہ شیخ سو (برا بڈھا) تھا کتنا جہالت سے کام لیا کہ مدینہ شریف کو تین دن تک اپنے لشکر کے لئے حلال قرار دیدیا جیسا کہ اس کو یزید نے حکم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ یزید کو جزائے خیر سے محروم رکھے۔ مدینہ شریف کے سادات اور قاری قتل ہوئے اور بہت مال لوٹا اور شر عظیم اور فساد عریض پھیلایا جیسا کہ مؤرخین نے لکھا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ ۲۲۰)

دوسرے مقام پر علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

مسلمؔ بن عقبہ نے کہا، اے اللہ میں نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد، اہل مدینہ کے قتال سے کوئی کام زیادہ پسندیدہ نہیں کیا۔ اور آخرت میں جس کام کا ثواب زیادہ ملے گا۔ وہ کام میرے نزدیک اہل مدینہ کو تباہ و برباد کرنا ہے، اگر اس کے بعد تو نے مجھے دوزخ میں ڈالا۔ تو میں بدبخت ہوں پھر مر گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے۔ اور وہ مسلک میں دفن ہوا" فیما قالہ الواقدی" پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یزید بن معاویہ کو مار ڈالا جبکہ ربیع الاول کی چودہ راتیں گذر گئی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ان کی امیدوں کے مطابق کوئی نفع نہ دیا بلکہ قاہر (رب) نے ان (بدبختوں) پر قہر کیا۔ اور ان سے ملک سلب کر لیا۔ اور چھین لیا جیسا کہ اس نے اوروں سے چھین لیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ ۲۲۵)

ے شیخ محقق نے نقل کیا ہے کہ، مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ سے جبراً یزید کی بیعت لی، ایک آدمی نے کہا میں نے بیعت اطاعت پر کی ہے معصیت پر نہیں۔ مسرف بن عقبہ نے اس کو قتل کرا دیا، اس کی والدہ نے قسم اٹھائی کہ میں مسلم (مسرف) کو زندہ یا مردہ۔ آگ میں جلوا دوں گی۔ مسلم (مسرف) مدینہ کو لوٹ کر مکہ کی طرف حضرت عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ تین دن کے بعد راستہ ہی میں واصل جہنم ہوا، وہ نیک بی بی اپنے عہد کے مطابق چند غلام لے کر اس کی قبر پر گئی۔ جب اسکی قبر کھودی تو اژدھا مسرف کی گردن پر لپٹا ہوا تھا۔ قبر کن ڈر گئے اور اس بی بی سے کہا کہ اس بدبخت کو اس کے اعمال کی سزا مل رہی ہے، بی بی نے کہا جب تک میں اپنا عہد پورا نہ کروں گی، ہرگز نہ جاؤں گی۔ پھر اس کی قبر پاؤں سے کھودی گئی تو اس طرف بھی اژدھا پایا۔ پھر اس بی بی نے وضو کر کے دوگانہ نفل پڑھ کر دعا مانگی اور لکڑی اژدھا کے دم پر ماری تو وہ غائب ہو گیا۔ پھر اس کی نعش نکالا کر آگ میں ڈلوا دی۔ (جذب القلوب صـ ۳۵۔ تاریخ مدینہ صـ ۶۳ و صـ ۶۹)

یزید کی روایت مردود ہے

تاریخ دفن رجال کی تمام کتابوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ

یزید[1] پلید کی عدالت مجروح و مقدوح ہے۔ اس کی روایت مردود ہے۔ وہ اس کا اہل نہیں کہ اس سے کوئی روایت لی جائے یا اس کی روایت قبول کی جائے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ارقام فرمایا ہے۔

(۱) یزید بن معاویہ ابن ابی سفیان اموی ابو خالد سنہ ۶۰ ہجری میں متولی خلافت ہوا، اور سنہ ۶۴ ہجری میں مرگیا پورے چالیس سال کا بھی نہ ہو سکا، یہ اس کا اہل نہیں کہ اس سے کوئی حدیث روایت کی جائے۔

(تقریب التہذیب۔ بحوالہ حادثہ کربلا ص ۳۳۳)

(۲) امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

لاینبغی ان یروی عنہ ۔ یزید سے روایت نہ کرنا چاہیے۔ (میزان الاعتدال ص ۴۴۴)

(۳) امام محمد بن احمد عثمان ذہبی متوفی سنہ ۷۴۸ھ نے فرمایا ہے۔

مقدوح فی عدالتہ۔ لیس باھل ان یروی عنہ۔ (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۴۰)

(۴) امام صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی نے فرمایا ہے۔

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان۔ ولی بعہد من ابیہ واستباح المدینہ فلم یمھلہ اللہ۔ ھلک سنۃ اربع وستین (خلاصہ تذہیب، تہذیب الکمال ج ۳ ص ۱۷۷)

---

[1] نہ عالم تھا نہ فاضل تھا نہ حافظ تھا نہ قاری تھا
لٹیرا تھا خلافت کا وہ دولت کا پجاری تھا

کثافت اور جہالت کا یہ پیکر ظلم کا بانی ✤ شقی ازلی کمینہ تند خو غول بیابانی
سمٹ کر ساری دنیا کی نحوست اسمیں آئی تھی ✤ کہ شیطاں لعین نے خود یزید شکل پائی تھی
یہ بدکردار ناہنجار کج گفتار دیوانہ ✤ نشاط و عیش کا پتلا غم عقبی سے بیگانہ

(۵) ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ یزید بن معاویہ سے آپ حدیث لکھیں گے۔ فرمایا نہیں۔ یزید کی کچھ وقعت وعزت نہیں، کیا یہ وہی نہیں کہ جس نے اہل مدینہ کے ساتھ وہ ظلم کیا جو بیان سے باہر ہے (مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۴۸۱، بحوالہ حادثہ ص ۳۴۶)

(۶) حافظ ابن حجر نے "تعجیل المنفعہ" میں امام احمد کی کتاب "الزہد" اور ان کی "مسند" کے ان تمام رجال کا ذکر کیا ہے، جن کی صحاح ستہ میں روایتیں نہیں ہیں۔ اس میں یزید کے بارے میں یہ مذکور ہے،

ولم یقع لہ فی المسند روایۃ وانما لہ مجرد ذکر"

مسند میں اس کی کوئی روایت مذکور نہیں، صرف اس کا نام آیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں، یزید بن معاویہ کا "صحیح بخاری" میں کہیں نام آیا ہے اور سنن میں بھی، مجھے اس کی ایک روایت مراسیل ابی داؤد میں ملی ہے جس کی بنا پر میں نے اس کا تذکرہ "تہذیب التہذیب" میں لکھا ہے اور تہذیب التہذیب میں یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ "لیست لہ روایۃ تعتمد" یزید کی کوئی روایت ایسی نہیں جو قابل اعتماد ہو" حادثہ کربلا کا پس منظر ص ۳۴۶

(۷) حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے۔

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اموی اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور اس سے اس کے بیٹے خالد اور عبدالملک بن مروان نے، یزید کی عدالت مجروح ہے اور یزید اس کا اہل نہیں کہ اس کی کوئی روایت لی جائے۔ لسان المیزان ج ۶ ص ۲۹۳، بحوالہ حادثہ ص ۳۴۷

بنو امیہ نے دین کو ذبح کر دیا

تاریخ کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید کی ولی عہدی کا آغاز، خلیفہ بلافصل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت عبدالرحمن کی اہانت سے ہوا، اور اس کی امارت کا اختتام خلیفہ بلافصل کے نبیرہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر حرم بیت اللہ میں فوج کشی سے ہوا، یزید کو تخت امارت پہ براجماں ہوئے ابھی ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ اس کے اشارہ ابرو سے، دودمان نبوی کے گل سرسبد کو مسل کر پیوند خاک کر دیا گیا۔ ایسا کر لینے کے بعد اس کی دانست میں تھا کہ خاندان نبوت کے مقدس چراغ کو گل کر کے میں نے اپنے اقتدار کو دوام و استمرار بخش دیا ہے، دنیا کی زیب و زینت اور اقتدار کی عارضی و فانی شوکت و صولت کے نشہ نے اس کو ایسا مخمور کیا، کہ وہ یوم عاشوراء محرم الحرام ۶۱ھ میں میدان کربلا میں ہونیوالے مظالم اور اہل بیت نبوت کی اہانت اور ان کی شہادت پر مسرور رہا، تو لوگوں کی زبان پر بلا ساختہ جاری ہو گیا۔ ضحیٰ بنو اُمیۃ یوم کربلاء بالدین۔

کربلا کے دن بنی امیہ نے دین کو ذبح کر کے رکھ دیا (تاریخ الخلفاء ۱۸۸)

یعنی یزیدی حکومت کی طرف سے خاندان نبوت کا قتل صرف ان کا قتل نہیں تھا بلکہ دین و اسلام کا قتل تھا

شیخ المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے یہ تصریح کر دی ہے کہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ دراصل تتمہ شہادت سید المرسلین تھی۔ (دیکھئے ان کی کتاب لاجواب سر الشہادتین)

مدرسہ دیوبند کے مدرس مولانا حسن نے بھی اسی طرح لکھا ہے (تاریخ سیدنا حسین ص ۳۳)

بحوالہ شہادت امام حسین عبدالمعبود عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال ان اول دین آفتہ و آفتہ هذا الدین بنو امیہ نعیم بن حماد فی الفتن کنز العمال ص۳۹ ج۱۱

بایں صورت یزید اور یزیدی کس کے قاتل ہوئے ؟

علماء غیر مقلدین دیابنہ کے رئیس مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے حدیث ترمذی کا جو ترجمہ کیا ہے وہ بھی ہمارے موضوع پر نہایت ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

ترجمہ ترمذی نے ذکر کیا کہ زید بن ارقم نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا! علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کے حق میں کہ میں لڑوں اس سے جو لڑے ان سے اور صلح کروں اس سے جو صلح کرے ان سے عظمت صحابہ و اہلبیت ص ۱۰۴

از روئے حدیث ان چار نفوس مقدسہ سے لڑائی و دشمنی و عداوت و بغض، خود سرکار ابد قرار سے لڑائی دشمنی عداوت و بغض نہیں تو اور کیا ہے؟ یزید کو اہل بیت رسول اللہ سے ذرا بھر، اگر محبت ہوتی تو وہ ان کے قاتلوں سے بدلہ لیتا

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ، یزید کے پندرہ لڑکے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ (اس واقعہ فاجعہ کے بعد) سب کے سب، مر کھپ گئے اور یزید کے بعد کوئی باقی نہ رہا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲) عبارت یہ ہے،

"وقد انقرضوا کافۃ فلم یبق لیزید عقب"

یعنی یزید نے خاندان نبوت کو نیست و نابود کرنے کا جو پروگرام مرتب کیا وہ خود اس کیلئے سوہان ایمان ثابت ہوا، اللہ جل جلالہ نے اپنے محبوب کو فرما دیا ہے۔

ان شانئک ھوالابتر۔

بیشک آپ کا دشمن ہر خیر و بھلائی سے محروم و ابتر ہے۔

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی روحانی اولاد اور جسمانی دختری اولاد (حسنی و حسینی سادات گرامی) بھی بکثرت ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ تفسیر عثمانی ص ۷۸۸

یزید کا فسق و فجور ظاہر ہے۔ لہذا وہ امام و خلیفہ بننے کے لائق نہیں چنانچہ
اہل السنۃ نے فرمایا ہے کہ امام وہ ہوتا ہے جس کا دامن کبیرہ گناہوں سے داغدار نہ ہو
احسان و فضل کی صفات سے متصف ہو اس کے ساتھ اس میں حقوق کی ذمہ داریوں
کو بجا لانے کی قوت بھی ہو اگر خوبیوں والا خلیفہ دیا جائے (مسلمات) کے متعلق حضور
علیہ السلام نے فرمایا کہ ان سے جھگڑا مت کرو لیکن جو فاسق و فاجر ہوں وہ خلافت
منصب کے اہل نہیں (تفسیر ضیاء القرآن ج ۲ ص ۹۲ - قرطبی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیسرا باب

القول السدید

یزید کی مذمت قرآنی آیات کی تفاسیر سے

تیسرا باب

یزید کی مذمت قرآنی آیات کی تفاسیر سے

(۱) قولہ تعالیٰ ۔ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ٥ ۲/۸۹

ترجمہ ۔ پس اللہ کی لعنت ہے کافروں پر ۔ (البیان ص ۱۸)

اس آیت کے تحت ، عارف باللہ مفسر کلام اللہ علامہ امام اسمٰعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ نے ارقام فرمایا ہے ۔ بعض آئمہ اہل سنت فرماتے ہیں کہ یزید پر لعنت کی جائے ، اس لئے کہ یزید اس وقت کافر ہو گیا تھا جب اس نے ، امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا تھا ۔ اور شراب کو حلال قرار دیا تھا ۔۔۔۔ صاحب بن عبادہ جب ٹھنڈا پانی پیتے تو کہتے ، یا اللہ ۔ یزید پر نئی لعنت بھیج ۔ (تفسیر روح البیان ج ا ص ۱۷۹، ۱۸۰)

(۲) خیاط مناظر بھی یزید کو لعنتی جانتے تھے ۔ روح البیان ج ا ص ۱۸۰

(۳) نواب صدیق حسن غیر مقلد نے لکھا ہے کہ ، یزید نے جب امام حسین کے قتل کا حکم دیا تھا تو وہ اسی وقت کافر ہو گیا تھا ۔ (بغیۃ الرائد ص ۹۷)

(۴) علامہ علی قاری نے ارقام کیا ہے :

لعنۃ اللہ علی قاتل الحسین او الرضی بہ فلا کلام فیہ (انہ جائز) لقولہ تعالیٰ الا لعنۃ اللہ علی الظلمین ٥

لعنت ہو اللہ کی قاتل حسین پر ، یا اس پر راضی ہونے والے پر ، یہ لعنت جائز ہے اسمیں کوئی اعتراض نہیں ، کیونکہ قرآن میں ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت آئی ہے ، شرح فقہ اکبر ص ۸۷

(آیت ۲۲ و ۲۳) فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۝ (۴۷ / ۲۲ - ۲۳)

ترجمہ - تو کیا تم اس بات کے قریب ہو؟ کہ اگر تم حکومت حاصل کر لو، زمین میں فساد ہی پھیلاؤ اور اپنی قطع رحمی کرو، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی تو انہیں بہرا بنا دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ (البیان ص ۶۶۰)

ان آیات کے تحت زبدۃ المفسرین علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی سنہ ۱۲۷۰ھ نے ارقام فرمایا ہے،

(۱) سورۂ محمد کی ان آیات سے استدلال کیا گیا ہے، کہ یزید پر لعنت جائز ہے...... اور میں یزید جیسے فاسق، فاجر پر لعنت شخصی کی طرف جاتا ہوں، کیونکہ یزید کی توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے بھی زیادہ ضعیف ہے اور یزید کے ساتھ لعنت میں شریک ہیں، ابن زیاد، اور ابن سعد، اور یزید کی ساری جماعت، پس اللہ کی لعنت ہو ان سب پر اور ان کے مددگاروں پر اور ان کے حامیوں پر اور ان کے گروہ پر اور قیامت تک جو بھی ان کی طرف مائل ہو، ان سب پر اللہ کی لعنت ہو، (تفسیر روح المعانی ج ۲۶ ص ۷۲ تا ص ۷۳ - بحوالہ ذمائم یزید)

(۲) مفسر قرآن علامہ اسمٰعیل حقی حنفی علیہ الرحمۃ نے ارقام فرمایا ہے۔

واتفقوا على جواز اللعن على من قتل الحسين رضي الله عنه او امر به او اجازه او رضى به كما قال سعد الله والدين التفتازاني "الحق ان رضى يزيد بقتل الحسين واستبشاره واهانه اهل بيت النبي عليه السلام مما تواتر معناه وان

کان تفاصیلہ آحاد فنحن لانتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۷۹)

(۳) سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴۱ھ نے بھی سورۂ محمد کی ان آیات سے یزید کے جہنمی و لعنتی ہونے کا استنباط کیا ہے:۔ (صواعق محرقہ ص ۲۲۲)

(۴) سیدنا امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے، ھل یتولی یزید احد یؤمن باللہ یعنی مؤمن یزید کی طرفداری نہیں کر سکتا۔ (صواعق محرقہ ص ۲۲۰ عربی)

(۵) سیدنا امام احمد بن حنبل نے اپنے فرزند کو فرمایا، کیوں لعنت نہ کی جائے اس یزید پر، جس پر اللہ تعالی نے قرآن مجید میں لعنت کی ہے۔ آپ کے بیٹے نے عرض کیا۔ ابا جان۔ اللہ تعالی نے قرآن میں کہاں یزید پر لعنت کی ہے۔ فرمایا۔ سورۂ محمد کی ان آیات میں۔ فھل عسیتم ان تولیتم، الخ۔ (الصواعق المحرقہ ص ۲۲۲ طبع ملتان، عرفان شریعت ص ۳۱)

تفسیر روح المعانی ج 13 ص 72 تحت آیت۔

(۶) محدث ابن جوزی نے لکھا ہے کہ قاضی ابویعلی نے اپنی کتاب المعتمد میں صالح بن احمد بن حنبل کا بیان نقل کیا ہے، صالح کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے کہا۔ ابا لوگ کہتے ہیں کہ ہم یزید بن معاویہ سے محبت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا۔ بیٹا! جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے، کیا اس کے لئے یزید بن معاویہ سے محبت رکھنے کا کوئی جواز ہو سکتا ہے؟ اس شخص (یزید) پر کس طرح لعنت نہ کی جائے جس پر اللہ تعالی نے لعنت کی ہو، میں نے عرض کیا۔ اللہ

نے اپنی کتاب میں کس جگہ یزید پر لعنت کی ہے؟ امام احمد نے فرمایا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فھل عسیتم ان تولیتم۔

(تفسیر مظہری عربی ج ۸ ص ۳۴ مترجم ج ۱۰ ص ۴۸۸-۴۸۹)

(۷) قال الامام احمد بکفرہ۔

یعنی امام احمد نے یزید کو کافر کہا ہے۔ الاشاعہ السید محمد برزنجی بحوالہ نعام یزید ص ۳۰ ص ۱۶

یعنی امام احمد بن حنبل نہ صرف یزید کو لعنتی گردانتے تھے بلکہ اس پلید کو

کافر کہنے کا قول بھی آپ سے آیا ہے۔،،

(آیت ۴/۵) الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا و احلوا قومھم

دار البوار جھنم یصلونھا و بئس القرار ۱۴/ ۲۸-۲۹

ترجمہ، کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا، جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری

سے بدل دیا اور اپنی قوم کو انہوں نے ہلاکت کے گھر میں اتارا، جو دوزخ

ہے۔ اس میں وہ پہنچیں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے ٹھہرنے کی (البیان ص ۳۳۵)

علامہ قاضی ثناء اللہ متوفی ۱۲۲۵ھ نے اس کے تحت فرمایا ہے۔

(۱) ابن مردویہ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس نے حضرت عمر

سے پوچھا کہ " الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفراً" سے کون لوگ مراد ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا قریش کے دو (قبیلے) جو سب سے زیادہ بدکار تھے۔

یعنی بنی مغیرہ اور بنی امیہ، بنی مغیرہ کے شر سے تو بدر کی لڑائی میں تمہاری

حفاظت ہو چکی ہے (یعنی بدر میں ان کا زور ٹوٹ گیا ہے) اور بنی امیہ کو

ایک وقت تک مزے اڑانے کا موقع دیا گیا ہے،،

(۲) بغوی نے بھی اسی طرح حضرت عمر کا قول نقل کیا ہے۔

(۳) ابن جریر، (۴) ابن المنذر (۵) ابن ابی حاتم۔ (۶) طبرانی۔

(۷) حاکم (۸) اور ابن مردویہ نے اسی طرح کا قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت بھی مختلف روایات سے نقل کیا ہے۔ اور حاکم نے اس کو بھی صحیح کہا ہے۔

(۹) میں (قاضی ثناء اللہ) کہتا ہوں، بنی اُمیہ کو حالت کفر میں مزے اُڑانے کا موقع دیا گیا۔ یہاں تک کہ ابوسفیان، معاویہ، اور عمرو بن عاص وغیرہ مسلمان ہوگئے۔ پھر یزید اور اُس کے ساتھیوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اہل بیت کی دشمنی کا جھنڈا انہوں نے بلند کیا، آخر حضرت حُسین کو ظلماً شہید کر دیا، اور یزید نے دین محمدی کا ہی انکار کر دیا، اور حضرت حُسین کو شہید کر چکا تو چند اشعار پڑھے جن کا مضمون یہ تھا، آج میرے اسلاف (کافر) ہوتے تو دیکھتے کہ ہم نے آلِ محمّد اور بنی ہاشم سے اُن کا کیسا بدلہ لیا ہے۔ یزید نے جو اشعار کہے تھے ان میں آخری یہ تھا۔

ع لست من جندب ان لم انتقم
من بنی احمد ما کان فعل

احمد نے جو کچھ (ہمارے بزرگوں) کے ساتھ بدریں کیا۔ اگر احمد کی اولاد سے میں نے اس کا انتقام نہ لیا تو میں بنی جندب سے نہیں ہوں۔

یزید نے شراب کو بھی حلال قرار دیا تھا۔ شراب کی تعریف میں چند شعر کہنے کے بعد۔ آخری شعر میں اس نے کہا تھا۔

ع فان حرمت یوماً علی دین احمد
فخذها علی دین المسیح ابن مریم

اگر شراب، دین احمدیہ حرام ہے (تو ہونے دو) مسیح بن مریم کے دین
(عیسائیت) کے مطابق تم اس کو (حلال سمجھ کر) لے لو۔

یزید اور اس کے ساتھیوں اور جانشینوں کے یہ مزے
ایک ہزار مہینے تک رہے۔ اس کے بعد ان میں سے کوئی نہ بچا۔ تفسیر مظہری ج ۱ ص ۲۷۱ مترجم ج ۶ ص ۳۰

قاضی ثناء اللہ کی تحقیق کے مطابق یزید نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے دین، اسلام سے انکار کر دیا تھا۔ کیا منکر اسلام و دین بھی مسلمان ہوتا ہے؟

(۲) یزید نے بدر میں مرنے والے کافروں کو اپنا بزرگ مانا ہے اور آل رسول
سے جنگ کر کے اس کا بدلہ چکایا ہے، کیا کافروں کو اپنا بزرگ ماننے والا اور ان کی
مکافات لینے کے لئے جگر گوشۂ رسول اللہ کو شہید کرنے والا بھی مسلمان ھے؟

(۳) یزید نے شراب کو حلال قرار دے دیا تھا۔ کیا اللہ تعالیٰ کی حرام
کی ہوئی شراب کو حلال کرنے والا بھی مسلمان ہے؟ حضرت عبد اللہ مسعود سے روایت ہے

کنز العمال

روح البیان

آیت ۶۔ وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا
فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (۴/۹۳)

(ترجمہ) اور کوئی قتل کرے کسی مسلمان کو قصداً تو اس کا بدلہ دوزخ وہ اس میں
ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر ناراض ہوگیا اور اس پر لعنت کی اور تیار کر رکھا ہے۔
اس کے لئے بڑا عذاب۔

یزیدیوں کے معتبر امام، ابن تیمیہ کے شاگرد اور اس کے متبع
حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ نے لکھا ہے

(۱) یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا تھا کہ جب تو کوفہ پہنچ جائے تو مسلم بن
عقیل کو تلاش کر کے قتل کر دینا

ثم کتب یزید الی ابن زیاد: اذا قدمت الکوفۃ فاطلب مسلم بن عقیل فان قدرت
علیہ فاقتلہ، البدایہ ج ۸ ص ۱۵۲،

ابن زیاد نے یزید کے حکم کے مطابق) حضرت مسلم کو شہید کرایا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۵۷)

(۲) ابن زیاد نے حضرت ھانی کو سوق الغنم میں شہید کرایا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۷)

یزید نے ان بزرگوں کو قتل کر دینے پر ابن زیاد کا شکریہ ادا کیا۔ شہید کربلا ص ۴۵

دامن کو لئے ہاتھ میں کہتا تھا یہ قاتل ... کب تک اسے دھویا کروں لالی نہیں جاتی

ان دو بزرگوں کے علاوہ بھی ابن زیاد نے اور لوگ قتل کرائے، اور مسلم و ھانی بن عروہ کے سر یزید کے دربار میں بھیجے اور تمام صورت احوال سے مطلع کیا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۷

(۳) ابن زیاد نے حضرت امام حسین کے قاصد، قیس بن مسھر کو محل کی چھت سے گرا کر شہید کرایا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۷۴)

(۴) کوفیوں نے ابن زیاد کی گورنری، ابن سعد کی کمان، شمر کی سربراہی اور یزید کے حکم و سرپرستی سے کربلا میں سیدنا امام حسین سمیت تقریباً ۷۲ بے گناہ افراد کو ناحق شہید کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۹)

(۵) یزید نے ابن زیاد کو حضرت امام پاک سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا۔ (تاریخ الخلفا ص ۱۵۸، ما ثبت بالسنہ ص ۱۵)

(۶) ابن زیاد نے اقرار کیا کہ مجھے یزید نے امام حسین کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ (ابن اثیر بحوالہ السعید جون ۱۹۶۱ء و ۱۹۹۵ء)

(۷) یزید نے امام حسین کے شہید کئے جانے کو پسند کیا اور اس پر خوش ہوا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۳۲)

(۸) امام تفتازانی نے بھی اسی طرح ارقام فرمایا ہے۔ (شرح عقائد ص ۱۱۳)

(۹) یزید پلید نے مدینہ منورہ کو تباہ کرنے کیلئے شامیوں کا ایک بہت بڑا لشکر بھیجا، جس کی تعداد دس ھزار سے لیکر پندرہ ہزار تک تھی، یزید کی اس فوج نے اکابر، مہاجر، انصار اور شرفاء و موالی میں سے سات سو

اور آزاد غلاموں سے دس ہزار کو قتل کردیا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸
ص ۲۲۱۔ حاشیہ مشکوٰۃ ص ۵۴۵ ۱۱۔

ان میں سات سو قاری اور تین سو صحابی تھے (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۴۱
دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۷۴ بیہقی

شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے امام قرطبی سے شہداء حرہ کے جو اعداد و شمار نقل کئے ہیں۔ انکی تعداد بارہ ہزار چار سو ستانوے ہے۔
(جذب القلوب مترجم ص ۴۱ و ص ۴۲)

علامہ ابن کثیر نے تصریحاً ارقام کیا ہے۔ بلاشبہ یزید، نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ منورہ میں تین دن لوٹ مار کی اجازت دیکر بہت بڑا فحش گناہ کیا ہے اور پھر اس بڑے گناہ کا کیا کہنا جبکہ اس میں شامل ہے صحابہ کرام اور ان کی اولاد کا قتل اور تحقیق پہلے گزر چکا ہے کہ یزید نے سیدنا امام حسین اور آپکے رفقاء کو عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھ سے قتل کرایا ہے، (علامہ ابن کثیر نے یزید کو صحابہ کرام، اہل بیت نبوت اور تابعین کا قاتل قرار دیا ہے) ۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۲۔

آیت نمبر ۷

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ ط واعد لھم عذابا مھینا ۳۳/۵۷

(ترجمہ) بے شک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو۔ اللہ نے ان پر لعنت کی دنیا اور آخرت میں، اور ان کیلئے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے

آل رسول و اولاد بتول کی ایذا درحقیقت ایذائے رسول ہے جو موجب لعنت ہے، تفصیل کیلئے احادیث ملاحظہ کریں۔

(حدیث ۱) حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ خبردار۔ جس نے میرے نسب والوں اور رشتہ داروں کو ایذا دی تو اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی تو اس نے اللہ کو ایذا دی۔

اخرجہ ابن ابی عاصم والطبرانی و ابن ابی منده والبیہقی

بالفاظ متقاربة، الصواعق المحرقہ ص۱۷۲ و ص۱۴۵۔

(حدیث نمبر۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے فاطمہ جس پر تو ناراض ہوگئی، اللہ بھی اس پر ناراض ہوگیا اور جس سے تو راضی ہوجائے، اللہ بھی اس سے راضی ہوجاتا ہے، پس جس نے فاطمہ کی اولاد کو ایذا دی تو اس نے فاطمہ کو ناراض کر کے بہت بڑا خطرہ مول لے لیا (صواعق محرقہ ص۱۷۵)

(حدیث نمبر۳) رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو کوئی، علی، فاطمہ، حسن اور حسین سے جنگ کریگا میں اس سے جنگ کروں گا اور جو ان سے صلح کرے گا میری اس سے صلح ہے۔

ترمذی ج ۲ ص۲۱۸، مشکوٰۃ ص۵۷۰، وفی روایۃ" میں اس کا دشمن ہوں جو ان کا دشمن ہے۔ (صواعق ص۱۴۴)

(حدیث نمبر۴) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جس نے علی کو ایذا دی تو اس نے مجھے ایذا دی (اخرجہ احمد) صواعق محرقہ ص۱۲۲، وزاد ابن عبداللہ جس نے مجھے ایذا دی تو اس نے اللہ کو ایذا دی (صواعق محرقہ ص۱۲۳)

(حدیث نمبر۵) سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے فاطمہ کو ایذا دی تو اس نے مجھے ایذا دی (صواعق ص۱۹۰)

(حدیث نمبر۶) محبوب رب کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میری اہلبیت سے بغض رکھنے والے کو اللہ تعالےٰ آگ میں داخل کریگا

واخرج احمد مرفوعاً۔ اہلبیت سے بغض رکھنے والا منافق ہوگا (صواعق محرقہ ص۱۷۴)

(حدیث نمبر۷) حضرت علی نے فرمایا۔ نبی اُمی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا کہ نہیں محبت کرے گا مجھ سے مگر مؤمن اور نہیں عداوت رکھے گا مجھ

سے مگر منافق۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص۵۶۳)

(حدیث ۸) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم (صحابہ، حضرت) علی سے بغض رکھنے والے کو منافق سمجھتے تھے۔ صواعق محرقہ ص۱۲۴، تاریخ الخلفاء ۱۳۱ عن ابی سعید الخدری

(حدیث ۹) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ منافق علی سے محبت نہیں رکھے گا۔ اور مؤمن اس سے دشمنی نہیں رکھے گا۔ رواہ احمد والترمذی ج ۲ ص ۲۱۳ مشکوٰۃ ص۵۶۴

(حدیث ۱۰) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری اہلبیت کا حق نہ جاننے والا (یعنی ان کو ایذا دینے والا) تین میں سے ایک ضرور ہوگا۔
(۱) منافق (۲) ولد الزنا (۳) ولد الحیض۔ رواہ ابوالشیخ والدیلمی۔ (صواعق محرقہ ص۱۷۳)

جس کو ہے تیری آل سے ذرہ خیال ضد ٭ ملعون ہے زنیم ہے ولد الحرام ہے

(حدیث ۱۱) حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے حسن و حسین سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ احمد۔ حاکم۔ ابن ماجہ (صواعق محرقہ ص۱۹۲)

شیخ محقق نے ارقام فرمایا ہے، ایک طبقہ کی رائے یہ ہے کہ قتل حسین رضی اللہ عنہ در اصل گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ ناحق مؤمن کا قتل کرنا گناہ کبیرہ میں آتا ہے، کفر میں نہیں آتا۔ مگر لعنت تو کافروں کیلئے مخصوص ہے ایسی رائے کا اظہار کرنے والوں پر افسوس ہے، وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام سے بھی بے خبر ہیں کیونکہ حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد سے بغض و عداوت اور انہیں تکلیف دینا و توہین کرنا باعث ایذا و عداوت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، اس حدیث کی روشنی میں یہ حضرات، یزید کے متعلق کیا فیصلہ کریں گے؟

کیا اہانت رسول اور عداوت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کفر اور لعنت کا سبب نہیں ہے؟ اور یہ بات جہنم کی آگ میں پہنچانے کیلئے کافی نہیں؟ آیت کریمہ ملاحظہ ہو:-

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلہم عذابا مھیناہ

(ترجمہ) اور وہ لوگ جو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو وہ یقینا دنیا و آخرت میں لعنت کے مستحق ہیں اور خدا نے ان کے لئے دردناک عذاب مقرر کیا ہے۔ تکمیل الایمان مترجم ص ۱۲۸ و ص ۱۲۹۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ترجمہ) جو (لوگ) رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ۹/۶۱ عرفان شریعت ص ۳۱۔

(۱۱) مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے فرمایا ہے

ایک ٹولہ کہتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا قتل گناہ کبیرہ ہے، کفر نہیں۔ اور لعنت کفار کے لئے مخصوص ہے۔ ان کی سوچ پر افسوس! وہ نہیں جانتے کہ کفر تو ایک طرف، خود ایذائے رسول الثقلین کی کیا سزا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلہم عذابا مھیناہ - مجموعہ فتاویٰ جلد سوم ص ۸

(آیت ۸) فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیاً ۱۹/۵۹

(ترجمہ) تو ان کے بعد (ان کی جگہ) وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے لگے، تو عنقریب وہ غیّ (کے گڑھے) میں

پہنچیں گے۔ البیان ص۴۲

(حدیث ۱) حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنا، آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "فخلف من بعدھم خلف" پھر فرمایا سن ساٹھ کے بعد ناخلف ہوں گے جو نماز کو ضائع کریں گے اور خواہشوں کے پیچھے چلیں گے پس وہ عنقریب غی (کے گڑھے) میں ڈال دیئے جائیں گے۔

اخرجہ الامام احمد فی مسندہ (۳-۳۸-۳۹) ونقلہ عنہ ابن کثیر فی البدایہ والنہایہ ج۶ ص۲۲۸ وج ۸ ص۲۳ ورواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ ج۶ ص۴۶۵ وعنہ السیوطی فی الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۳۹۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص۱۳۲

آیت ۹۔ ولو دخلت علیہم من اقطارھا ثم سئلوا الفتنۃ لاٰتوھا وما تلبثوا بہا الا یسیراً ۞ $\frac{۳۳}{۱۴}$۔

(ترجمہ) اور اگر ان پر فوجیں مدینہ کی اطراف سے آتیں پھر ان سے کفر چاہتیں تو ضرور ان کا مانگا دے بیٹھتے اور اس میں دیر نہ کرتے مگر تھوڑی۔

۱ یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں صحیح سند سے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عباس اس آیت (ولو دخلت علیہم من اقطارھا ثم سئلوا الفتنۃ لاٰتوھا) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی تفسیر سن ساٹھ کے آغاز میں پوری ہوگئی ہے۔ یعنی بنی حارثہ نے شامیوں کو اہل مدینہ پر واقعہ حرہ میں داخل کر دیا۔ فتح الباری ج ۱۳ ص۸۸

۲ حضرت ابن عباس نے اٰتوھا کے معنی اعطوھا فرمائے ہیں اور اس سے یہ تفسیر کی ہے کہ بنی حارثہ نے اہل شام کو مدینہ میں داخل کیا۔

۳ امام بیہقی نے حسن سے روایت کی کہ یوم الحرہ میں مدینہ کے لوگ۔

اس طرح قتل کئے گئے کہ شاید ہی کوئی بچا ہو۔

۴۔ حضرت مالک بن انس سے روایت ہے کہ یوم الحرہ میں سات سو حفاظ قرآن شہید ہوئے جن میں تین سو صحابہ کرام تھے اور یہ واقعہ یزید کی حکمرانی میں پیش آیا۔

۵۔ امام بیہقی نے مغیرہ سے روایت کی ہے کہ مسلم بن عقبہ نے مدینہ منورہ کو تین دن تک لٹوایا اور غارت گری مچائی، اور ایک ہزار غیر شادی شدہ لڑکیوں کی عزت پامال کی گئی، دلائل النبوۃ جلد ۶ ص ۴۷۵

۶۔ لیث بن سعد سے منقول ہے کہ یوم الحرہ کی جنگ سن تریسٹھ ۶۳ میں ماہ ذوالحجہ کے اختتام سے تین دن پہلے چہارشنبہ کے دن واقع ہوئی۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۴۱، دلائل النبوۃ بیہقی ج ۶ ص ۴۷۴، جذب القلوب ص ۳۸ و ص ۳۹، البدایہ ج ۸ ص ۲۲۱)

کتنا افسوس کی بات ہے کہ صحابہ کرام کے قاتل کو انکا امیر و امام بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔

(آیت ۱۰) وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ع ۱۵/۶

ترجمہ۔ اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو آپ کو دکھایا مگر آزمائش لوگوں کیلئے۔

(۱) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم صبح کو کچھ غمگین تھے، سبب دریافت کرنے پر۔ فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ میرے اس منبر پر گویا بنی امیہ باری باری سے آرہے ہیں عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ۔ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ فکر مند نہوں یہ دنیا ہے جو ان کو مل جائے گی، اس پر یہ آیت " وما جعلنا الرءیا الخ۔ نازل ہوئی، تفسیر مظہری ج ۵ ص ۴۵۲، مترجم اردو ج ۷، ص ۹۱، لباب النقول علی ھامش

تفسیر ابن عباس ص ۱۷۶ تفسیر حسینی ص ۶۲۱ ۔

(۲) اس روایت کے بموجب لفظ فتنہ سے مراد ہوگا ۔ بنی اُمیہ کے دورِ اقتدار میں بدعات اور فسق و فجور کا پھیل جانا ۔ تفسیر مظہری عربی ج ۵ ص ۴۵۲ ، مترجم اردو ج ، ص ۹۱

(۳) یہ حدیث شیخ ابن جریر نے حضرت سہل بن سعد کی روایت سے بھی بیان کی ہے ، اس روایت کے بموجب حدیث کے الفاظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی فلاں (یعنی بنی امیہ) کو خواب میں دیکھا کہ وہ آپ کے منبر پر بندروں کی طرح کود رہے ہیں (کبھی ایک آتا ہے کبھی دوسرا) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس خواب سے دُکھ ہوا ، اس پر اللہ نے یہ آیت مذکورہ نازل فرمائی ۔ تفسیر مظہری عربی ج ۵ ص ۴۵۲ مترجم اردو ج ، ص ۹۱ ، تاریخ الخلفاء عربی ص ۱۸

ابن ابی حاتم نے حضرت عمرو بن عاص اور حضرت یعلی بن مرہ کی روایت سے ، نیز ابن ابی حاتم نے اور ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں سعید بن مسیب سے مرسلاً نقل کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے (خواب میں) بنی اُمیہ کو منبر پر دیکھا جس سے آپ کو دُکھ ہوا ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ ان کو تو یہ دیا گیا ہے (یعنی اللہ کا یہی فیصلہ ہے) اس سے آپ کو سکون ہوگیا ۔ تفسیر مظہری ج ۵ ص ۴۵۲ ، مترجم اردو ج ، ص ۹۲ دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۰۹ ، البدایہ ج ۶ ص ۲۴۳ ، لباب النقول فی اسباب النزول ص ۱۷۶ ۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ، میں نے حکم بن عاص کی اولاد کو منبر پر بندروں کی طرح (اچھلتے) دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ وما جعلنا الرءیا الخ ۔

یعنی حکم اور اس کی اولاد بھی (اس میں شامل ہے) حضرت سہل بن سعد یعلی بن مرۃ ، حضرت حسین بن علی ، حضرت عائشہؓ اور سعید بن مسیب کی

روایت سے بھی اسی سے ملتی جلتی حدیث آئی ہے۔ حاشیہ تفسیر مظہری ج ۵ ص ۲۵۲۔
قال الذمخشری متوفی سنہ ۵۲۸ھ والخازن متوفی سنہ ۷۴۱ھ فی تفاسیرھما۔
قیل ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم رائی فی المنام ان ولد الحکم بن امیۃ یتداولون منبرہ کما یتداول الصبیان الکرۃ (فساءہ ذلک)
تفسیر کشاف ج ۲ ص ۶۷۶ تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۸۰۔

(آیت ۱۱) اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝

ترجمہ۔ بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا۔ اور آپ کیا سمجھے شب قدر کیا ہے شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

(۱) ترمذی، حاکم اور ابن جریر نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ آپ کے منبر پر (چڑھے ہوئے) ہیں آپ کو اس خواب سے کچھ ناگوار ہی ہوئی تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ تفسیر مظہری عربی ج ۱۰ ص ۳۱۱۔ مترجم اردو ج ۱۲ ص ۴۸۱۔
لباب النقول ص ۲۹۹، ترمذی ج ۲ ص ۱۲۳، دلائل النبوۃ لبیہقی ج ۶ ص ۵۱۰۔
تاریخ الخلفاء عربی ص ۱۸، قال السیوطی۔ اخرج ھذا الحدیث الحاکم فی مستدرکہ وابن جریر فی تفسیرہ ۱۲

(۲) روی عن الحسن بن علی انہ قال حین عوتب فی تسلیمہ الامر لمعاویۃ۔ ان اللہ اری نبیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی المنام بنی امیۃ ینزون علی منبرہ نزو القردۃ ای یثبون فاغتم لذلک فاعطاہ اللہ لیلۃ القدر وھی خیر لہ ولذریتہ ولاھل بیتہ من الف شھر وھی مدۃ ملک بنی امیۃ۔ (تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۴۸۳) تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۲۵۷

(۳) قاسم بن فضل حدانی متوفی ۱۶۷ھ نے کہا ہے۔ ہم نے بنی اُمیہ کی حکومت کا زمانہ شمار کیا تو بغیر کمی بیشی کے پورے ایک ہزار مہینے ثابت ہوئے۔

تفسیر مظہری عربی ج ۱۰ ص ۳۱۰، مترجم اردو ج ۱۲ ص ۴۸۱، ترمذی ج ۲ ص ۱۶۳

قاسم بن فضل الحدانی۔ صدوق وثقہ ابن مہدی، والقطان واحمد و بن معین والنسائی۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۷۷۔ قال الترمذی فی سننہ القاسم بن الفضل الحدانی ھو ثقۃ"۔ ترمذی ج ۲ ص ۱۶۳، خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۳۴۵

آیت ۱۲) اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ (۱۰۸/۱)

(ترجمہ) (اے محبوب) بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی۔

(۱) ترمذی، حاکم اور ابن جریر نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ بنی اُمیہ آپ کے منبر پر (چڑھے ہوئے) ہیں آپ کو اس خواب سے کچھ ناگواری ہوئی تو نازل ہوئی۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (اے محبوب) بیشک ہم نے آپکو خیر کثیر عطا فرمائی

تفسیر مظہری عربی ج ۱۰ ص ۳۱۰۔ اردو ج ۱۲ ص ۴۸۱، لباب النقول ص ۲۹۹، ترمذی ج ۲ ص ۱۶۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۵۱۰ تاریخ الخلفاء عربی ص ۱۸، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۲۴۳

(۲) عن ابی ھریرۃ۔ ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال۔ رأیت فی النوم بنی الحکم او بنی ابی العاص ینزون علی منبری کما تنزو القردۃ۔ قال! فما دوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستجمعا ضاحکا حتی توفی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۵۱۱)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا! میں نے خواب میں اپنے منبر پر بنی حکم یا بنی عاص کو بندروں کی طرح اچھلتے ہوئے دیکھا ہے۔ ابو ہریرہ نے کہا (اس خواب کے بعد) وفات تک آپ کو تبسم فرماتے نہیں دیکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوتھا باب

یزید اور یزیدیوں کی مذمت احادیث و روایات سے

چوتھا باب

یزیدیوں کی مذمت احادیث و روایات سے

یزید علیہ مایستحق من العزیز المجید اور اس کے پرستاروں کے بارے میں احادیث و آثار، ملاحظہ کریں۔

(پہلی حدیث) حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ (صحابی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن سعید (والی مدینہ منورہ از یزید پلید) کو جب کہ وہ مکہ مکرمہ پر چڑھائی کے لئے فوج کے دستے بھیج رہا تھا۔ فرمایا۔ اے امیر! اجازت دیجئے تاکہ میں تجھے وہ حدیث سناؤں جس کو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) نے فتح مکہ کے دوسرے دن کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا، اور جس کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور دل نے یاد رکھا اور جس وقت آپ اس کو بیان فرما رہے تھے تو میری دونوں آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی ثنا کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا ہے! لوگوں نے اس کو حرم نہیں بنایا۔ لہذا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ حلال نہیں کہ مکہ مکرمہ میں کسی کا خون بہائے اور نہ

وہاں کا کوئی درخت کاٹے، پھر اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، وہاں قتال کرنے وجہ سے اس امر کی رخصت چاہے تو اس کو بتادو، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تو اس کی اجازت دی تھی مگر تم کو اس کی اجازت نہیں دی، اور مجھے بھی گھڑی بھر دن کی اجازت تھی پھر آج اس کی حرمت اسی طرح عود کر آئی ہے جس طرح کل اس کی حرمت تھی، اور جو شخص یہاں حاضر ہے وہ یہ بات غائب تک پہنچا دے اس پر ابو شریح سے پوچھا گیا کہ عمرو بن سعید یزیدی نے کیا جواب دیا۔ فرمایا۔ اس نے کہا، میں تجھ سے زیادہ جانتا ہوں۔ مکہ نہ کسی عاصی کو پناہ دیتا ہے اور نہ ایسے شخص کو جو خون کر کے وہاں بھاگ جائے اور نہ اس کو جو چوری کر کے وہاں چلا جائے۔ (بخاری ج ۱ ص۲۱، البدایہ ج ۸ ص۱۴۸)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (ترجمہ)

کے منحرف عمرو بن سعید یزیدی نے، انما انا اعلم منک۔ کہکر درس نبوت میں پڑھنے والے صحابی حضرت ابو شریح کی توہین کی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حزم نے نے المحلی میں اور امام بدر الدین عینی نے شرح بخاری میں ارقام فرمایا ہے۔

(۱/۲) اس لطیم الشیطان (شیطان سے تھپڑ کھانے والا) پولیس مین، فاسق بے غیرت کی یہ جرأت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابی سے بھی زیادہ عالم بننے کا دعوی کرے، یہ فاسق اللہ اور اس کے رسول کا بے فرمان و عاصی ہے اور وہ جس نے اس سے دوستی کی یا اس کے کہنے پر عمل کیا اور دنیا و آخرت میں ذلت اٹھانے والا یہ تھا اور وہ (یزید) جس نے اس کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ (المحلی کتاب الجنایات، وعمدۃ القاری ج ۲ ص۱۴۲ طبع منیریہ مصر۔ بحوالہ حادثہ کربلا ص۲۹۵)

(۳) شیخ الاسلام والمسلمین محمد صدر الصدور، شرح بخاری میں رقمطراز ہیں۔

عمرو بن سعید کا یہ دعویٰ مردود ہے، کیونکہ عبداللہ بن زبیر ایک عابد صحابی تھے، صفات حمیدہ کے جامع، انہوں نے کوئی ایسا کام نہ کیا تھا کہ بیرون حرم قتل کے مستحق ٹھہرتے۔ نہ کسی کے خلاف انہوں نے خروج کیا تھا، نہ لوگوں کو (ابھی تک) اپنی بیعت کی دعوت دی تھی۔ حالانکہ اہل حرمین یزید سے ناخوش تھے اور یزید کی بیعت بجز اہل شام کسی نے جلد بازی سے کام نہ لیا تھا اور شامیوں نے اس لئے جھٹ پٹ بیعت کرلی کہ اس کے باپ معاویہ نے اس کو اپنا ولی عہد بنا دیا تھا، حضرت عبداللہ بن زبیر اور دوسرے حضرات نے یزید نالائق کی بیعت کرنے سے اس لئے سختی سے انکار کردیا کہ یزید معاصی میں حد سے بڑھ گیا تھا اور کبیرہ گناہوں کا مرتکب تھا، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یزید کے شر سے بچنے کے لئے حرم محترم میں پناہ لے رکھی تھی۔ لہٰذا اس نے مکہ معظمہ میں ان سے جنگ کرنے کے لئے فوجوں کو روانہ کیا۔ (شرح بخاری از شیخ الاسلام ج ۳ ص ۳۲۲، مطبع لکھنؤ سنہ ۱۳۰۲ھ)

(۴) علامہ شیخ نور الحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

اس مسئلہ (عمرو) کی بات لائق حجت نہیں، کیونکہ یہ اہل دین کے دستور کے خلاف ہے، مسند احمد کی روایت میں آتا کہ حضرت ابو شریح نے فرمایا میں نے عمرو بن سعید کو جواب دیا تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ارشاد فرمایا تھا میں اس وقت موجود تھا اور تو غائب تھا (تو حدیث کا مطلب کیا جانے) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم کے مطابق

تجھے تبلیغ کردی ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ نے عمرو کی اس بات کو نہ مانا۔ مگر چونکہ عمرو بن سعید کے پاس حکومت و شوکت تھی اور آپ اس سے مقابلہ کی طاقت میں نہ تھے۔ اس لئے زبانی فہمائش کے بعد اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ (تیسیر القاری ج ۲ ص ۱۵۷، حادثہ ص ۲۹۱)

(۵) مولوی وحید الزمان غیر مقلد نے لکھا ہے۔ حیدرآبادی

عمرو بن سعید۔ یزید کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا۔ اس نے یزید کے حکم سے مکہ پر فوج کشی کی۔ جب ابوشریح نے اس کو یہ حدیث سُنائی مگر وہ مردود کہاں سمجھنے والا تھا، اس کے سر پہ تو شیطان سوار تھا، علامہ ابن حجر نے کہا ہے، عمرو بن سعید کو ہم تابعین باحسان میں سے نہیں کہیں گے گو اس نے صحابہ کو دیکھا تھا۔ کیونکہ اس کے اعمال نہایت خراب تھے، اے (عمرو بن سعید) مردود، خدا سے ڈر، عبداللہ بن زبیر نے نہ کسی کا خون کیا تھا، نہ چوری کی تھی، وہ یزید پلید سے ہزار درجہ افضل تھے، اول تو صحابی۔ دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بھتیجے، تیسرے حضرت ابوبکر صدیق کے نواسے، چوتھے، دیندار پرہیزگار، مگر تو نے دنیا کے لئے یزید کا ساتھ دیا اور صحیح حدیث سُن کر بہانے نکالتا ہے (تیسیر الباری ج ۱ ص ۸۹ طبع تاج کمپنی)

عمرو بن سعید گورنر کی مذمت حدیث میں

یہ یزیدی گورنر وہی پلید ہے، کہ جس کے بارے میں " مسند احمد " کی روایت، حضرت ابوہریرہ سے اس طرح مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے۔ کہ بنی اُمیہ کے ستمگاروں سے ایک ظالم کی میرے منبر پر اس طرح نکسیر پھوٹ کر رہے گی کہ بہنے لگ جائے گی۔ مجھے

اس نے بتایا۔ جس نے عمرو بن سعید کو اس حال میں دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے منبر پاک پر اس کی نکسیر اتنی پھوٹی کہ منبر پر بہنے لگی۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۱۱

عمرو بن سعید، بڑا فرعون، بڑا متکبر اور بڑا مغرور تھا، حافظ ابن کثیرؒ نے اس کے بارے میں لکھا ہے۔ کان متالھا، متکبراً۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴۸

حضرت عبداللہ بن زبیر کے فضائل

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما جب ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئیں تو آپ ان دنوں شکم مادر میں تھے، قبا کے زمانہ قیام میں ان کی ولادت ہوئی، حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں پھر میں ان کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو آپ نے ان کو اپنی گود میں لے لیا اور ایک کھجور منگوائی اور اس کو چبا کر پھر ان کے منہ میں ڈال دی۔ ان کے پیٹ میں پہلی جو چیز داخل ہوئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا لعاب دہن تھا پھر آپ نے کھجور کو ان کے تالو پر مل دیا اور ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی، اور یہ پہلے بچے تھے جو اسلام میں ہجرت کے بعد مہاجرین میں) پیدا ہوئے

(بخاری ج ۱ ص ۵۵۵)

(۲) صحیح مسلم میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے سر پر ہاتھ پھیرا ان کے لئے دعا خیر کی اور ان کا نام عبداللہ رکھا پھر جب وہ سات، آٹھ برس کے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بیعت کرنے کیلئے حاضر خدمت ہوئے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کو اپنی

طرف آتے دیکھ کر تبسم فرمایا پھر ان سے بیعت لی۔ مسلم ج ۲ ص ۲۰۹

(۳) مستخرج اسماعیلی میں صحیح بخاری کی روایت میں " فی الاسلام " کے بعد یہ اضافہ ہے " یہ پیدا ہوئے تو مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی کیونکہ یہودی کہا کرتے تھے کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے۔ اب ان کے یہاں اولاد نہیں ہوگی۔ (فتح الباری شرح بخاری ج ۷ ص ۱۹۴)

(۴) امام نووی نے شرح مسلم میں ارقام فرمایا ہے۔" اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بہت مناقب ہیں منجملہ ان کے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا (۲) ان کے لئے برکت طلب کی (۳) ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ (۴) پہلی چیز جو ان کے پیٹ میں پہنچی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا لعاب دہن تھا۔

(۵) یہ اسلام میں مہاجرین کے پہلے بچے ہیں جو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔
(نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۹)

(۵) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کے کلمات ملاحظہ کریں۔

پہلا بچہ جو (ہجرت کے بعد) اسلام میں پیدا ہوا وہ عبداللہ بن زبیر تھے، ان کو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں لے آئے تو آپ نے ایک کھجور منگوا کر پہلے اس کو اپنے دہن مبارک میں چبایا، پھر اس کو عبداللہ بن زبیر کے منہ میں ڈال دیا۔ ان کے پیٹ میں پہلی جو چیز پہنچی وہ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن تھا۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۵۶)

(۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کی جلالت شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، عبداللہ کے والد ماجد (زبیر) حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری تھے، ان کے نانا حضرت صدیق اکبر، سرکار کے رفیق غار تھے،

ان کی والدہ ماجدہ ذات النطاق تھی (بوقت ہجرت سرکار کی خدمت میں زادِ سفر باندھنے کیلئے پٹکا دینے والی) اور ان کی خالہ ام المومنین عائشہ[1] رضی اللہ عنہا، اور ان کے والد کی پھوپھی سرکار کی زوجہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ہیں اور ان کی دادی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عمہ محترمہ (پھوپھی) ہیں اور پھر وہ خود اسلام میں پاکباز اور بکثرت قرآن پاک پڑھنے والے تھے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۷۲ و ص ۶۷۳۔

(۷) حضرت عثمان غنی ذوالنورین کے دورِ خلافت میں، قرآن مجید کی کتابت میں حضرت عبداللہ بن زبیر بھی شریک تھے۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۴۶)

(دوسری حدیث) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دو طرح کے علوم حاصل کئے ہیں۔ ایک کو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا ہے، اور اگر دوسرے علم کو پھیلاؤں تو یہ میرا نرخرا کاٹ ڈالا جائے۔ بخاری ج ۱ ص ۲۳۔

(۱) دوسرے ظرف علم سے ان کی مراد ظالم بادشاہوں کے احوال اور ان کے ذمائم تھے، حضرت ابوہریرہ نے اشارۃً ان کا اظہار کر دیا تھا، مثلاً ان کی یہ دُعا کہ یا اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں سن ۶۰ ھ کے آغاز اور لونڈوں کی حکومت سے، یزید بن معاویہ کی حکومت کی طرف اشارہ تھا کہ وہ سن ساٹھ ہجری میں قائم ہوئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا قبول فرمائی۔ آپ یزید کی حکومت سے ایک سال پہلے وصال فرما گئے۔ فتح الباری ج ۱ ص ۲۸۹ ہامش بخاری ج ۱ ص ۲۳

(۲) کرمانی میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو ان کے نام بھی بتا دوں، مگر خوف جان کی وجہ سے ایسا نہ کیا۔ (حوالہ مذکورہ)

---

[1] بنت صدیق آرام جانِ نبی ❊ اس حریم برأت پہ لاکھوں سلام

(۳) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا، صحیح قول کے مطابق اس ظرف علم سے مراد، ان فتن و واقعات کا علم ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وصال کے بعد وقوع پذیر ہوئے جیسے حضرت عثمان اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی شہادت وغیرہ کے واقعات ہیں۔ حضرت ابوہریرہ ان واقعات کے ظاہر کرنے اور فتنہ گروں کے نام بتانے سے اس لئے گریز کرتے تھے کہ کہیں بنی اُمیّہ کے لونڈے اور ان کی نوخیز نسل اس سے برہم ہو کر ان کو قتل نہ کر ڈالے۔ (شرح تراجم الابواب بخاری ج ۱ ص ۱۵ و ص ۱۶)

(۴) ابن تیمیہ نے لکھا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس ظرف علم ...... میں تو صرف آئندہ ہونے والے واقعات کی خبریں تھیں مثلاً ان فتنوں کا بیان تھا جو آگے چل کر مسلمانوں میں برپا ہوئے، جیسے جنگ جمل، و جنگ صفین کا فتنہ، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے قتل کا فتنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ، ونحو ذلک (منہاج السنۃ ج ۴ ص ۱۷۸)

(۵) مولوی وحید الزمان غیر مقلد نے لکھا ہے۔ دوسرے علم سے وہ باتیں مراد ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ابوہریرہ کو بتلائی تھیں کہ میرے بعد ایسے ایسے ظالم، حاکم ہوں گے اور وہ ایسے بُرے کام کریں گے، ابوہریرہ نے کبھی اشارے کے طور پر ان باتوں کا ذکر بھی کیا ہے جیسے کہا کہ میں ۶۰ھ کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور چھوکروں کی حکومت سے اسی سنہ میں یزید پلید بادشاہ ہوا۔ (تیسیر الباری ج ۱ ص ۹۹)

(تیسری حدیث) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم مدینہ منورہ کے کسی ٹیلے پر چڑھے اور فرمایا کیا تم دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا

میں فتنوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں میں بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ (بخاری شریف ج ١ ص ٥٠٨)

یہ پیش آمدہ جنگوں کی طرف اشارہ ہے جیسے واقعۂ حرہ پیش آیا۔ هذا اشارة الی الحروب الحادثة فيها كوقعة الحرة۔ هامش بخاری ج ١ ص ٥٠٨، حاشیہ ٥

یہ اشارہ ہے آنے والی جنگوں کی طرف مثلاً جب واقعہ حرہ ہے۔

(چوتھی حدیث) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ یہ قبیلہ قریش عام لوگوں کو ہلاک کردے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا پھر ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ کاش لوگ ان سے الگ رہتے۔ بخاری شریف ج ١ ص ٥٠٩، دلائل النبوۃ بیہقی ج ٦ ص ٤٦٤، البدایہ والنہایہ ج ٦ ص ٢٢٨۔ مسلم ج ٢ ص ٣٩٦)

المراد به غلمة بنی امية۔ اس سے مراد بنی امیہ کے لونڈے ہیں، جنہوں نے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ (ھامش بخاری ج ١ ص ٥٠٩ حاشیہ ٤)

(پانچویں حدیث) عمرو بن یحیٰ اموی کے دادا سعید نے بتایا کہ میں مروان اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، ابو ہریرہ نے فرمایا۔ میں نے صادق، مصدوق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا میری اُمت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھ میں ہے مروان نے کہا، چند لونڈوں کے ہاتھ میں۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا۔ اگر تو چاہے تو میں ان کے نام بھی تجھ کو بتلا دوں۔

(بخاری ج ١ ص ٥٠٩، دلائل النبوۃ، ج ٦ ص ٤٦٥ از امام بیہقی، صحیح ابن حبان ج ٩ ص ٢٥١، جامع صغیر ج ٢ ص ٢٠٢ کتاب الشفاء ج ١ ص ٢٢٥، خصائص کبریٰ ج ٢ ص ١٣٨، البدایہ والنہایہ ج ٦ ص ٢٢٨)

(۱) محدث کرمانی نے کہا ہے کہ، اس سے مراد بنی امیہ اور ان کے دھوکے ہیں۔ جو قتل عثمان کے بعد واقع ہوئے۔

(حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۵۰۹ حاشیہ ۶)

(۲) مولانا محمد انور کاشمیری محدث دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے۔

ھم بنو امیۃ ۔ وہ بنی امیہ ہی ہیں۔ فیض الباری ج ۴ ص ۵۸

مروان نے کہا۔ ان لونڈوں پر خدا کی لعنت ہو۔

(حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۵۰۹ حاشیہ ۶)

(چھٹی حدیث) یوسف بن ماہک کا بیان ہے کہ مروان حجاز کا گورنر تھا۔ اس کو امیر معاویہ نے وہاں کا عامل مقرر کیا تھا، مروان نے خطبہ دیا، جس میں یزید بن معاویہ کا ذکر کرنے لگا، تاکہ اس کے باپ کے بعد اس کے لئے بیعت لی جائے، اس پر حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مروان کو کچھ فرمایا، تو مروان نے برافروختہ ہو کر اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ اس کو گرفتار کرلو، یہ سن کر حضرت عبدالرحمن اپنی بہن، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں گھس گئے اور مروان کی پولیس کا ان پر قابو نہ چل سکا۔ اب مروان (جھلا کر) بولا یہ وہی شخص تو ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی" والذی قال لوالدیہ اف لکما اتعداننی" اور جس نے اپنے ماں باپ کو کہا میں بیزار ہوں تم سے کیا تم مجھے وعدہ دیتے ہو، الخ۔ ام المؤمنین نے (جب مروان کی غلط بیانی سنی تو) پردے کے پیچھے سے جواب دیا کہ، اللہ تعالیٰ نے ہماری مذمت میں تو قرآن پاک میں کچھ نازل نہیں کیا ہے، ہاں اللہ تعالیٰ نے میری برآت اور پاکدامنی کی آیات ضرور نازل فرمائیں۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۱۵) و فتح الباری ج ۸ ص ۴۲

مستخرج اسماعیلیؒ میں اس روایت کی تفصیل یوں ہے۔

معاویہ نے ارادہ کیا کہ اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنائے تو مروان کو اس کے بارے میں لکھا۔ اب مروان نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اس میں یزید کا ذکر کر کے اس کی بیعت کی دعوت دی اور کہا۔ اللہ تعالٰی نے معاویہ کو یزید کے بارے میں اچھی رائے سجھائی ہے۔ اب اگر وہ اس کو خلیفہ بناتے ہیں تو ابو بکر و عمر بھی خلیفہ بنا چکے ہیں۔ (بحوالہ حادثہ کربلا ص ۲۸۸ ، ۲۸۹)

سیدنا عبدالرحمان بن ابی بکر کے فضائل

مروان ظالم حکمران کی لغو بیانی کا جواب سب سے پہلے آپ نے دیا، اس کو بر سرِ منبر ٹوک دیا۔ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے "سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق کہکر" جہاد کیا۔

حافظ اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ، مروان کہنے لگا۔ یہ ابو بکر و عمر کی سنت ہے، حضرت عبدالرحمان نے فرمایا (نہیں بلکہ یہ) ہرقل و قیصر کی رسم ہے۔ (بحوالہ حادثہ ص ۲۸۹)

مسند ابی یعلی، اور تفسیر ابن ابی حاتم میں عبداللہ مدنی کی زبانی اس واقعہ کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

حضرت عبداللہ مدنی نے کہا۔ جس وقت مروان نے خطبہ دیا میں مسجد نبوی میں موجود تھا۔ کہنے لگا اللہ تعالٰے نے معاویہ کو یزید کے بارے میں عمدہ رائے سجھائی ہے، اگر وہ اس کو خلیفہ بناتے ہیں تو ابو بکر و عمر بھی بنا چکے ہیں، اس پر حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا یہ تو ہرقل کی رسم ہے۔ اللہ کی قسم، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد میں کسی کو خلافت نہیں سونپی اور

نہ اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ بنایا۔ مگر معاویہ تو اپنے بیٹے کو اعزاز بخشنا چاہتے ہیں۔ (حادثہ ص۲۹) یہ واقعات فتح الباری ج ۸ ص۴۱ اور البدایہ والنھایہ ج ۸ ص۸۹ پر بھی موجود ہیں۔

تفصیل کے لئے دیکھئے۔ تاریخ الخلفاء ص۱۵۵، حیواۃ الحیوان ج ا ص۸۵، ماثبت بالسنہ ص۱۳

مروان شیطان کی یہ تقریر، روضۂ رسول اللہ کے سامنے، مسجد نبوی میں، منبر رسول پر ہو رہی ہے اور افتراء و بہتان کا یہ عالم ہے کہ یزید کی ولی عہدی کی رسم کو سُنت شیخین بتلا رہا ہے، حضرت عبدالرحمان جب اس کو ٹوکتے ہیں تو وہ پلید بگڑ جاتا ہے، الزام تراشی کرتا ہے، کتاب اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتا ہے، ذرا بھر خیال نہیں کہ کہاں ہوں، کس مقام پر ہوں کس کے سامنے ہوں، کس سے مخاطب ہوں۔ وہ کس کے بیٹے ہیں۔ حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی ہیں۔ مروان و یزید تو کیا دیکھا ان کے باپ دادا، معاویہ و سفیان سے بھی بنص قرآن افضل و اعلیٰ ہیں۔ امیر معاویہ و سفیان مؤلفۃ القلوب میں تھے، فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے، طلقاء میں ان کا شمار ہے۔ مگر حضرت عبدالرحمان صلح حدیبیہ کے زمانے میں فتح مکہ سے بہت پہلے مشرف با اسلام ہوئے۔ البدایہ والنھایہ ج ۸ ص۸۸ اور فتح مکہ سے پہلے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں آباد ہو گئے اور جان و مال اسلام پر خرچ کرنے لگے۔ قرآن مجید میں ہے کہ "تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔ (الحدید آیت ۱۰)

حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خیبر کی آمدنی میں سے ان کیلئے

چالیس وسق سالانہ خرما کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔

کان من سادات المسلمین۔ مسلمانوں کے سرداروں میں سے تھے...... اہل اسلام میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۸ و ص ۸۹)

حافظ ابن کثیر نے زبیر بن بکار سے بسند نقل کیا ہے کہ امیر معاویہ نے ایک لاکھ درہم حضرت عبدالرحمان کی خدمت میں بھیجے (یزید کی ولی عہدی کا مطلب نکالنے کیلئے) مگر استغناء مصطفوی پر عمل کرنے والے فرزند صدیق اکبر رضی اللہ عنہما نے لینے سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ یہ بھی فرما دیا۔ ابیع دینی بدنیای۔ میں اپنی دنیا کے عوض اپنا دین بیچ ڈالوں

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۹۔ سیر الصحابہ ج ۲ ص ۴۰۶)

مروان کون تھا؟

مروان[1] حکم اموی کا بیٹا تھا۔ اس کی ماں کا نام زرقا تھا یہ موہب کی بیٹی تھی، ذوات الرایات میں سے تھی یعنی فاحشہ عورتوں کی دلالی کرتی تھی۔

(پورہ بتول ص ۴۲ بحوالہ الکامل ج ۴ ص ۱۹۴)

مروان کے بارے میں، ارشاد رسول، منقول ہے،

ھوالوزغ ابن الوزغ۔ الملعون ابن الملعون۔ رواہ الحاکم و قال صحیح الاسناد۔ حیوٰۃ الحیوان ج ۲ ص ۴۲۲۔ قالت عائشۃ الصدیقہ! لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ابا مروان ومروان فی صلبہ! وروی الحاکم عن عمرو ابن مرۃ ان الحکم بن ابی العاص استاذن علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نعرف صوتہ فقال! ائذنوالہ

لعنۃ اللہ علیہ وعلی من یخرج من صلبہ الا المؤمن منہم۔

حیوۃ الحیوان ج ۲ ص ۲۲۲

مروان شیطان صحابی ہرگز نہیں ہے، ساری زندگی جلا وطنی میں گزاری حضرت عثمان کے زمانے میں مدینے لوٹا، ان کو شہید کرایا، اور اسی طرح اپنی شرارتوں سے مسلمانوں کو ستاتا رہا۔ (اکمال فی اسماء الرجال مترجم ص ۱۱۲)
وقد وردت احادیث فی لعن الحکم والد مروان وما ولد۔ فتح ج ۱۳ ص ۱۳ بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۶ حاشیہ ۳)
حافظ ابن کثیر نے مروان کی ایک شرارت کا ذکر یوں کیا ہے کہ۔ مروان نے امیر معاویہؓ کو لکھا کہ مجھے خطرہ ہے، کہیں حسین فتنہ کی اماجگاہ نہ بن جائے۔ اور یہ کہ آپ کی اس سے جنگ نہ ہو جائے۔ امیر معاویہ نے امام حسین کو مراسلہ بھیجا کہ جو شخص اپنا عہد و پیمان اللہ تعالیٰ سے کرلے اس کی وفاداری نہایت ضروری ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ کوفیوں نے آپ کو اختلاف پر ابھارا ہے۔ آپ کو ان کا خوب تجربہ ہے وہ لوگ آپ کے والد ماجد اور برادر بزرگوار کے وفادار نہ تھے، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور وعدہ کا خیال رکھو.....
سیدنا امام حسین علیہ السلام نے جواباً فرمایا۔ مجھے تمہارا خط موصول ہوا ہے میرے بارے میں جو آپ کی معلومات ہیں ان کا سزاوار نہیں۔ نیک کاموں کی رہنمائی صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے میں نے کبھی بھی آپ سے ضرب وحرب کا ارادہ نہیں کیا، اور نہ ہی اختلاف وافتراق کا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۶۲)

مروان مرتے دم تک اہل بیت نبوت کی دشمنی کرتا رہا ہے۔ حافظ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں۔ ولم یزل مروان عدوا لبنی ھاشم حتی مات۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۴۴)

محدث اسماعیلی کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے مروان کے بارے میں فرمایا۔ کذب، واللہ، ما انزلت فیہ۔ اللہ کی قسم مروان جھوٹ بکتا ہے یہ آیت "والذی قال لوالدیہ اف لکما" عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں نازل نہیں ہوئی۔

مُسند ابو یعلی میں یہ بھی آتا ہے کہ پھر مروان منبر سے اتر کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سخت کلامی کرنے لگا اور آپ نے بھی اس کو دیسے جواب دیئے آخر واپس چلا گیا۔ فتح الباری ج ۸ ص ۴۴۱ و ص ۴۴۲،

ولید بن عقبہ عامل مدینہ نے امام حُسین سے جب یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا تو اس کو مروان نے آپ کے قتل کا مشورہ دیا تھا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴۷ / ۱۶۲

امام محمد بن احمد ذہبی نے لکھا ہے

مروان بن حکم اموی۔ لم یری النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم .... ولہ اعمال موبقۃ، وفعل وفعل۔ میزان الاعتدال ج ۴ ص ۸۹

امام صفی الدین خزرجی نے لکھا ہے کہ۔ لا یصح لہ سماع۔ مروان کے لئے سماع حدیث، صحیح ثابت نہیں۔ خلاصۃ تذہیب الکمال ج ۳ ص ۱۹

(ساتویں حدیث) عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو بن سعید نے کہا کہ مجھے میرے دادے نے بتایا کہ میں مدینہ منورہ میں حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا، اس وقت مروان بھی ہمارے ساتھ تھا۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا، میں نے صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں سے ہوگی اس پر مروان کی زبان سے نکلا۔ اللہ کی لعنت ہو ان پر لونڈے ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا اگر میں بتانا چاہوں کہ فلاں

فلاں کے لڑکے ہیں تو بتا بھی سکتا ہوں (عمرو کا بیان ہے کہ) پھر میں اپنے دادے کے ساتھ جب بنی مروان کی حکومت شام پر قائم ہوئی تو ان کے یہاں جایا کرتا تھا۔ دادا جان جب ان نوخیز لونڈوں کو دیکھتے تو فرمایا کرتے تھے کہ غالباً یہ وہی لوگ ہیں (جن کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا تھا) ہم یہ سن کر کہتے تھے آپ کو خوب معلوم ہے۔ بخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۴۶

امت کی تباہی پاگل لونڈوں کے ہاتھ سے

حافظ ابن حجر شارح بخاری نے تصریح کی ہے کہ امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ مسند احمد اور سنن نسائی میں حضرت ابوہریرہ سے باین الفاظ مروی ہے۔

ان فساد امتی علی یدی غلمۃ سفہاء من قریش۔

میری امت کی تباہی قریش کے چند پاگل لونڈوں کے ہاتھ سے ہوگی۔

(فتح الباری ج ۱۳ صفحہ ۱۱) صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۵۱ ، ۲۱۲

پاگل لونڈوں کی حکومت کی کیفیت

اس ہلاکت، فلاکت اور فتنہ و فساد کا ذکر اور تشریح صحیح بخاری کی حدیثوں سے آپ نے دیکھی اب، حضرت ابوہریرہ ہی کی ایک اور روایت جس کو علی بن الجعد اور ابن ابی شیبہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ ملاحظہ کریں۔

(اعوذ باللہ من امارۃ الصبیان۔ قالوا وما امارۃ الصبیان؟ قال ان اطعتموھم ھلکتم وان عصیتموھم اھلکوکم۔

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں لونڈوں کی امارت سے حاضرین نے عرض کیا،

لونڈوں کی امارۃ کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا۔ یہ کہ اگر تم نے انکی بات مانی تو بھی ہلاک ہوئے، (کہ دین چلا جائے گا) اگر تم نے ان کی نافرمانی کی تو وہ تمہیں ہلاک کر کے چھوڑیں گے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۲)

اُمّت کی تباہی میں یزید کا پہلا نمبر

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان لونڈوں میں سب سے پہلا لونڈا ۶۰ھ میں برسرِ اقتدار آیا، جو بالکل واقع کے مطابق ہے کیونکہ یزید بن معاویہ اسی ۶۰ھ میں بادشاہ بنا اور ۶۴ھ تک زندہ رہ کر مرگیا۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۲)

صحیح بخاری کے حاشیہ پر ہے۔ اولهم يزيد عليه ما يستحق۔
(الکواکب الدراری شرح صحیح بخاری ملاحظہ ہو۔ بخاری حاشیہ ۳ ج ۲ ص ۱۰۴۶)

پاگل لونڈوں سے مراد وہ ہیں جو خلفاء راشدین کے بعد تھے۔ مثلاً، یزید، و عبدالملک بن مروان وغیرہ (مرقاۃ علی ھامش مشکوٰۃ ص ۴۶۲ ج ۸)

اس سے مراد قاتلان عثمان و علی و حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کے علاوہ حجاج بن یوسف، سلیمان بن عبدالملک اور اس کی اولاد بھی شامل ہے۔ اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۸۲ و ص ۲۸۳،

مظاہر حق ج ۴ ص ۳۱۶۔

قبیلہ قریش کے ان چند پاگل لونڈوں سے الگ رہنے کی ہدایت بھی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور یہ بھی ہے کہ دین کی سلامتی اسی میں ہے کہ ان پاگلوں سے راہ فرار اختیار کیا جائے، اسی بنا پر یزید پلید

کے عہد نحوست مہد میں میدانِ کربلا ہو، یا جنگ حرہ، حرم الٰہی کا محاصرہ ہو یا حرم نبوی پر چڑھائی ان میں سے کسی ایک مہم میں، یزید پلید کی حمایت میں کوئی صحابی تو کیا کسی قابل ستائش نیک نام تابعی کا نام بھی ڈھونڈے سے نا ملے گا۔

امام ابن حجر حدیث کے اس جملے کی کہ "فاذا راھم غلمانا احداثا"

ہمارے دادا جان جب شام کے حکمرانوں کو دیکھتے کہ وہ نوخیز لونڈے ہیں۔ کی شرح کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

اور ظاہر یہی ہے کہ (راوی کے دادا نے) جن حکمرانوں کا ذکر کیا ہے، وہ قریش کے انہی لونڈوں میں داخل ہیں اور ان کا پہلا شخص یزید ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ کا سنہ ۶۰ھ کا آغاز اور لونڈوں کی امارت کا ذکر کرنا۔ اس بات کو ظاہر کر رہا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یزید نے اکثر بڑے بڑے شہروں کی امارت سے بڑی عمر کے لوگوں کو ہٹا کر ان کی جگہ اپنے رشتہ داروں میں سے کم عمر لوگوں کو والی بنا دیا تھا۔ فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۳ و عمدۃ القاری۔

پاگل لونڈوں پر مروان کی لعنت

امام ابن حجر عسقلانی نے ارقام فرمایا ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ مروان نے ان مذکورہ لونڈوں پر لعنت کی، حالانکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ اسی کی اولاد ہی میں ہوئے ہیں پس گویا اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس کی زبان سے جاری کرادی تاکہ ان لونڈوں پر سخت حجت قائم ہو جائے۔ اور شاید اس بات سے وہ نصیحت پکڑیں۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۳ و عمدۃ القاری)

(آٹھویں حدیث) حضرت ابوہریرہ نے فرمایا۔ جس شر کا آغاز سن ساٹھ ہجری سے ہونے والا ہے، وہ قریب آگیا ہے، اس سے عرب کے

واسطے خرابی ہے، اس وقت امانت، غنیمت ہو جائے گی، صدقہ تاوان ہو جائے گا، شہادت تعارف کے ساتھ ہوگی اور حاکم اپنے نفس کی خواہش کے مطابق حکمرانی کرے گا۔ (صححہ الحاکم) خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۳۹،
(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۵۲۹)

(نویں حدیث) حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ عنقریب ایسے امور و نشان ظاہر ہوں گے کہ تم ان سے ناواقف ہو گے، صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ؟ ہمارے لئے کیا حکم ہے؟

فرمایا۔ تم پر ضروری ہے کہ حق ادا کرو اور اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہو جو تمہارے لئے ہے۔ (البدایہ والنھایہ ج ۶ ص ۲۲۷)

(دسویں حدیث) حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا، آپ نے فرمایا! بیشک میری اُمت میں فساد قریش کے بے وقوف لونڈوں کے ہاتھ سے ہوگا۔
(ابن حبان ج ۹ ص ۲۵۲، البدایہ والنھایہ ج ۶ ص ۲۲۸)

(گیارھویں حدیث) نیز فرمایا۔ میری امت کی ہلاکت قریش کے پاگل لونڈے حاکموں (کے ہاتھ) سے ہوگی۔ (البدایہ ج ۶ ص ۲۲۸)

(بارھویں حدیث) حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ سن ساٹھ[۱] کے آغاز سے تم لوگ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا، اور لونڈوں کی حکومت سے پناہ مانگنا، اس وقت دنیا۔ (حکومت) احمق (یزید) اور بد عادت (یزید) کیلئے ہوگی (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۳۹)

---

[۱] غرض سن ساٹھ ہجری میں جو اٹھا باپ کا سایہ تو یہ نا اہل مطلق بر سر سلطنت آیا

(تیرھویں حدیث)[۱۳] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، بارگاہ رب العلمین میں یہ دُعا عرض کرتے تھے،

اللھم انی اعوذبک من راس الستین وامارۃ الصبیان۔

اے اللہ! مجھے پناہ دے ساٹھویں سن سے اور لونڈوں، چھوکروں کی کی امارۃ سے۔ البدایہ والنھایہ ج ۶ ص ۲۲۸، تاریخ الخلفاء ص ۱۵۷۔
(الصواعق المحرقہ ص ۲۲۱، تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۳۹)

چھوکروں کی حکومت سے مراد، یزید بن معاویہ کی حکومت کی طرف اشارہ ہے۔ (تفسیر مظہری ایضا)

(چودھویں حدیث)[۱۴] حضرت ابو ہریرہ منبر رسول اللہ پر جلوہ گر ہوئے، اور فرمایا، عرب کے لئے خرابی ہے اس شر سے جو قریب آگیا ہے۔ خرابی ہے ان کے لئے لونڈوں، بچوں کی امارۃ سے۔ وہ ان میں خواہشات سے حکومت کریں گے، اور ان کو ناراضگی سے قتل کریں گے۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۱۲)

(پندرھویں حدیث)[۱۵] ابو سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ بیمار ہوئے تو میں ان کی طبع پرسی کے لئے حاضر ہوا اور کہا۔

اللھم اشف ابا ھریرۃ۔ اے اللہ۔ ابو ھریرہ کو شفا دیدے۔

ابو ھریرہ نے فرمایا۔ اللھم لا ترجعھا، اے اللہ ایسا نہ کرنا۔ اور فرمایا۔ اے ابو سلمہ، عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ ان کو سرخ سونے سے موت زیادہ پسند ہوگی۔ البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۱۲۔

مروان۔ جب حضرت ابو ہریرہ کی عیادت کیلئے آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے اللہ۔ میں تیرے لقاء کو پسند کرتا ہوں تو بھی میرے ملنے کو پسند فرمالے۔

(البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۱۴)

(سولھویں حدیث) [16] روی عطاء عن ابی هریرة قال!

اذا رأیتم ستا فان کانت نفس احدکم فی یده فلیرسلها، فذلك أتمنی الموت اخاف ان تدرکنی، اذا امرت السفهاء وبیع الحکم وتھون بالدم وقطعت الارحام وکثرت الجلاوزة ونشاء نشو یتخذون القرآن مزامیر۔ (البدایہ والنهایہ ج ۸ ص ۱۱۳)

خلاصہ یہ کہ حضرت عطا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ جب تم چھ چیزیں دیکھو، پس اگر تم میں کوئی شخص کسی کا مالک ہو تو اسے آزاد کر دے، اسی لئے میں موت کی تمنا کرتا ہوں کہ مجھے ان میں گھر جانے کا خطرہ ہے۔ (۱) جب بے وقوف حاکم بن جائیں (۲) اور انصاف بکنے لگے (۳) اور خونریزی عام ہو جائے (۴) اور رشتہ داری منقطع ہو جائے (۵) اور بدکاری عام ہو جائے (۶) اور ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو قرآن کو گانا بجانا بنا لیں۔

(سترھویں حدیث) [17] سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرمایا۔ کہ قاتل و ملعون یزید کو اللہ تعالیٰ برکت نہ دے اس نے میرے پیارے بیٹے حسین کے ساتھ بغاوت کی اور انہیں شہید کرایا، حسین کی تربت کی مٹی میرے پاس لائی گئی، اور مجھے ان کا قاتل بھی دکھا دیا گیا، اور بتایا گیا کہ جن کے سامنے حسین قتل کئے جائیں گے وہ ان کی مدد نہ کریں گے اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک عام عذاب مسلط کر دیا ہے۔ (ابن عساکر) ماثبت بالسنہ ص ۱۱ مترجم ص ۲۷

(اٹھارھویں حدیث) [18] سیدہ زینب بنت جحش سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی

مجھے بتایا ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا (علیہما السلام) کے قتل کے عوض ہم نے (صرف) ستر ہزار لوگوں کو قتل کرایا تھا۔ اور آپ کے نواسے (امام حسین) کے قتل کے بدلے ایک لاکھ چالیس ہزار قتل کراؤنگا۔ رواہ حاکم و مستدرک مرفوعاً وصححہ، فیض الباری ج ۴ ص ۶۹، وعلی ھامشہ، ھذا حدیث صحیح الاسناد، قال الذھبی، صحیح علی شرط مسلم ۱۲ فیض الباری حوالہ مذکورہ

۱۹
(انیسویں) حدیث) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ چھ طرح کے شخص ہیں، میں نے ان پر لعنت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی ہے۔ اور ہر نبی مستجاب ہے (یعنی انکی بات مانی جاتی ہے)

۱ کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا (۲) اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا، (۳) زبردستی غالب آجانے والا، تاکہ جسے اللہ نے ذلیل کیا ہے وہ اس کو عزت دے۔ اور جس کو اللہ نے عزت دی وہ اس کو ذلیل کرے۔

(۴) اللہ کے حرام کو حلال سمجھنے والا۔ (۵) میری اولاد سے حلال جانے اس چیز کو جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔ (۶) میری سنت کو چھوڑ دینے والا۔

(رواہ البیھقی فی المدخل ورزین فی کتابہ۔ مشکوٰۃ شریف ص ۲۲،

حادثہ کربلا ص ۲۷۲ پر ہے کہ اس حدیث کو امام ترمذی نے اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ سے روایت کیا۔ نیز حاکم نے حضرت ابن عمر سے اس کو روایت کیا۔

اس حدیث کی چار باتیں تو علی الاتفاق یزید میں پائی جاتی تھیں جنکی تفصیل ملاحظہ کریں۔

(۱) یزید، دھونس دھکے، جبر و جور اور ظلم و زور سے اُمت مسلمہ پر مسلط ہوا اہل بیت نبوت، صحابہ کرام، جو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم

کے نزدیک معزز ترین و بہترین خلائق ہیں۔ یزید نے ان کی توہین و تذلیل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مفسدین اور بدترین شریر لوگ جنہوں نے حضرت حسین علیہ السلام کو شہید کیا۔ حرم مدینہ و حرم مکہ میں صحابہ کرام کو قتل کیا حرم مکہ و حرم مدینہ میں قتل و غارت کے چراغ جلائے۔ مثلاً عبید اللہ بن زیاد۔ عمرو بن سعد شمر بن ذی الجوشن، مسلم (مجرم و مسرف) بن عقبہ۔ حصین بن نمیر، وغیرہ خبیث، پلید، خونخوار و ظالم درندے یزید کے نزدیک معزز و محترم تھے۔[1]

(۲) یزید نے حرمین طیبین کی حرمت کا کوئی ادب ملحوظ نہ رکھا۔

(۳) اولاد، رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قتل کرکے خاک و خون میں غلطاں کیا۔

(۴) تارک سنت ہی تھا۔ (جو فرائض کی بجا آوری سے پہلو تہی کرتا تھا، سنت کے نزدیک کب جاتا ہوگا؟)

امام بیہقی سے دلائل النبوۃ میں جو احادیث مروی ہیں ملاحظہ کریں۔

بیسویں[20] حدیث) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ مدینہ منورہ کے بازار میں پھرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ اے اللہ مجھ کو ساٹھواں سن نہ پائے۔ اے لوگو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، معاویہ[2] کی کنپٹیوں کے بالوں کو مضبوطی سے تھام لو۔

سلہ مشیران حکومت بھی شرابی تھے جواری تھے: غرض یہ ہے کہ جیسا دیوتا ویسے پجاری تھے گویوں شاعروں کو اسکے دربار میں موج رہتی تھی: جلوس میں پالتو کتوں کی سالم فوج رہتی تھی۔

سلہ امام بیہقی نے شعبی سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب صفین سے واپس ہوئے تو فرمایا: لوگو، معاویہ کی امارت کا انکار نہ کرو، معاویہ کو اگر تم گم کردو تو سروں کو حنظل کی طرح کاندھوں سے گرتا دیکھو گے جبکہ اس کے بعد قتل عام ہوگا۔ (دلائل النبوۃ بیہقی ج ۲، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۳۹) ایک سید صاحب مجدد الف ثانی کے مخالف تھے، انہوں نے مکتوبات مجدد میں امیر معاویہ کی تعریف دیکھی اور بجائے اس کے مکتوبات کو اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ شب کو خواب میں دیکھا، مجدد صاحب تشریف لائے اور کہا: اتنی جرأت کہ میرے کلام پر بھی اعتراض ہے، تجھے تیرے نانا نبی کریم علیہ السلام کے پاس لے چلوں۔ چنانچہ مجدد صاحب نے سید صاحب کو بارگاہ علی مرتضیٰ میں پیش کر دیا اور کہا میں نے مکتوبات میں امیر معاویہ کی تعریف لکھی ہے، یہ سید صاحب اسی وجہ سے ناراض ہیں۔ یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا۔ جانتا نہیں کہ معاویہ میرے بھائی ہیں اور ان سے عداوت کسی کو زیب نہیں۔ مجدد صاحب نے جو کچھ لکھا ہے درست ہے۔ پھر حضرت علی نے مجدد صاحب کو حکم فرمایا کہ ان کے سینے پر ایک گھونسہ مارو۔ چنانچہ مارا گیا۔ سید صاحب جاگے اٹھے تو سینہ میں درد تھا [illegible] مجدد صاحب سرہندی کی [illegible] مرید ہوگئے۔ پھر شیخ المحقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے پاس آکر خواب بیان کیا، انہوں نے کہا یہ خواب [illegible] ہیں۔ سید صاحب نے فرمایا اولیاء کی کرامات سے انکار ہرگز نہ کریں۔ [illegible] قرآن سے [illegible]۔ سید صاحب اور محقق صاحب نے قرآن کھولا تو یہ آیت نکلی رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔ اس کے بعد محقق صاحب نے توبہ کی اور مجدد صاحب حضرت کے ہوگئے۔ (ہفتاد اولیاء ص ۱۳۳، تذکرہ اولیاء ہند ج ۲ ص ۱۶)

اے اللہ! میں لڑکوں کی امارت کے زمانے تک زندہ نہ رہوں۔ (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۶۶، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۳۹، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۲۲۹ و ج ۸ ص ۱۱۴)

ساٹھواں سن وہی ہے جس میں یزید کی امارت قائم ہوئی تھی۔

(اکیسویں[۲۱] حدیث) حافظ ابو یعلی نے حضرت ابو عبیدہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ امر (دین) ہمیشہ عدل و انصاف سے قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ رخنہ ڈالے گا اس میں بنی اُمیّہ کا ایک شخص اسکو یزید کہا جائیگا (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۶۷، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۲۲۹ ج ۸ ص ۲۳۱)

(بائیسویں[۲۲] حدیث) حافظ ابو یعلی نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا ہے، آپ نے فرمایا جو شخص پہلے پہل میری سُنت کو تبدیل کرے گا وہ بنی اُمیّہ سے ہوگا۔ بیہقی نے کہا، لگتا ہے کہ وہ یزید بن معاویہ ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۶۷، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۳۹، البدایہ ج ۶ ص ۲۲۹ و ج ۸ ص ۲۳۱)

(تئیسویں[۲۳] حدیث) ورواہ ابن خزیمہ عن بندار عن عبدالوھاب بن عبدالمجید عن عوف۔ حدثنا مھاجر بن ابی مخلد، حدثنی ابوالعالیہ حدثنی ابو مسلم عن ابی ذر فذکر نحوہ۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۱)

(چوبیسویں[۲۴] حدیث) ابن عساکر نے حضرت ابو عبیدہ جراح سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ یہ امر (دین)، ہمیشہ عدل و انصاف پر قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ بنی اُمیّہ کا ایک شخص یزید اس میں رخنہ ڈالے گا۔ اخرجہ ابن منیع وابو یعلی، والبیہقی، وابو نعیم، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۳۹ تاریخ الخلفاء ص ۱۵۹، حجۃ اللہ ص ۵۲۹

(پچیسویں[۲۵] حدیث) محدث کبیر امام رویانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو دردا

خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۳۹۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۵۹ و الصواعق المحرقہ ص ۲۲۱

تاریخ الخلفاء ص ۱۶۰ والصواعق المحرقہ ص ۲۲۱ و تطہیر الجنان ص ۶۲

سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سُنا ہے کہ پہلا شخص جو میری سُنت کو تبدیل کرے گا، وہ بنی اُمیہ میں سے ہوگا اور اس کو یزید کہا جائے گا۔

جامع صغیر ج ۱ صفحہ ۱۱۵، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۰، ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۳، صواعق محرقہ صفحہ ۲۲۱ حجۃ اللہ علی العلمین صفحہ ۵۲۹

(چھبیسویں حدیث ۲۶) حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں میں ایسے فتنے آئے ہیں، جو اندھیری رات کے ایک ٹکڑے کی مانند تھے، ...... نبوت منسوخ ہوگئی بادشاہت آگئی۔ اے معاذ! گنتی کرو، جب میں پانچ پر پہنچا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یزید اللہ تعالیٰ یزید کو برکت نہ دے۔ پھر چشمان مبارک سے آنسو جاری ہوگئے، اور فرمایا، کہ میرے پاس حسین کی شہادت کی خبر آئی ہے، ان کی قبر کی مٹی میرے پاس لائی گئی اور مجھے ان کے قاتل کے بارے میں بتایا گیا، معاذ نے کہا کہ جب میں گنتے ہوئے دس تک پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ولید ایک فرعون کا نام ہے، جو شرائع اسلام کا ہادم ہوگا اور اس کے گھرانے کا ایک آدمی اس کو خون کرے گا۔ خصائص کبریٰ ج ۲ صفحہ ۱۳۹ حجۃ اللہ علی العلمین صفحہ ۵۶۹

(ستائیسویں حدیث ۲۷) حارث بن مسکین، سفیان سے اور یہ شبیب سے اور یہ عرقدہ بن المستظل سے، یہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سُنا۔ وہ فرماتے تھے، رب کعبہ کی قسم! مجھے علم ہے کہ عرب کب ہلاک ہوں گے؟ جب ان کا حکمران ایسا مرد بنے گا جس نے زمانہ جاہلیت بھی نہ پایا ہوگا اور نہ ہی اسلام سے روشناس ہوگا۔ البدایہ والنھایہ ج ۸ صفحہ ۲۳۱ و صفحہ ۲۳۲

حافظ ابن کثیر نے فرمایا۔ میں کہتا ہوں کہ یزید بن معاویہ سے اکثر

ایسی نازیبا باتیں سرزد ہوئی ہیں جن کی وجہ سے اس سے اظہار نفرت کیا جاتا تھا اور یہ کہ وہ شراب نوشں تھا اور بعض خواہشوں کا بھی مرتکب تھا، اور امام حُسین علیہ السلام کا قتل کروایا ہے جیسا کہ احمد کے دن یزید کے داد سے ابوسفیان نے کہا تھا۔ لم یأمر بذلک ولم یسوہ (البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۲۳۲)

(اٹھائیسویں ۲۸ حدیث) حافظ ابویعلی محدث نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا سن ساٹھ ہجری سے پناہ مانگو اور چھوکروں لونڈوں کی حکمرانی سے۔ البدایہ ج ۸ ص ۲۳۱

اخرجہ البزاز واحمد بسند صحیح۔ حجۃ اللہ علی العلمین ص ۵۲۹،

(اُنتیسویں حدیث) عن سعید بن جمھان قال حدثنی سفینۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلافۃ فی اُمتی ثلاثون سنۃ ثم ملک بعد ذلک ثم قال لی سفینۃ۔ امسک خلافۃ ابی بکر ثم قال وخلافۃ عمر وخلافۃ عثمان ثم قال امسک خلافۃ علی۔ فوجدناھا ثلثین سنۃ۔ قال سعید فقلت لہ ان بنی امیۃ یزعمون ان الخلافۃ فیھم قال کذبوا بنو الزرقاء بل ھم ملوک من شر الملوک۔ ترمذی ج ۲ ص ۴۶ صحیح ابن حبان ۹۲ ص ۲۲۶

(ترجمہ) سعید بن جمہان سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے سفینہ نے حدیث بیان کی اور کہا کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے میری اُمت میں خلافت تیس سال ہوگی۔ پھر اس کے بعد بادشاہت ہوگی۔ پھر مجھے حضرت سفینہ نے فرمایا کہ گنو۔

حضرت ابوبکر کی خلافت کو پھر فرمایا اور حضرت عُمر کی خلافت کو اور حضرت عثمان کی خلافت کو، پھر فرمایا گنو حضرت علی کی خلافت کو،

پس پایا ہم نے اس خلافت کو تیس سال، سعید نے بتایا کہ میں نے حضرت سفینہ کو کہا کہ بنی اُمیہ والے گمان کرتے ہیں کہ وہ بھی خلیفے ہیں۔ سفینہ نے فرمایا، زرقاء کے بیٹے؛ جھوٹ بکتے ہیں بلکہ وہ بادشاہوں میں بدتر بادشاہ ہیں

(تیسویں۳۰ حدیث) ابونعیم، ابوالاشہب، حسن سے روایت کرتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد۔ معقل بن یسار کے مرض الموت میں عیادت کو گئے تو ان سے معقل نے کہا کہ میں تجھ سے ایسی حدیث بیان کرتا ہوں، جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سُنی ہے۔ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ نے کسی رعیت کا حاکم بنایا اور خیر خواہی کے ذریعہ اس کی حفاظت نہیں کی تو جنت کی خوشبو تک اس کو نہیں پہنچے گی۔ بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۵۸ مترجم ج ۳ ص ۷۶۰

عُبید اللہ بن زیاد امیرا..... غلاما سفیھا یسفك الدماء سفكا شدیدا۔ فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۶۰

(اکتیسویں۳۱ حدیث) اسحاق بن منصور، حسین جعفی، زائدہ، ہشام حسن سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم معقل بن یسار کے پاس ان کی عیادت کو آئے۔ پھر عبیداللہ (ابن زیاد) ان کے پاس آئے تو ان سے معقل نے کہا کہ میں تم سے ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنی ہے

آپ نے فرمایا کہ جو شخص مسلمان رعیت کا حاکم ہو اور وہ اس حال میں مرجائے کہ ان سے خیانت کرنے والا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر بہشت حرام کردے گا۔ بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۹ مترجم ج ۳ ص ۷۶۰۔

(بتیسویں۳۲ حدیث) حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ یہ امر نبوت و رحمت ظاہر ہوا ہے پھر یہ امر خلافت و رحمت ہوگا۔ پھر

ظلم سے بھرپور کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی۔ پھر تکبر، جبر اور فساد ہوگا اس وقت لوگ زنا کریں گے۔ شرابیں حلال ہو جائیں گی، ریشم پہننا حلال ہو جائے گا۔ ایسے بادشاہوں کی لوگ مدد کریں گے اور انہیں ہمیشہ روزی ملے گی یہاں تک کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے۔

خصائص کبریٰ ج۲ ص۱۱۶ عن البیھقی وابی نعیم، البدایہ والنھایہ ج۸ ص۲۰ وقال اسنادہ جید۔

(۳۳ تینتیسویں حدیث) ابوبکرہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ نبوت کی خلافت تیس سال ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا ملک دیگا۔ معاویہ نے کہا ہم ملک پر بھی راضی ہو گئے۔ خصائص کبریٰ ج۲ ص۱۱۶ عن البیھقی

(۳۴ چونتیسویں حدیث) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ نبوت کے زمانے میں ہو، اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا نبوت رہے گی اور اس کے بعد نبوت اٹھالی جائے گی، پھر نبوت کے طریقے پر خلافت ہوگی اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ خلافت رہے گی، پھر خلافت بھی اٹھالی جائے گی۔ پھر ظلم سے بھرپور بادشاہت ہوگی، اور جبریت ہوگی اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ جبریت باقی رہے گی پھر ختم ہو جائے گی پھر اس کے بعد خلافت علی منہاج النبوت ہوگی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ جب خلیفہ ہوئے تو ان سے یہ حدیث ذکر کی گئی اور لوگوں نے کہا کہ ہمیں اُمید ہے کہ یہ خلافت آپ کی خلافت ہے یہ سُن کر عمر بن عبدالعزیز مسرور ہوئے، خصائص کبریٰ ج۲ ص۱۱۶ عن البیھقی۔

(۳۵ پینتیسویں حدیث) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ خلافت مدینہ منورہ میں ہے اور بادشاہت شام میں ہے۔ خصائص کبریٰ ج۲ ص۱۱۶۔

لہرو س بہادر ریشم پہننے والا ۱۲ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۸

(چھتیسویں حدیث ۳۶) حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت بنو امیہ کے مردوں کی تعداد چالیس ہو گی، وہ بندگانِ خدا کو باندی اور غلام بنائیں گے، اللہ کے مال کو بلا معاوضہ عطیہ سمجھیں گے اور کتاب اللہ کو غلط جگہ اختیار کریں گے۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۱۸ اخرجہ الحاکم۔

(سینتیسویں حدیث ۳۷) حضرت ابو الدردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان کے بعد مدینہ، مدینہ نہیں رہا۔ اور حضرت معاویہ کے بعد فراخیٔ زندگانی نہیں رہی۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۱۶ عن ابی نعیم

(اڑتیسویں حدیث ۳۸) امام بیہقی نے ابن المسیب سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منبر پر بنی اُمیہ کو دیکھا تو ناگوار ہوا وحی آئی کہ میں دنیا میں ان کو دنیا دوں گا۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطمئن ہو گئے۔ خصائص کبری ج ۲ ص ۱۱۸۔

(اُنتالیسویں حدیث ۳۹) حضرت حسن بن علی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خواب میں بنی اُمیہ کو اپنے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا یہ امر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ناگوار ہوا، اس پر، انا اعطینٰک الکوثر اور انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔ ہزار مہینہ تک امارت کے مالک بنو اُمیہ ہوں گے، قاسم بن ابو الفضل کا بیان ہے کہ ہم نے بنو امیہ کے ایام حکمرانی شمار کئے تو بلا کم و بیش ہزار ماہ ہوئے۔

اخرجہ الترمذی والحاکم والبیہقی خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۱۸

(چالیسویں حدیث ۴۰) زبیر بن بکار سے مروی ہے کہ جس وقت ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت فرمائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے بعد میں ہونے والے اختلافات کے بارے میں خبر دی تھی، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے عہد شکنوں، دین سے نکلنے والوں اور ظالموں سے جنگ کرنے کا حکم فرمایا تھا،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس حملے کے بارے میں بھی خبر دی تھی اور بتا دیا تھا کہ معاویہ اور اس کا بیٹا یزید امارت کا والی ہوگا اور امارت بنی اُمیہ کے پاس آجائے گی اور وہ اسے میراث بنالیں گے اور بعد ازاں بنو العباس آئیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وہ سرزمین بھی دِکھلائی جہاں حُسین شہید کئے جائیں گے۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۰

(اکتالیسویں ۴۱ حدیث) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ، اللہ کی قسم بنوامیہ اسلام کو گانا کر دیں گے، پھر اسے اندھا کر دیں گے۔ پھر یہ نہ جانا جائے گا کہ اسلام کہاں ہے اور یہ نہ جانا جائے گا کہ اسلام کا والی کون ہے۔ پھر اسلام اس جگہ اور اُس جگہ ہوگا اور جب تک اللہ چاہے گا، اسلام کی یہ حالت ایک سو چھتیس سال رہیگی۔ پھر اللہ تعالیٰ سفیروں کے ایک گروہ کو بھیجے گا جو بادشاہوں کے سفیروں جیسے ہونگے ان کی خوشبو پاکیزہ ہوگی اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اسلام کی سماعت وبصارت واپس کر دیں گے۔ میں نے پوچھا وہ سفیر کون لوگ ہوں گے۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ لوگ عراقی عجمی اور مشرقی ہوں گے۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۰

مندرجہ بالا احادیث وآثار اور آئمہ اسلام کی تشریحات وتعبیرات کے تحت ایک مذہبی نقطۂ نگاہ قائم ہوجاتا ہے اور اس مذہبی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یزید کے خدوخال واحوال کا آئینہ سامنے آجاتا ہے۔

امام بخاری۔ امام مسلم۔ امام ترمذی، امام ابن حبان، امام بیہقی امام قاضی عیاض۔ امام جلال الملۃ والدین سیوطی علیہم الرحمۃ والرضوان۔ اور دوسرے جامعین احادیث وشارحین، اور ائمہ دین کیا نخواہ مخواہ یزید

کے مخالف تھے۔ کہ اس کی مذمت میں اور اس کے دورِ حکومت کی برائی میں بذاتِ خود احادیث وضع کر گئے اور اس کی تحسین میں راہ اعتزال کو ترجیح دے گئے؟

کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بغیر کسی وجہ کے یزید سے نفرت کو غنیمت جان لیا تھا؟

یا رحمۃ العٰلمین، شفیع المذنبین، وحی الٰہی کے بغیر نہ بولنے والے محبوب۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یزید کے افعال بد، اور اس کی حکومت، اعوان دولت و اعیانِ سلطنت کی جو خبریں ارشاد فرمائی ہیں کیا وہ سب کی سب نقش بر آب کے مترادف ہیں اور ان کی کچھ حقیقت نہیں ہے؟

جامعین احادیث، صحابہ کرام اہلبیت عظام اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات عالیہ کو چھوڑ کر، یزید کو سر پر بٹھا دینا، غیر سبیل المؤمنین کا اتباع نہیں تو اور کیا ہے؟

دنیا سے جا چکی ہے میت یزید کی	لعنت کا جامہ اوڑھ کر طینت یزید کی
ہے ناچ ننگا ناچتے رحلت یزید کی	عُریانی و فحاشی کی بزم سے ہوئی
خود جو بدلتی دیکھ کر ہیئت یزید کی	لا حول پڑھ رہا تھا بیٹا یزید کا
بیٹے نے مانی کب ہے بیعت یزید کی	تو بات کر رہا ہے صحابہ رسول کی
خود ساختہ تھی اپنی شریعت یزید کی	شریعت نبی کے بالکل کرتا خلاف تھا
انسانیت پہ داغ ہے فطرت یزید کی	انسان بن یزید کو انسان کہہ نہ تُو
کیسے کہوں نہ بد تھی نیت یزید کی	جسکی نگاہِ بد سے دنیا لرز اُٹھی
حاصل جنہیں کو خاص تھی قربت یزید کی	کرتے نکاح لوگ تھے وہ بیٹیوں کیساتھ

کہتا ہے بات دل کی غازی سعیدی تجھ کو!
بڑھ کر تو کر رجیم سے لعنت یزید کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پانچواں باب

مغفور لہم والی روایت کی حقیقت

مغفور لہم والی روایت کی حقیقت

مجاہدین قسطنطنیہ کے سپہ سالار کی تلاش سے قبل بخاری شریف کی
وہ روایت جس سے یزیدی یزید کو پیدائشی جنتی مانتے ہیں (رشید ابن رشید)
کا تجزیہ ضروری ہے تاکہ اصل حقیقت آشکارہ ہو جائے۔ لہٰذا وہ روایت ملاحظہ
کریں۔

اسحاق بن یزید دمشقی یحییٰ بن حمزہ دمشقی سے وہ ثور بن یزید حمصی
شامی سے وہ خالد بن معدان کلاعی شامی سے وہ عمیر بن اسود عنسی
سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبادہ بن صامت کے پاس گئے جبکہ وہ
ساحل حمص میں اپنے ایک محل میں تھے اور ان کی بیوی ام حرام بھی تھیں۔
عمیر کہتے ہیں کہ ہم سے، اُم حرام نے بیان کیا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ
دریا میں جنگ کریں گے۔ ان کیلئے جنت واجب ہے، اُم حرام کہتی تھیں

میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ میں انہیں میں سے ہو جاؤں۔ فرمایا تم انہیں میں سے ہو، ام حرام کہتی تھیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں سب سے پہلے جو لوگ قیصر کے پایۂ تخت میں جنگ کریں گے وہ مغفور ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ بخاری ج ۱ ص ۴۰۹ و ص ۴۱۰،

(۱) ابن کثیر نے اس روایت کے بارے میں کہا ہے۔ تفرد به البخاری۔
یعنی بخاری کے سوا کسی اور محدث نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۲۲۲)

اس روایت کا تجزیہ ملاحظہ کریں۔ (کے راویوں کا حال)

(۲) اس روایت کے تمام راوی شامی ہیں۔ "والاسناد کله شامیون"
فتح الباری ج ۶ ص ۱۲۷، عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۹۸/۱۹۹

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ شارحین بخاری کا یہ اشارۂ اسناد کیا معنی رکھتا ہے؟

(۳) اس روایت کے راوی یحییٰ بن حمزہ دمشقی کے بارے میں آیا ہے کہ وہ فرقہ قدریہ سے تھا۔ الضعفاء الکبیر ج ۴ ص ۳۹۷ میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۶۹
(فتح الباری مقدمہ ص ... و ص ۴۲۱)

(۴) اس روایت کے راوی ثور بن یزید شامی کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ اہل حمص نے اس کو قدریہ ہونے کے سبب اپنی بستی میں نہ رہنے دیا اور نکال باہر پھینکا۔ (الضعفاء الکبیر ج ۱ ص ۱۷۹) ابن معین نے فرمایا، ثور بن یزید کے قدری ہونے میں کسی ایک کو بھی شک نہیں ہے۔ ابن مبارک نے سفیان سے پوچھا کہ ثور کی روایت لی جائے یا نہ، فرمایا لے لو۔ مگر اس کے سینگوں سے بچو۔ حمزہ کہتے ہیں کہ ابن ابی رواد، شام جانے

والوں کو فرمایا کرتے تھے خیال کر کے جانا وہاں ایک ثور (بیل) رہتا ہے کہیں تمہیں وہ اپنے سینگوں سے ٹکر نہ مار دے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ثور کے قدری ہونے کی وجہ سے اس کو اہل حمص نے وہاں سے نکال دیا، عبداللہ بن سالم نے تو یہ بھی کہا ہے کہ لوگوں نے اس کے گھر کو آگ لگا دی، اوزاعی نے بھی ثور کی برائی بیان کی ہے تفصیل کیلئے دیکھئے۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۷۴

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ثور بن یزید قدری کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا گیا اور آئمہ و محدثین کی اتنا بڑی تعداد اس کے خلاف کیوں تھی؟

دراصل یہ سب کچھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرمان پر عمل ہی تھا جیسا کہ سرکار نے حکم دیا ہے کہ، قدریہ اس اُمت کے مجوسی ہیں، نہ ان کی طبع پرسی کرو، اور نہ ہی ان کے جنازہ پر جاؤ (احمد، ابو داؤد، مشکوٰۃ ص ۲۲) نیز فرمایا۔ قدریوں کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ (ترمذی) نیز حکم دیا۔ قدریوں کے ساتھ مت بیٹھو اور نہ ان کو حاکم بناؤ (یعنی ان کی بات بھی نہ مانو) ابو داؤد، مشکوٰۃ ص ۲۲۔ اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۰۴)

(۵) بخاری کی روایات کے بارے میں ہے کہ، نیرا کہ روایت اوز اکثر اہل شام بطریق مناولہ کتب است نہ بطریق تحقیق،،

بخاری کی اکثر روایات شامیوں سے بطریق مناولہ ہیں۔ (یعنی ان کی کتابوں سے ماخوذ ہیں، خود ان کے مؤلفین سے نہیں سنی گئیں) جو بطریق تحقیق ہوتیں۔ (بستان المحدثین ص ۲۸)

(۶) اس روایت کے ایک راوی ہیں خالد بن معدان کلاعی شامی، اس کے بارے میں، علامہ عقیلی نے لکھا ہے کہ وہ سپاہ یزید کے افسر تھے۔ کان صاحب شرطۃ یزید۔ (الضعفاء الکبیر ج ۱ ص ۱۲۹)

(۷) اس روایت کے بنیادی راوی ہیں۔ عمیر بن اسود، اس بیچارے کی ساری بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے، چنانچہ امام عسقلانی علیہ الرحمہ نے ارقام فرمایا ہے۔

ولیس له فی البخاری سوی هذا الحدیث فتح الباری ج ۶ ص ۱۲۷

(۸) اس روایت کے دونوں جملوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا اظہار ہو رہا ہے۔ کیا یزید پرست، رسول کریم کے خداداد علم غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ [illegible] ہوگا۔ یہ علم ما فی الغد نہیں تو اور کیا ہے؟

(۹) حکم کے لحاظ سے بھی اس روایت کے دو جز ہیں اور ہر جز کا حکم الگ الگ ہے، مثلاً پہلی جز "قد اوجبوا" پر ختم ہو رہی ہے۔ جس کا ترجمہ ہے۔ ان کے لئے جنت واجب ہے۔ اور دوسری جز "مغفور لهم" پر ختم ہو رہی ہے، جس کا ترجمہ ہے۔ وہ مغفور ہیں[۱]۔ یزیدیوں نے دو مختلف جملوں کے الگ الگ حکم کو گڈ مڈ کر کے اپنی طرف سے یزید کو بہشتی[۲] بنا کر قیامت کے فیصلے سے قبل خدائی اختیار کو استعمال کر دیا ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے۔ یعنی جو کچھ اللہ نے اپنے بندوں سے معاملہ کرنا ہے خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اسکی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ تقویۃ الایمان

[۱] ذکر کرنے والوں کیلئے آیا ہے۔ "قد غفرت لهم" بخاری۔ مشکوٰۃ باب ذکر اللہ۔ "ان کو موا مغفور لکم" بحر و اربعین نبہانی ص ۲۹۔ "فانهم مغفور لهم" نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۰۔ توحید و رسالت کی گواہی دینے والے کیلئے آیا ہے "حرم الله علیه النار" مسلم مشکوٰۃ۔ خاتمہ بالخیر والے کیلئے آیا ہے "دخل الجنة" مسلم مشکوٰۃ کتاب الایمان، ان خوشخبریوں کے باوجود ایسے حضرات کیلئے قطعی جنتی ہونے کا یزیدیوں نے فتویٰ کیوں شائع نہیں کیا؟

[۲] اس دور کے ناصبی یزید کو پیدائشی جنتی، خلیفہ راشد، سیدنا اور رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین "یزید" کہہ کر اس کی خدمت میں آداب بجا لاتے ہیں، البتہ آج کل سابقہ ناصبی جاہلوں سے ہم آہنگی کا ثبوت ہے جو نہ صرف یزید کو صحابی خیال کرتے تھے بلکہ اس کو منصب نبوت پر فائز مانتے تھے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ منہاج السنہ جلد ۲ ص ۱۶۹ طبع امیریہ بولاق مصر ۱۳۲۲ھ میں لکھتے ہیں۔

طائفة من الجهال یظنون یزید صحابیا من الصحابة وبعض غلاتهم یجعلونه من الانبیاء۔ بحوالہ حادثہ کربلا ص ۲۳۶ حاشیہ ۲

(۱۰) بالفرض اس روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو بقول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، یزید کا بنیت جہاد غزوہ ثابت ہو جانے پر اس کے پہلے گناہوں کی مغفرت ہو گی، نہ کہ بعد والے (شرح تراجم ابواب بخاری ج ۱ ص ۳۱)

(۱۱) عمیر بن اسود نے حضرت عبادہ بن صامت کی زوجہ سے (جو ایک باپردہ خاتون تھیں) یہ روایت تنہائی میں کیسے سن لی؟ کیونکہ یہ روایت بعینہ، عمیر کے سوا کسی اور سے مروی نہیں۔ حالانکہ حضرت انس نے اپنی خالہ، زوجہ عبادہ بن صامت سے جو حدیث اس بارے میں بیان فرمائی ہے، وہ حدیث عمیر کی روایت سے مختلف ہے اور وہ یہ ہے۔ امام بخاری نے عبداللہ بن یوسف سے وہ مالک سے وہ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ، انہوں نے انس بن مالک کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان (جو حضرت انس کی خالہ اور عبادہ بن صامت کی زوجہ تھیں) کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ آپ کو کھانا کھلاتی تھیں اور ام حرام عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ حسب عادت ایک دن آپ اس کے پاس گئے تو ام حرام نے آپ کو کھانا کھلایا..... پھر آپ سو گئے اور ہنستے ہوئے بیدار ہو گئے ام حرام کہتی ہیں میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟

فرمایا! اس وقت میری اُمت کے کچھ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے خواب میں پیش کئے گئے جو بحری جہاز پر سوار تھے اور تخت نشین بادشاہوں کی طرح تھے۔ ام حرام نے عرض کیا! یا رسول اللہ

آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ وہ مجھے ان لوگوں میں شامل کر دے
آپ نے میرے (ام حرام) کے لئے دُعا کی۔ اس کے بعد آپ کو پھر نیند آگئی
اور آپ سو گئے تھوڑی دیر بعد ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے عرض
کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ فرمایا اب کی مرتبہ خواب
میں میری امت کے لوگ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے سامنے لائے گئے۔ جیسا
کہ آپ نے پہلی بار فرمایا تھا۔ ام حرام کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
آپ اللہ سے دُعا کیجئے کہ وہ مجھے ان میں شامل کر دے۔ آپ نے فرمایا تم پہلے
لوگوں میں سے ہو، چنانچہ وہ حضرت معاویہ کے زمانہ (سربراہی) میں دریا
میں سوار ہوئیں۔ جب دریا سے باہر نکلنے لگیں تو سواری کے جانور سے گر پڑیں
اور اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ بخاری ج ۱ ص ۳۹۱ و ص ۳۹۲، و ص ۴۰۳ و ص ۴۰۵،
بخاری مترجم وحیدیہ ج ۲ ص ۶۲ و ص ۶۴ و ص ۸۶ و ص ۹۱، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۲،
ابن حبان ج ۹ ص ۲۳۳ تاریخ گواہ ہے کہ آپ کی یہ خواب والی بشارت من وعن پوری ہوئی
وج ۱۵ ص ۱۶۵
اور یہ معاملہ حضرت امیر معاویہ کی بادشاہی کے زمانہ میں سامنے آیا، لیکن
غور طلب بات یہ ہے کہ اس حدیث میں مغفور لہم کا ذکر کہیں بھی نہیں ہے
خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خواب والی کیفیت کو
ام حرام سے روایت کرنے والے دو شخص ہیں، ایک حضرت انس رضی اللہ عنہ
جو رشتہ میں ام حرام کے بھانجے لگتے ہیں (رشید ابن رشید ص ۱۴۶) اور دوسرے
عمیر بن اسود ام حرام کے غیر محرم اور قطعی اجنبی ہیں، بھانجے کی روایت خالہ سے اور ایک
غیر محرم اجنبی کی روایت ایک باپردہ خاتون سے، پھر دونوں روایتوں میں زمین و آسمان
کا فرق بہت بڑا اچنبھا نہیں تو اور کیا ہے؟ حضرت انس کی روایت جو روایت و درایت
کے تمام تقاضے پورے کرتی ہے اور جس کے افراط و تفریط سے منزہ ہونے میں

شک کی گنجائش نہیں، کی موجودگی میں عمیر جیسے غیر معروف شخص کی روایت کے بارے میں اگر کوئی یہ کہدے کہ اس میں کوئی خاص ہاتھ کارفرما ہے یا کسی نوازش کی بارش کا نتیجہ ہے؟ تو اس کا جواب کیا ہوگا؟

نیز عمیر کی روایت کے راویوں کا حال بھی آپ پڑھ چکے ہیں، بایں صورت کہیں یہ روایت مدراج المتن نہ ہو؟ اور طرفہ تماشہ تو یہ ہے کہ عمیر کی کی اس روایت کو بخاری کے علاوہ کسی اور محدث نے تخریج نہیں کیا

البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۲۲۲

محدث ابن جوزی کے اصول درایت کے مطابق، وہ روایت بھی موضوع و مصنوعی ہوگی جس کو صرف ایک راوی روایت کرتا ہو۔ سیرۃ النبی ج ا ص ۴۵ ص ۴۴

اور تعجب تو یہ ہے کہ اس روایت عمیر سے مہلب کے سوا کسی ایک شارح نے بھی یزید پلید کی منقبت کا قول نہیں کیا (حاشیہ بخاری ج ا ص ۴۱۰ ص ۵۲) بلکہ محدثین شارحین نے مہلب کی تردید کی اور اس کا تعاقب کیا ہے، (حاشیہ بخاری ج ا ص ۴۱۱ ص ۲) فتح الباری ج ۶ ص ۱۲۷

اس بنا پر یقیناً مہلب کا قول بھی حق و صداقت سے کوسوں دور نظر آتا ہے، یہ ایک خوشامدانہ شوشہ ہے جو مہلب متوفی ۴۳۳ھ نے اپنی قضا کے زمانہ میں، بنی امیہ کے آخری بادشاہ ہشام بن محمد المعتمد علی اللہ کی خوشامد و حمیت میں چھوڑا تھا، اس کی تصریح، امام قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ نے شرح بخاری ج ۵ ص ۱۰۵ میں کی ہے۔ (حادثہ ص ۴۳)

(۱۱) محدثین کے گھرانے کے جلیل القدر اور معروف محدث حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مہلب کے خانہ ساز منقبت یزید والے شوشے کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے فرمایا ہے کہ"

اس روایت "مغفور لہم" سے بعض لوگوں (مہلب) نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے اس لئے کہ وہ بھی اس دوسرے لشکر میں نہ صرف شریک بلکہ اس کا افسر و سربراہ تھا جیسا کہ تاریخ شہادت دیتی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ اس روایت سے صرف اتنا بات ثابت ہوتی ہے کہ اس غزوہ سے پہلے جو اس نے گناہ کئے تھے وہ بخش دیئے گئے کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے اور کفارات کا کام یہ ہے کہ وہ سابقہ گناہوں کے اثر کو زائل کر دیتے ہیں بعد میں ہونے والے گناہوں کے اثر کو نہیں۔ ہاں اگر اسی کے ساتھ یہ بھی فرما دیا ہوتا کہ قیامت تک کے لئے اس کی بخشش کر دی گئی ہے، تو بیشک یہ روایت اس کی نجات پر دلالت کرتی اور جب یہ صورت نہیں تو (یزید کا) نجات بھی ثابت نہیں، بلکہ اس صورت میں اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اور اس غزوہ کے بعد جن جن برائیوں کا وہ مرتکب ہوا ہے، یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنا، مدینہ طیبہ کو تاراج و برباد کرنا، شراب خوری پر اصرار کرنا، ان سب گناہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے، وہ چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو عذاب دے، جیسا کہ تمام گنہگاروں کے بارے میں یہی طریقہ جاری ہے۔ علاوہ ازیں وہ احادیث جو ان لوگوں کے بارے میں آئی ہیں کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عترۃ طاہرہ کی ناقدری کرتے، اور حرم کی حرمت کو پامال کرتے اور سنت نبوی کو بدل ڈالتے ہیں۔ وہ سب حدیثیں، "بالفرض اس حدیث میں اگر "مغفرت عام" بھی مراد لی جائے۔ جب بھی اس کے عموم کی تخصیص کے لئے باقی رہیں گی۔ شرح تراجم بخاری ج ا صفحہ ۳۱ و صفحہ ۳۲

شیخ المحدثین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی اس تشریح سے جو باتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں۔

(ا) روایت میں اوّل جیش: یعنی پہلے لشکر کا ذکر ہے اور یزید پلید دوسرے لشکر میں تھا، "کان من جملة هذا الجیش الثانی"

(ب) یزید[1] دوسرے لشکر کے ساتھ جہاد میں جانے سے قبل بھی معاصی کا مرتکب تھا، اور بعد بھی۔

(ج) یزید کے تمام گناہوں کی نجات کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

(د) یزید نے اس جہاد کے بعد ظاہری جو گناہ کئے ہیں اُن کی تفصیل یہ ہے ۱۔ قتل امام عالی مقام ۲۔ مدینہ منورہ کو تاخت و تاراج و برباد کرنا، بالاصرار شراب پینا،

(ہ) اپنی طرف سے یزید پر مغفرت کا حکم لگا دینا، مرضیٔ الٰہی میں شریک ہو کر شرک کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

(و) "مغفورلھم" کے عموم کیلئے۔ احادیث عزت عترت رسول، حرمت حرم اور اطاعت سنتِ نبوی مخصص ہیں جنکی تخصیص اس عموم کیلئے باقی رہے گی۔ اس عموم کا فائدہ اس جہاد کے بعد مرتکب معاصی کیلئے مفید ثابت نہیں ہو سکتا یزید کے لئے بعد از جہاد بھی ارتکاب معاصی ثابت ہیں۔[12]

(سلم) یغزون اور یذھبون، کا فرق واضح ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ، یزید کے سابقہ گناہوں کی نجات بھی اس وقت ہو گی جب غزوہ ثابت ہو گا، کیونکہ اس طرف جانے میں اور جنگ کرنے میں فرق واضح ہے، یغزون سے جنگ کرنا مراد ہے جانا نہیں۔

ہے کوئی یزیدی جو یزید کا جنگ کرنا ثابت کرے؟ ہمیں میدان ہمیں گو

[1] مسجد نبوی بن گئی گھوڑوں کا اصطبل ٭ باندھے جو گھوڑے آ کے فتنت یزید کی
اللہ کے گھر کو آگ سے جس نے جلایا وہ ٭ دوزخ کی آگ میں گئی ملت یزید کی۔ (غازی اوچی)

استناد کس

(۱۲) محدث ابن تین اور محدث ابن منیر نے "مہلب[1]" کا تعاقب کیا ہے۔ فتح الباری شرح بخاری ج ۶ صفحہ ۱۲۷ میں امام عسقلانی رحمہ اللہ نے ارقام فرمایا ہے۔ وتعقبہ ابن التین وابن المنیر، یہ عبارت بخاری ج ۱ صفحہ ۴۱۰ حاشیہ نمبر ۲ میں بھی موجود ہے۔

(۱۳) حافظ مؤرخ ابن اثیر نے ۴۹ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ ۵۰ھ میں بلاد روم کی طرف جو لشکر گیا تھا اس کا امیر سفیان بن عوف تھا (کامل ابن اثیر ج ۳ صفحہ ۱۸۱ و صفحہ ۱۸۲ حادثہ ۲۳۶)

(۱۴) دیوبند کے مقبول مؤرخ (رحمۃ للعالمین ج ۳ صفحہ ۱۲) اور بذات خود غیر مقلد جناب قاضی سلیمان منصورپوری نے لکھا ہے۔

۳۹ھ میں فتح قسطنطنیہ کے لئے لشکر کشی ہوئی سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ اسی جنگ میں شہید ہوئے تھے، اسی لشکر کا سپہ سالار سفیان بن عوف تھا (تاریخ المشاہیر حصہ اول صفحہ ۱۶۹)

(۱۵) بقول حافظ ابن کثیر دمشقی" یزید بلاد روم کی طرف ۵۱ھ میں ہی گیا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۸۱ و صفحہ ۱۵۱۔

(۱۶) اگر یزید مغفور ہے تو شروع سے اس کی مخالفت اور مذمت اور تردید اور اس کی تفسیق و تکفیر کا سلسلہ کیوں جاری ہے؟ ان میں سے بعض نوٹس، استاذ العلما فخر العلما، شیخ القرآن والحدیث، مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا منظور احمد صاحب فیضی مدظلہ العالی کی عنایات عالیہ سے حاصل

---

[1] مہلب بن حُجر شامی، مجہول۔ میزان الاعتدال۔ بحاشیہ ۱ ج ۴ صفحہ ۱۹۷
مہلب بن عثمان شامی۔ کذاب۔ میزان الاعتدال ج ۴ صفحہ ۱۹۷
مہلب عن الحسن بصری۔ مجہول۔ میزان الاعتدال ج ۴ صفحہ ۱۹۷
مہلب بن عیسیٰ شامی۔ ساقط۔ میزان الاعتدال ج ۴ صفحہ ۱۹۷
بقول مولوی رشید احمد دیوبندی "مہلب متوفی ۴۳۲ھ نے سب سے پہلے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ حدیث بخاری سے یزید کی منقبت نکلتی ہے۔ اندلس میں مالقہ کے قاضی تھے اور اندلس میں اس زمانہ میں، بنی اُمیہ کا آخری تاجدار ہشام بن محمد المعتمد علی اللہ فرمانروا تھا اس لئے موصوف (مہلب) کی یہ ساری کارگزاری بنی اُمیہ کی حمایت میں تھی (کما قال المحدث القسطلانی فی شرح البخاری ج ۵ صفحہ ۱۰۱) حادثہ کربلا صفحہ ۲۳۰

ہوئے ہیں اور ان کی تحقیق و کاوش کا نتیجہ ہیں۔

(۱۷) شیخ المحدثین، غبیط المحققین، امام الاصفیاء العلماء، غزالی زماں، امام اہلسنت سیدی و مرشدی حضرت قبلہ سید احمد سعید الکاظمی قدس سرہ العزیز کے اس روایت پر ریمارکس، برادر طریقت مولانا محمد ابن سعیدی نے رقم کئے ہیں، جو قابل دید ہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا، دلیل خاص کیے جو مستثنیٰ ہو وہ حکم عام میں داخل نہیں، بخاری شریف میں صفحہ ۴۱۰ پر آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (ترجمہ) میری اُمت سے جس نے مدینہ قیصر پر پہلے چڑھائی کی ان کے لئے بخشش ہے، لوگ اس حدیث سے استدلال پکڑتے ہیں کہ "مغفور لہم" میں یزید بن معاویہ داخل ہے، کیونکہ اس نے مدینہ قیصر پر پہلے چڑھائی کی اور مستدلین مدینہ قیصر سے مراد لیتے ہیں قسطنطنیہ اور یزید کو "مغفور لہم" میں شامل کرتے ہیں، میں نہیں مانتا کہ مدینہ قیصر اسوقت قسطنطنیہ تھا۔ بلکہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس وقت مدینہ قیصر حمص تھا اور حمص پر یزید بن معاویہ نے چڑھائی نہیں کی، بلکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے ایک سال پہلے حمص پر لشکر بھیجا تھا سال بھر یہ لشکر جنگ کرتا رہا، فتح حاصل نہیں ہوئی پورے سال بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی، لشکر وہیں رہا، حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو مزید کمک بھیجی پھر حمص فتح ہوا، جہاد کی ابتداء دورِ صدیقی میں ہوئی اور انتہا دورِ فاروقی میں ہوئی۔ اب اس حدیث سے استدلال غلط ہوا کیونکہ مدینہ قیصر اس وقت حمص تھا اور اس پر یزید نے چڑھائی نہیں کی اور اگر میں علی سبیل التنزل مان لوں کہ مدینہ قیصر اس وقت قسطنطنیہ تھا، تو پھر میں کہوں گا کہ یزید اول

تو پہلے جیش میں داخل نہیں ہے، اگر جیش میں داخل ہو تو یہ ایک ایسا لفظ ہے جو جماعت پر بولا جاتا ہے ایک کو جیش نہیں کہتے۔ لفظ جیش عام ہے اور عام افراد کو شامل ہوتا ہے جس طرح المطلقات عام ہے اور افراد کو شامل ہے۔

اب دیکھئے جس طرح حاملہ عورت مطلقات میں شامل ہے اسی طرح یزید بھی جیش میں شامل ہے مگر مغفور لہم کا حکم اس پر نہیں لگے گا، کیونکہ دلیل خاص سے اس کا استثنا ثابت ہے، یہاں پر اتنی بات ضرور یاد رکھیں کہ حدیث میں اگر تعدد طرق کی بنا پر تفاوت ہو جائے تو صحت حدیث میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ دلیل خاص حدیث شریف، (ترجمہ) جس نے مدینہ شریف والوں پر ظلم کیا وہ پگھلایا جائے گا مثل پگھلتے نمک کے پانی میں، دوسری حدیث شریف، (ترجمہ) جس نے مدینہ والوں کو ڈرایا اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی اور جمیع مومنوں کی لعنت، تیسری حدیث شریف (ترجمہ) جس نے مدینہ شریف والوں کو ڈرایا وہ پگھل جائے گا۔ نار جہنم میں سیسہ پلائی دیوار کی طرح (اس پر) اللہ کی لعنت، فرشتوں کی، اور جمیع مومنین کی لعنت، اسی طرح نمک کا گھلنا مغفرت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ثابت ہوا کہ ان احادیث نے یزید کو جیش سے مذکورہ قاعدہ کے تحت نکال دیا۔ کون نہیں جانتا کہ یزید نے مدینہ والوں پر ظلم نہیں کیا، تو نہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہوں کہ میں مدینہ شریف میں روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے لپٹ گیا، ظالموں نے میری داڑھی کو پکڑا، اور نماز کے اوقات کا پتا نہیں چلتا تھا۔ یزید جیش میں اگر داخل ہے۔ مگر دلیل خاص جو یہ احادیث ہیں نے یزید کو خارج کر دیا ہے حکم عام سے۔

قاعدہ یاد رکھیں کہ کل کا لفظ جہاں بھی آئے قرآن پاک میں یا حدیث پاک میں اس سے. وہ تمام احوال کی دلیل خاص سے تخصیص ہو گئی مستثنیٰ ہوں گے اس سے ثابت ہوا کہ تخصیص کی ایک صورت قرآن کی قرآن سے اور حدیث کی حدیث سے ہے۔ (احوال ہفت روزہ ج ۳ شمارہ ۱۷ ص ۴۶ و ص ۵)

مدینہ قیصر سے کونسا شہر مراد ہے

عمیر بن اسود عنسی کی روایت میں . اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لہم ''۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۰۹ و ص ۴۱۰) پر ہے ''مدینہ قیصر'' سے کیا مراد ہے؟ شارحین حدیث کی تصریحات ملاحظہ کریں۔

(۱) امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے ارقام فرمایا ہے،

ان المراد بمدینۃ قیصر المدینۃ التی کان بھا یوم قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلک المقالۃ وھی حمص وکانت دار مملکتہ اذ ذاک۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۱۲۸)

خلاصہ یہ کہ مدینہ قیصر سے وہ شہر مراد ہے جو سرکار کے اس ارشاد کے دن قیصر کا پایہ تخت تھا اور وہ حمص ہے۔ انوار اسخفاد ج ۷ ص ۶۱

(۲) امام محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے اپنی ''صحیح'' میں ارقام فرمایا ہے۔

وکان قیصر لما کشف اللہ عنہ جنود فارس مشی من حمص الی ایلیاء شکراً لما ابلاہ اللہ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۱۲)

اور قیصر جب سے اللہ نے اسے فتح فارس عنایت کی تھی، مقام حمص سے بیت المقدس کی طرف گیا ہوا تھا۔ اللہ کی اس نعمت کا

ورد حد فی المسند رقم ۲۳۷۰ وقال احمد شاکر فی شرح المسند ورواہ مسلم فی المغازی وابو داود فی الادب والترمذی فی الاستئذان والنسائی فی التفسیر۔

[illegible] فتح الباری ج ۶ ص ۱۲۸ [illegible]

شکریہ ادا کرنے کیلئے۔

قیصر کا حمص سے بیت المقدس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے جانا اس امر کی دلیل ہے کہ اس کا پایۂ تخت حمص میں تھا۔

(۳) شیخ الاسلام محمد صدر الصدور شرح بخاری میں ارقام فرماتے ہیں

مراد "بمدینۃ قیصر" مدینہ باشد کہ قیصر در آنجا بود روزے کہ فرمود این حدیث را آنحضرت و آں حمص است کہ دراں وقت دار مملکت او بود۔

(شرح فارسی صحیح بخاری از شیخ الاسلام برحاشیہ تیسیر القاری ج ۴ ص ۶۶۸)

مدینہ قیصر سے مراد وہ ہے شہر ہے کہ جہاں قیصر اس روز تھا کہ جس روز آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی تھی اور وہ حمص کا شہر تھا جو اس وقت قیصر کا دار سلطنت تھا۔ واللہ اعلم۔

(۴) مولوی عبد الرشید نعمانی دیوبندی نے لکھا ہے۔

"مدینہ قیصر" سے مراد وہ شہر ہے جہاں قیصر اس وقت مقیم تھا۔ جبکہ زبان رسالت سے یہ الفاظ ادا ہو رہے تھے یعنی "حمص" جو کہ شام کا مشہور شہر ہے اور جو یزید کی پیدائش سے بہت پہلے ۱۵ھ میں عہد فاروقی ہی میں فتح ہو چکا تھا۔ (حادثہ کربلا ص ۴۲۵)

نعمانی صاحب نے مدینہ قیصر سے دو اور شہر بھی مراد لیے ہیں

۱۔ شہر رومہ۔ جو قدیم زمانہ سے قیاصرہ روم کا پایۂ تخت چلا آرہا تھا۔ "رومہ" پر بھی اگرچہ مسلمان حملہ آور ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ حملہ یزید کے مرنے کے بہت بعد ہوا ہے۔

۲۔ شہر قسطنطنیہ، جو قسطنطین اعظم کا پایۂ تخت تھا (حادثہ کربلا ص ۴۲۵)

لیکن انہوں نے قسطنطنیہ کا فاتح سلطان محمد کو قرار دیا ہے اور یہ

قسطنطنیہ کے اطراف میں جنگ حضرت عمر کے زمانے میں۔

ج ۲ ص ۶۱

بھی لکھا ہے کہ بشارت غزوہ سے عام طور پر فتح و کامرانی مراد ہوتی ہے....
اور پہلے غزوہ میں یزید کی شرکت کا کوئی ثبوت نہیں، جس لشکر میں یزید
شامل کیا جاتا ہے اس سے پہلے بھی کئی لشکر بلاد روم اور قسطنطنیہ میں نبرد
آزمائی کیلئے جا چکے تھے، چنانچہ سنن ابی داؤد میں موجود ہے۔

(۵) اسلم ابی عمران نے حدیث بیان کی ہے کہ ہم مدینہ نبوی سے جہاد کے
لئے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے اس وقت امیر لشکر حضرت عبدالرحمان بن خالد
بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، رومی فوج شہر پناہ سے پیٹھ لگائے (مسلمانوں
سے) آمادہ پیکار تھی، اسی اثناء میں (مسلمانوں کی صف سے نکل کر) ایک شخص
نے دشمن (کی فوج) پر حملہ کر دیا، لوگ کہتے رہے، رکو رکو لا الہ الا اللہ،
یہ شخص تو خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت
ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ آیت تو ہم انصاریوں کے بارے
میں اتری ہے (واقعہ یہ ہے) کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد فرمائی اور اسلام کو غلبہ نصیب ہوا تو ہم نے
کہا تھا کہ اب تو ہم کو مدینہ میں رہ کر اپنے اموال کی خبر گیری کرنی چاہیئے۔ اور
ان کی اصلاح کی طرف توجہ دینا چاہیئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۰۶

"وانفقوا فی سبیل اللہ" ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ،

اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو، لہذا اپنے
آپ کو ہلاکت میں ڈالنا تو جہاد کو چھوڑ کر ہمارا اپنے اموال کی خبر گیری اور اس
کی اصلاح کے خیال سے اپنے گھر میں بیٹھ رہنا تھا۔

ابو عمران کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ مسلسل
راہ خدا میں جہاد کرتے رہے تا آنکہ وہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۰ باب قولہ عزوجل ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکہ)

سنن ابی داؤد کی اس حدیث سے جو باتیں واضح ہو رہی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) جہاد قسطنطنیہ کے لئے پہلے لشکر کی روانگی مدینہ منورہ سے ہوئی تھی۔

(۲) اس پہلے لشکر کے امیر و سپہ سالار حضرت خالد بن ولید سیف اللہ کے فرزند ارجمند حضرت عبدالرحمان تھے، جو "الولد سر لابیہ" کے مطابق اپنے والد ماجد کی طرح شجاعت و بہادری کے پیکر اور صحابی رسول تھے۔ (الاصابہ) ۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۳۱)

(۳) رومی فوجوں سے اسلامی فوجوں کی مڈبھیڑ بھی ہوئی تھی۔ بلکہ اسلامی فوج کا جذبہ یہ تھا کہ کسی چیز کی پرواہ کئے بغیر دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا۔

(۴) حضرت ابو ایوب انصاری بھی اس پہلے غزوہ میں شریک تھے، انہوں نے ہی آیت کا شان نزول بیان فرمایا تھا۔

امام ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں ۴۴ھ اور ۴۵ھ کے واقعات کے ضمن میں اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۷ وص ۳۰ میں ۴۴ھ اور ۴۶ھ کے واقعات کے ذیل میں بلاد روم میں حضرت عبدالرحمان بن خالد بن ولید کی زیر امارت رومیوں سے مسلمانوں کے سرمائی جہاد کا ذکر کیا ہے۔

یزید کے بارے میں مورخین نے ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا ۵۱ھ یا ۵۲ھ یا ۵۵ھ میں بھیجے جانے کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یزید کو اس کے باپ معاویہ نے بطور سزا کے بھیجا تھا (یعنی غزوہ اور جہاد کی نیت سے یزید کا جانا ثابت نہیں ہے۔ [illegible] بطور سزا کے بھیجا جانا، [illegible] استدلال کے لئے

کافی نہیں) کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۸۳، بحوالہ حادثہ کربلا ص ۲۶۷۔

(۸) روایت میں مدینہ قیصر ہے۔ مدینہ قسطنطین نہیں ہے۔ لہذا ناصبی یزیدی مدینہ قسطنطین ثابت کریں۔

"مغفور لہم" کا مطلب

بالفرض یہ ثابت ہو جائے کہ مدینہ قیصر سے مراد "قسطنطنیہ" ہے اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ یزید نیک نیتی اور جذبہ جہاد کے ساتھ ادھر گیا تھا تو پھر بھی یزید، بہشتی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہ ہی وہ سیدنا امیر المؤمنین، صلی اللہ، وغیرہ جیسے القاب کا مستحق ہے کیونکہ اس غزوہ میں شرکت کے بعد اس سے ایسے گناہ سرزد ہوئے ہیں، جنہیں دیکھ کر مؤمن کا ایمان کانپ جاتا ہے اور روح لرز جاتی ہے، جن کا ذکر "یزید کے عقائد و اعمال" میں موجود ہے۔ یہاں صرف شارحین حدیث کے اقوال "مغفور لہم" کے بارے میں پیش کئے جاتے ہیں تاکہ مطلب واضح ہو جائے۔

(۱) شیخ المحدثین امام بدر الدین عینی شارح بخاری نے ارقام فرمایا ہے۔
مہلب نے کہا ہے کہ اس روایت میں حضرت معاویہ کی منقبت ہے، کیونکہ اس نے سب سے پہلے دریائی جنگ کی اور اس کے بیٹے یزید کی بھی منقبت ہے کہ اس نے قیصر کے شہر میں پہلے جنگ کی (حالانکہ یہ غلط ہے) میں کہتا ہوں کہ وہ کونسی منقبت ہے جو یزید کے لئے ثابت ہو گئی۔ جبکہ اس کا حال بہت مشہور ہے، اگر تم یہ کہو کہ اس لشکر کے بارے میں مغفور لہم آیا ہے، تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دوسری دلیل سے اس سے خارج نہ ہو سکے، کیونکہ اس میں تو اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں کہ "مغفور لہم" میں وہی داخل ہیں جو مغفرت

کے اہل ہیں بالفرض اگر ان غزوہ کرنے والوں میں سے کوئی مرتد ہو جاتا تو وہ یقیناً اس کے عموم میں داخل نہ رہتا، پس یہ صاف دلیل ہے کہ مغفرت سے مراد یہ ہے کہ جس میں مغفرت کی شرط پائی جائے اس کے واسطے مغفرت ہے۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۶ ص ۶۴۹)

(۲) علامہ امام قسطلانی شارح بخاری نے ارقام فرمایا ہے۔

اس روایت سے مہلب نے یزید کی امارت اور اس کے جنتی ہونے کا استدلال کیا ہے کہ وہ "مغفور لہم" کے عموم میں داخل ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ شوشہ مہلب نے محض بنی اُمیہ کی حمایت میں چھوڑا تھا، اور یزید کا اس عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دلیل خاص سے اس عموم سے خارج نہ ہو سکے، کیونکہ اس میں اختلاف نہیں کہ مغفور لہم اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ یہ لوگ مغفرت کے اہل ہوں، بالفرض اگر کوئی شخص اس غزوہ کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس عموم میں داخل نہیں رہے گا۔ یہ بات (محدث) ابن منیر نے کہی ہے، اور بلاشبہ بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے، جیسا کہ علامہ سعدالدین تفتازانی نے نقل فرمایا ہے۔

اور حق یہ کہ یزید کا حضرت حسینؓ کے قتل پر راضی ہونا اور اہل بیت نبوت کی اہانت کرنا ان امور میں سے ہے جو تواتر معنوی کے ساتھ ثابت ہیں اگرچہ ان کی تفاصیل احاد ہیں تو اب ہمیں توقف نہیں اس کی شان میں بلکہ اس کے ایمان میں، اللہ کی لعنت ہو اس پر اور اس کے مددگاروں پر
(ارشاد الساری شرح بخاری ج ۱۰ ص ۱۰۱)

خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمہ اللہ نے تحریر

فرمایا ہے کہ (۳) علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری۔

(۴) اور علامہ الشیخ علی ابن الشیخ احمد نے بھی مندرجہ بالا جیسا مؤقف اختیار کیا ہے۔

(دیکھئے، فتح الباری ج ۶ ص ۱۲۶، ۱۲۸ اور سراج منیر شرح جامع صغیر ج ۲ ص ۷۹، امام پاک و یزید پلید ص ۱۴۲)

(۵) دنیائے اسلام کے مشہور محدث حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ علیہ الرحمہ نے ارقام فرمایا ہے۔

اس روایت "مغفور لہم" سے بعض لوگوں (مہلب) نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے، کیونکہ وہ بھی اس دوسرے لشکر میں نہ صرف شریک بلکہ اس کا افسر تھا، جیسا کہ تاریخ میں لکھا ہوا ہے، اور صحیح بات یہ کہ اس روایت سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اس غزوہ سے پہلے جو یزید نے گناہ کئے تھے وہ بخش دیئے گئے، کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے، اور کفارات کا کام یہ ہے کہ وہ سابقہ گناہوں کے اثر کو زائل کر دیتے ہیں۔ بعد میں ہونے والے گناہوں کے اثر کو نہیں، ہاں اگر اس کے ساتھ یہ بھی ہوتا کہ قیامت تک کے لئے اس کی بخشش کر دی گئی ہے تو یہ روایت اس کی نجات پر دلالت کرتی، اور جب یہ صورت نہیں تو نجات بھی ثابت نہیں بلکہ اس صورت میں اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور اس غزوہ کے بعد جن جن برائیوں کا یزید مرتکب ہوا ہے۔ یعنی حضرت حسین علیہ السلام کو قتل کرنا، مدینہ منورہ کو تاراج و برباد کرنا، مے خواری پر اصرار کرنا، ان سب گناہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے، وہ چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو عذاب دے، جیسا کہ تمام گنہگاروں کے بارے میں یہی طریقہ جاری ہے علاوہ ازیں، وہ احادیث جو ان لوگوں کے بارے میں آئی ہیں، کہ حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی عترت طاہرہ کی ناقدری کرتے ہیں۔ اور حرم کی حرمت کو پامال کرتے ہیں اور سنت نبوی کو بدل ڈالتے ہیں، وہ سب حدیثیں اس روایت میں بالفرض اگر مغفرت عام بھی مراد لی جائے، جب بھی اس کے عموم کی تخصیص کے لئے باقی رہیں گی" شرح تراجم الابواب بخاری ج ا ص۳۱ ص۳۲

خلاصہ یہ کہ اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ یزید کسی نہ کسی طرح اس غزوہ میں شریک ہوا تھا، تب بھی اس روایت کی صحت کی بنا پر اس کے سابقہ گناہوں کی مغفرت ہوگی اور جو معاصی وجرائم اس غزوہ کے بعد اس سے سرزد ہوئے وہ اس کے ذمہ باقی ہیں۔ عموم وخصوص کی مثال یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ من قال لا الٰہ الا اللہ فقد دخل الجنۃ" (الحدیث) کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا۔ وہ جنتی ہو گیا۔ اگر کوئی شخص کلمہ پڑھ کر جنتی ہو جانے کے بعد زکوٰۃ کا منکر ہو جائے یا کسی نبی کی نبوت کا انکار کردے یا قرآن کی کسی آیت کو نہ مانے، اگرچہ وہ کلمہ پڑھتا رہے تو وہ جنتی نہیں ہوگا کلمہ والی حدیث کے عموم سے وہ اس دلیل خاص سے خارج ہو جائے گا، بعینہ یہی معاملہ یزید کا ہوگا۔

بالفرض وہ غزوہ میں شریک ہو گیا۔ تو اس کے سابقہ گناہ ختم ہو گئے! اور اس غزوہ کے بعد اس سے جو رخنہ اندازی یعنی حضور علیہ السلام کی شریعت مطہرہ میں تبدیلی کرنا۔ امام حسین اور ان کے رفقاد کو ناحق قتل کرنا، شراب کو حلال قرار دینا، حرم مدینہ و حرم مکہ کی بے حرمتی کرنا وغیرہ گناہ اس کے ذمہ رہے ان گناہوں کے ہوتے ہوئے اس کو بہشتی قرار دینا کہاں کا انصاف ہے؟ جبکہ اعلان باری تعالیٰ ہے۔ اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ ہمیشہ اس

میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔ (النساء آیت نمبر ۹۳)

غیر مقلدوں کے پیشوا مولوی وحید الزمان غیر مقلد کا حوالہ "اتماماللجحۃ" پیش خدمت ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

اس حدیث سے بعضوں نے نکالا ہے جیسے مہلب نے۔ کہ یزید کی خلافت صحیح تھی۔ وہ بہشتی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ سبحان اللہ۔ اس حدیث سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ یزید کی خلافت صحیح ہے۔ کیونکہ جب یزید قسطنطنیہ پر چڑھ کر گیا تھا۔ اس وقت معاویہ زندہ تھے۔ انہیں کی خلافت تھی اور معاویہ کی خلافت تا حیات باتفاق علماء صحیح تھی۔ اس لئے کہ امام برحق جناب امام حسن علیہ السلام نے خلافت ان کو تفویض کی تھی، اب لشکر والوں کی بخشش سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا ہر فرد بخشا جائے اور بہشتی ہو، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص خوب بہادری سے لڑا اور آپ نے فرمایا وہ دوزخی ہے، اور بہشتی، دوزخی ہونے میں خاتمہ کا اعتبار ہے جیسے اوپر حدیث میں گذرا۔ یزید نے پہلے اچھا کام کیا۔۔۔۔۔ مگر خلیفہ ہونے کے بعد اس نے وہ گن بیٹھ سے نکالے کہ معاذ اللہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرایا، اہل بیت کی اہانت کی، جب سر مبارک امام آیا تو مردود (یزید) کہنے لگا۔ میں نے بدر کا بدلہ لیا۔ مدینہ منورہ پر چڑھائی کی۔ حرم محترم میں گھوڑے بندھوائے، مسجد نبوی اور قبر شریف (رسول کریم) کی توہین کی، مکہ پر چڑھائی کی، وہاں منجنیق لگائی عبداللہ بن زبیر کو شہید کرایا، ۔۔۔۔ کیا ان کرتوتوں کے بعد بھی کوئی یزید کو مغفور و بہشتی کہہ سکتا ہے، قسطلانی نے کہا۔ یزید، امام حسین کے قتل سے خوش و راضی تھا اور ان کی اہانت پر

بھی اور یہ امر متواتر ہے، اس لئے ہم اس کے باب میں توقف نہیں کر
بلکہ اس کے ایمان میں بھی ہم کو کلام ہے اللہ کی لعنت اس (یزید) پر اور
اس کے مددگاروں پر۔ (شرح بخاری از وحید الزمان باب الجہاد)

مجاہدین قسطنطنیہ کا امیر کون تھا؟

قسطنطنیہ کے مجاہدین کے امیر کے بارے ہمارے سامنے متعدد اقوال موجود ہیں جو بالترتیب با حوالہ پیش خدمت ہیں۔

قسطنطنیہ پر چڑھائی کرنے والے پہلے لشکر کے امیر حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے۔ چنانچہ حدیث کی مشہور و مستند کتاب "ابو داؤد" میں ہے۔

(۱) پہلا قول۔ اسلم ابی عمران نے حدیث بیان کی ہے کہ ہم مدینہ منورہ سے جہاد قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے اس وقت امیر لشکر، حضرت عبدالرحمان بن خالد بن ولید تھے۔ رومی فوج شہر پناہ سے پشت لگائے (مسلمانوں سے) آمادہ پیکار تھی اسی اثناء میں (مسلمانوں میں سے) ایک شخص نے دشمن کی (فوج) پر حملہ کر دیا۔ (ابو داؤد ص ۳۴۰ مطبوعہ میر محمد کراچی)

اوّل جیش من امتی پر یہی روایت نٹ آتی ہے۔ لہٰذا مغفور لہم کا مستحق حضرت عبدالرحمان اور ان کی فوج ظفر موج کو ہونا چاہیے۔ حضرت عبد الرحمان کی شہادت ۴۶ھ میں واقع ہوئی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۱)

اور حضرت امیر معاویہ کے زمانہ امارت میں وہی سالار جیش بنکر بلاد روم جاتے رہے ہیں۔ بقول امام اہلسنت[۱]، علامہ ابن جریر طبری ۴۴ھ اور ۴۵ھ اور بقول جافظ ابن کثیر ۴۴ھ اور ۴۶ھ میں انہوں نے بلاد روم کے لئے لشکر کشی کی تھی (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۷ تا ص ۳۰)

---

[۱] حادثہ کربلا ص ۶۰

فلهٰذا قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا لشکر انہیں کا ہی ہو سکتا ہے اور اس لشکر میں حضرت ابوایوب انصاری بھی شریک تھے۔ (دیکھئے ابو داؤد ص ۲۴۷)

دوسرا قول:۔ علامہ امام بدر الدین عینی حنفی شارح بخاری نے ارقام کیا ہے کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ایک لشکر جس کے امیر، سفیان بن عوف تھے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا وہ لشکر روم کے شہروں کو فتح کرتے ہوئے بڑھتا چلا گیا، اس لشکر میں ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابوایوب انصاری تھے، ابوایوب نے زمانہ حصار میں وفات پائی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل ظاہر اور صحیح ہے کہ یہ اکابر صحابہ سفیان بن عوف کی قیادت میں تھے، یزید کی قیادت میں قطعاً نہ تھے کیونکہ یزید اس لائق نہ تھا کہ یہ سردار اس (غلام) کی خدمت میں (ماتحت کی حیثیت سے) رہیں۔ عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۶ ص ۶۴۹

(۲) شیخ الاسلام دہلوی نے امام المحدثین علامہ عینی کے قول کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے۔

عینی گفتہ، اظہر ہمین است کہ سفیان (سالار این لشکر) باشد زیرا چہ یزید اہل آن نبود کہ این سادات در خدمت وے باشند۔

(شرح بخاری علی ہامش تیسیر الباری جز ۱۱ ج ۴ ص ۶۶۸ کتاب الجہاد)

عینی فرماتے ہیں " اظہر یہی ہے کہ اس لشکر کا سالار سفیان تھا، یزید اس قابل نہ تھا کہ یہ سردار (اکابر صحابہ کرام) اس کی خدمت میں رہتے۔

(۳) مؤرخ اہلسنت حافظ ابن اثیر سنہ ۴۹ھ کے واقعات بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

اور اسی سنہ ۴۹ھ میں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سنہ ۵۰ھ میں حضرت معاویہ نے جہاد کے لئے ایک بڑا بھاری لشکر بلاد روم کی طرف روانہ کیا اور اس لشکر

کا امیر سفیان بن عوف کو مقرر کیا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس غزوہ میں شرکت کا حکم دیا۔ مگر یزید نے تعمیل حکم میں گرانی محسوس کی، بہانے بنائے، سستی کی اور جانے سے انکار کر دیا، اس کے والد نے بھی اس کو روک دیا، وہاں جنگ میں لوگ بھوک اور شدید مرض کا شکار ہوئے تو یزید نے یہ شعر کہے ؎

ما ان ابالی بما لاقت جموعهم — بالغذقدونه من حمی ومن موم
اذا اتکأت علی انماط مرتفعاً — بدیر مران عندی ام کلثوم

مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ غذقدونہ (روم میں مسلمانوں کے فوجی کیمپ) میں مسلم مجاہدین کو بخار اور چیچک کا سامنا ہے۔ جبکہ میں دیر مران میں گدوں پر اونچے اونچے تکیوں کے سہارے بیٹھا ہوں اور میرے سامنے ام کلثوم ہے۔

ام کلثوم یزید کی بیوی عبداللہ بن عامر کی بیٹی ہے

کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۱، بحوالہ حادثہ کربلا ص ۲۶۶ و ص ۲۶۷

(۴) مولانا معین الدین ندوی نے لکھا ہے

اس سلسلہ میں انہوں (امیر معاویہ) نے ۴۹ھ میں بڑے ساز و سامان کے ساتھ ایک لشکر جرار سفیان بن عوف کی ماتحتی میں قسطنطنیہ روانہ کیا، اس میں حضرت ابوایوب انصاری، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباس جیسے اکابر صحابہ شامل تھے۔ (سیر الصحابہ جلد ۴ ص ۲۲)

(۵) موصوف نے ایک اور مقام پر لکھا ہے۔

حضرت حسین، امیر معاویہ..... کے زمانہ کی لڑائیوں میں برابر شریک ہوتے تھے۔ چنانچہ ۴۹ھ میں قسطنطنیہ کی مشہور مہم میں جس کا کمانڈر سفیان بن عوف تھا، مجاہدانہ شرکت کی (سیر الصحابہ ج ۴ ص ۱۵ مطبوعہ ادارہ اسلامیات)

(۶) غیر مقلدوں کے مشہور محقق قاضی سلیمان منصور پوری متوفی ۱۹۳۰ء

له قال ابن کثیر فی تاریخه. قلت وحاصر المسلمون قسطنطنیة فی زمان بنی امیة فلم یملکوها ولکن سیملکها المسلمون فی آخر الزمان کما سنبینه فی کتاب الملاحم وذلک قبل خروج الدجال بقلیل علی ما صحت به الاحادیث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فی صحیح مسلم وغیره من الائمة ولله الحمد والمنة ۱۲ البدایة والنهایة ج ۷ ص ۳۰۵

نے لکھا ہے کہ "۳۹ھ میں فتح قسطنطنیہ کے لئے لشکر کشی ہوئی۔ سیدنا ابو ایوب انصاری اسی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ اسی لشکر کا سپہ سالار سفیان بن عوف تھا اور یزید بھی ساتھ بھیجا گیا تھا۔ لشکر کی کثرت، راہ کی دوری اور خرابی کی وجہ سے لشکر کو فاقہ و تکالیف شاقہ کا مقابلہ کرنا پڑا، یزید نے راستہ میں ہی ہمت ہار دی (تاریخ المشاہیر ص ۱۶۹)

تیسرا قول

بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ ان کا امیر یزید تھا۔ حافظ ابن کثیر نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ یزید نے بلاد روم میں جو جہاد کیا تھا وہ ۴۹ھ میں ہوا چنانچہ انکی عبارت یہ ہے۔

ثم دخلت سنة تسع واربعین فیها غزا یزید بن معاویة بلاد الروم حتی بلغ قسطنطنیة ...... فکان هذا الجیش اول من غزاها .... وفیها توفی ابو ایوب الانصاری۔ البدایه والنهایه ج ۸ ص ۳۲

حافظ ابن کثیر نے دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ بلاد روم میں یزید نے جہاد ۵۱ھ میں کیا۔ چنانچہ انکی عبارت یہ ہے الذین غزوا بلاد الروم سنة احدی وخمسین مع یزید بن معاویة ومعهم ابو ایوب وقد توفی هناک۔ البدایه والنهایه ج ۸ ص ۸۱

حافظ ابن کثیر نے تیسرے مقام پر لکھا ہے، وقد کان (الحسین) فی الجیش الذین غزوا القسطنطنیة مع ابن معاویة یزید، فی سنة احدی وخمسین (البدایة والنهایه ج ۸ ص ۱۵۱)

ابن کثیر جیسا نامور مؤرخ یزید کو مجاہد بنانے کیلئے ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے دو متضاد قول پیش کر گیا، اور حضرت ابو ایوب کی وفات ۴۹ھ میں بھی مان لی اور ۵۱ھ میں بھی فیا للعجب ابن کثیر کے تیسرے قول سے ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام بھی جہاد قسطنطنیہ کر چکے ہیں کیا یزیدی آپکو بھی مغفور اور بہشتی ماننے کیلئے تیار ہیں؟ یا صرف ایک ظالم کی حمایت کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔

تاریخ اسلام، عبدالرسول میں ہے کہ قسطنطنیہ پر حملہ ۴۸ھ میں ہوا پورے لشکر کا سالار سفیان بن عوف تھا، فوج کے ایک دستے کی کمان امیر معاویہ کے لڑکے یزید کے ہاتھ میں تھی۔ (تاریخ اسلام عبدالرسول ص ۱۹۸)

بخاری ج ا ص ۱۵۸ میں ہے۔ ویزید بن معاویۃ علیہم بارض الروم

دیوبندی مترجمین بخاری نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

"محمود نے بیان کیا ہے کہ میں نے اس کو ایک جماعت سے بیان کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابی ابو ایوب بھی تھے اور اس جنگ میں بیان کیا جس میں انہوں نے وفات پائی اور اس وقت روم میں یزید بن معاویہ حاکم تھا۔ (بخاری مترجم ج ا ص ۴۶ مطبوعہ محمد سعید کراچی)

یعنی جس معرکہ میں حضرت ابو ایوب کی وفات ہوئی تھی۔ اس لشکر کا سالار یزید نہیں تھا بلکہ اس وقت یزید بن معاویہ روم کے مفتوحہ علاقوں کا حاکم تھا۔ بہر صورت اس لشکر کے امیر کے بارے میں احتمال واشکال پیدا ہو گیا ہے کہ لوگوں نے اس کی گورنری کو اس کی سپہ سالاری سے بدل ڈالا، کیونکہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ علامہ عینی محدث معتبر اور شارح بخاری نے مجاہدین قسطنطنیہ کا سالار یزید کو ماننے سے انکار کر دیا ہے، عظیم المرتبت محدث کے سامنے کسی مؤرخ کی بے سند احتمالی بات کیونکر قابل قبول ہوگی۔

چوتھا قول: لیث بن سعد نے کہا ہے کہ امیر معاویہ نے قیساریہ ۱۹ھ میں فتح کیا..... اور غزوۃ المضیق یعنی مضیق قسطنطنیہ ۳۲ھ میں ہوا، اور اس لشکر کا امیر حضرت معاویہ تھا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۶۔

پانچواں قول! ۴۳ھ میں بسر بن ارطاۃ بلاد روم میں جنگ لڑتے لڑتے قسطنطنیہ کے شہر تک جا پہنچا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۴)

چھٹا قول) فتح قسطنطنیہ کی متعدد بشارتیں ہیں ایک دفعہ فرمایا کہ تم لوگ یقیناً آئندہ قیصر کے خزانوں پر متصرف ہوگے ~~(صحیح بخاری باب المسیر)~~ اور فرمایا میری امت کی ایک جماعت بحر اخضر (بحر روم جس کے ساحل پر قسطنطنیہ ہے) میں سوار ہوگی۔ مسلمانوں کی پہلی جماعت اسی قسطنطنیہ کی فتح کے لئے اس دریا میں سوار ہوئی۔ آثار حیات کے سلسلہ میں

فرمایا یہ ہوگا۔ یہ ہوگا۔ پھر تم قسطنطنیہ فتح کروگے۔ مسلم ج ۲ ص ۲۹۲ ترمذی ج ۲ ص ۴۸ ۔
ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ تم لوگ بے شبہ قسطنطنیہ فتح کروگے تو اس کا حاکم (مسلمان)
کتنا اچھا حاکم ہوگا اور وہ فتح کرنے والی فوج کیسی اچھی فوج ہے۔ مسلمان خلفاء
اور سلاطین میں سے ہر بادشاہ نے اس کو پورا کرنے کی قسمت آزمائی کی مگر ازل سے
یہ سعادت سلطان محمد فاتح کی قسمت میں آچکی تھی۔ سیرت النبی ج ۳ ص ۶۶۹

کے متوفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھٹا باب

القول السدید

فی اسباب شہادۃ الشہید

حادثہ کربلا کے عوامل واسباب

یزید نے امام پر سختی کرنے کا حکم دیا تھا

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ، یزید نے ولید (گورنر مدینہ) کو ایک خفیہ خط میں لکھا کہ حسین (بن علی) اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) کو بیعت کے لئے سختی سے پکڑو اور ان سے کسی قسم کی رو رعایت نہ کرو حتیٰکہ وہ بیعت کر لیں، والسلام

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴۶ و ص ۱۴۷)

(۲) یزید نے عبداللہ بن عمرو بن ادیس عامری کو گشتی مراسلہ دے کر امیر مدینہ ولید بن عقبہ کے پاس بھیجا کہ عوام سے بیعت لیں اور اعیان قریش میں سب سے پہلے حسین بن علی سے بیعت لی جائے۔ البدایہ والنہایہ

(۳) مولوی محمد شفیع دیوبندی نے لکھا ہے کہ، یزید نے تخت خلافت پر آتے ہی والی مدینہ ولید بن عقبہ بن ابی سفیان کو خط لکھا کہ (حضرت) حسین اور عبداللہ بن زبیر کو بیعت خلافت پر مجبور کرے اور ان کو اس معاملہ میں مہلت نہ دے (شہید کربلا ص ۱۸) ولید کا تعارف رضا فضائلِ کربلا اور دوسرا ۲۲۸/۲

مدینۃ الرسولؐ چھوڑنے کی وجہ

مروان (دشمن اہلبیت) نے ولید سے کہا کہ اب یہ (امام حسین۔ آپ کو رات کی تاریکی میں بیعت کیلئے بلایا گیا تھا) بلا بیعت چلا گیا تو یاد رہے، خوب قتل و غارت ہو گی۔ اسے روک لو، بیعت کئے بغیر نہ جانے پائے، اگر انکار کرے تو سر تن سے جدا کر دیا جائے، امام حسین نے اٹھتے ہوئے فرمایا۔ اے مروان، اے ابن زرقاء، تو مجھے قتل کرے گا، اللہ کی قسم تو جھوٹا ہے اور خطا کار ہے، پھر حضرت حسین واپس چلے

گئے، تو مروان نے کہا! واللہ! وہ غائب اور روپوش ہو جائے گا، تم اسے دیکھ نہ سکو گے، تو ولید نے مروان کو کہا۔ اللہ کی قسم! مجھے اگر قتل حسین کے عوض تمام کائنات بھی مل جائے، تو مجھے (یہ بات) پسند نہیں۔ اللہ کی پناہ! کیا میں امام حسین کو صرف بیعت سے انکار کرنے پر قتل کر دوں؟

اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ امام حسین کے قاتل کا نامہ اعمال قیامت کے دن ہلکا اور بے وزن ہوگا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴۷ و ص ۱۶۲، سیر الصحابہ ج ۹ ص ۱۵۲)

یزید کی شدت اور مروان کی تجویز قتل و غارت شرعاً و قانوناً کیا حیثیت رکھتی ہے؟ اس یزیدی حرکت اور مروانی عداوت نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مرقد بتول اور شہر امن وایمان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

بقول حافظ ابن کثیر آپ ۲۸ رجب سنہ ۶۰ھ کو مدینہ منورہ سے مکۃ المکرمہ دار امن کی طرف عازم سفر ہوئے اور تین شعبان بروز جمعہ وہاں پہنچے شعبان، رمضان، شوال اور ذوالقعدہ کے مہینے مکۃ المکرمہ میں گزارے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۸)

مدینہ کے گورنر پر یزید کی ناراضگی

یزید بن معاویہ نے اسی سال رمضان سنہ ۶۰ھ میں ولید بن عقبہ کو (امام پر سختی نہ کرنے اور ان کو قتل نہ کرنے کی کوتاہی اور غفلت کی بنا پر مدینہ کی گورنری سے معزول کر دیا۔ اور اسے (مدینہ منورہ کی) بھی امیر مکہ، عمرو بن سعید بن عاص کی نیابت میں دے دیا۔ چنانچہ وہ رمضان ہی کے مہینہ میں یا...... ذوالقعدہ میں مدینے آگیا۔ یہ ایک نہایت متکبر اور خود سر انسان تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴۸)

یہ ہے وہ یزید، جو مدینہ طیبہ کے گورنر کو حضرت امام حسین
ادب واحترام کی بنا پر عہدہ گورنری سے معزول کر رہا ہے اور کوفے
گورنر عبید اللہ بن زیاد کو امام حسین کے قتل کر دینے پر اپنا محترم و معز
بنا رہا ہے۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۹۹)

امام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا عزم

سیدنا امام حسین
چونکہ محبوب
کی صورت و سیرت کی صحیح تصویر اور ان کی حقیقی نشانی تھے، نور دیدۂ رسو
اور جگر گوشۂ بتول ہونے کی وجہ سے تقویٰ، طہارت، زہد و عبادت اور
علم و عمل اور ورع و خوف خدا کے لحاظ سے آپ اس وقت سب
فائق اور مرجع خلائق تھے، آپ کے چشمہ رحمت و علم و حکمت پر ہر وق
تشنگان کا ایک زبردست ہجوم جمع رہتا تھا، جو آپ کے مخالفوں کی آنکھ
کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ، جب لوگوں
یزید بن معاویہ کی بیعت کی خبریں سنیں تو ان کی نگاہیں حضرت حسین رضی
کی طرف اُٹھنے لگیں، وہ ان کے پاس آتے، ان کی مجلس میں بیٹھتے اور ان کے ارشاد
سنتے...... کیونکہ سید کبیر اور بنت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرز
ہونے کی بنا پر لوگوں کے دل ان کی طرف مائل تھے، اس وقت تمام زمین پر آپ
کا ہم پلہ یا مدمقابل کوئی بھی نہ تھا، لیکن یزیدی حکومت کی تمام مشینری آپ
کے خلاف تھی، (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۱)

آپ کا بدترین دشمن اور ناجائز حکومت کا نقطۂ اول یزید آپ کی
اس عزت کو برداشت نہ کرسکا اور آپ کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کیلئے اپنے
پر تول دیئے۔ چنانچہ اس نے، حضرت ابن عباس کو جو خط لکھا تھا۔ اس میں یز

کے من کا چور بولتا ہے اور اس کی بے مروتی ہویدا ہو جاتی ہے۔

یزید نے لکھا "حسین مدینہ سے مکہ آگئے ہیں، میرا خیال ہے کہ عراقیوں نے اس کو خلافت کا لالچ دیا ہے، آپ کو ان کا خوب علم ہے اور تجربہ ہے، اگر واقعی ایسا ہے تو انہوں نے قرابت کے منطبوط رشتہ کو قطع کر دیا ہے۔ آپ خاندان کے رئیس ہیں اور حُسین کے منظورِ نظر۔ آپ انہیں افتراق وانتشار سے منع کریں"۔ یزید نے خط کے آخر میں لکھا "مجھے معلوم ہے یا ظن غالب ہے۔ بسا اوقات ظن سچا نکلتا ہے اور حقیقت بن کر سامنے آتا ہے، عنقریب تمہاری باغیانہ روش، تمہیں موت کے گھاٹ اتار دے گی اور تمہاری لاشیں عقابوں اور کرگسوں کے لئے سامان ضیافت ہوں گی۔

(البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۶۴)

مکۃ المکرمہ چھوڑنے کی وجہ

آپ پڑھ چکے ہیں کہ یزید پلید نے تخت نشین ہوتے ہی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ادب کرنے کے لئے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کر دیئے تھے اور حضرت امام کی اعلیٰ ذات اور احسن صفات سے گھبرا کر اپنی ساری حکومت کو ان کے ہراساں کرنے کیلئے چوکس کر دیا تھا، ابنِ کثیر نے لکھا ہے۔

ولکن الدولۃ الیزیدیۃ کانت کلھا تنادئہ" (البدایہ ج ۸ ص ۱۵۱)

یعنی یزید کی حکومت کو امام پاک سے سخت پرخاش و عداوت تھی، ملّتِ اسلامیہ کا عدیم المثیل ماوئ وملجاء ساری حکومت کو اپنے راستے میں کوہ گراں نظر آنے لگا، اس کو ہٹانے کیلئے انہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرنا شروع کر دیں۔ حکومت کی اس بے جا مناقشت ومخالفت نے

آپ کو مکۃ المکرمہ چھوڑنے پر مجبور کردیا چنانچہ آپ نے آٹھ یا دس ذوالحجہ ۶۰ھ میں بیت اللہ کو الوداع کہدیا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۵۸ و ص ۱۶۵)

ہشام بن کلبی نے عوانہ بن حکم سے انہوں نے لبطہ بن غالب ابن فرزدق سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنی ماں کے ساتھ حج ادا کیا، جب میں حرم میں داخل ہوا تو مکہ سے باہر حضرت حسین سے میری ملاقات ہوگئی یہ ۶۰ھ کے ایام تھے .... میں نے ان سے پوچھا کہ اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، آپ حج چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ اگر میں جلدی نہ کرتا تو گرفتار کرلیا جاتا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۶۷)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یزیدی کارندے حاجیوں کے لباس میں مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ کو گرفتار کرنے کے بہانے تلاش کر رہے تھے، آپ کی فراست نے ان کے ارادوں کو بھانپ لیا اور نفلی حج کو چھوڑ کر دو اہم فرضوں پر عمل پیرا ہوئے۔

(۱) حفظ جان (۲) حرم محترم کی آن۔ کیونکہ حرم کعبہ میں قتل و قتال حرام ہے۔

مانعین سفر اور امام

(۱) حضرت عبداللہ بن مطیع (۲) حضرت عبداللہ بن عمر (۳) حضرت عبداللہ بن عباس (۴) حضرت ابوسعید خدری (۵) حضرت ابو واقد لیثی (۶) حضرت جابر بن عبداللہ (۷) حضرت مسور بن مخرمہ نے آپ کو اس سفر سے اپنے انداز بیان و محبت و حجت کے مطابق روکا .... لیکن آپ نے سب

کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا، میں اس بارے میں استخارہ کروں گا۔ عمرہ بنت عبدالرحمان نے آپ کو خط لکھا..... کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے تھے کہ حُسین کو ارض بابل میں قتل کیا جائے گا۔ یہ خط پڑھ کر آپ نے فرمایا، کہ پھر تو ادھر جانے اور ایسا ہونے کے سِوا کوئی چارہ نہیں۔

ابو بکر بن عبدالرحمان بن حارث آئے اور کوفہ جانے سے منع کیا....

آپ نے فرمایا! اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ جو مقدر ہو چکا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ عبداللہ بن جعفر نے آپ کو عراقیوں سے بچے رہنے کا خط لکھا۔ آپ نے جواباً لکھا کہ مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک کام کرنے کا حُکم فرمایا ہے جس کی تعمیل ضروری ہے اور اس پر عمل پیرا ہوں۔

نائب الحرمین۔ عمرو بن سعید بن عاص! (مغرور، متکبر، خودسر، البدایہ ج ۸ ص ۱۶۸) نے لکھا کہ آپ نے عراق جانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے... میرے پاس چلے آیئے۔ آپ نے فرمایا، اگر تم نے میرے ساتھ نیکی و صلہ رحمی کرنے کی غرض سے یہ خط لکھا ہے تو تمہیں اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے۔ جو شخص نیک عمل کرے اور اللہ کی طرف بلائے وہ مخالفت کرنے والا ہوتا ہے نہ تفرقہ ڈالنے والا۔ میں مسلمان ہوں اور بہترین امان اللہ تعالیٰ کی ہے، جو شخص دُنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اس کا ایمان کامل نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دنیا میں ہم ایسی مخافت کے طلب گار ہیں جو قیامت کے دن خدا کے حضور ہمارے لئے امان کی موجب ہو۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۶۳ وص ۱۶۴)

حضرت عبداللہ بن عباس نے آپ کو کوفہ جانے پر سختی و محبت سے

روکا..... تو آپ نے فرمایا کہ مجھے مکہ میں شہید ہونے اور بیت اللہ کی حرمت پائمال کئے جانے کی بجائے کسی اور جگہ شہید ہونا بہتر معلوم ہوتا ہے۔

(البدایہ ج ۸ ص ۱۶۵)

ابنِ عباس کی یہ حجت یزید کے تحریری خط کی وجہ سے تھی، اس سے اور دیگر مانعین کے پیغام و خطوط سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ وہ حضرات یزید کو سراپا حق و صواب جانتے تھے۔ اور آپ کو معاذاللہ، خطاکار، انکا یہ روکنا بر سبیل محبت تھا۔ اور آپ کا ادھر جانا بمطابق تقدیر و بحکم بشیر تھا۔ جس کا اظہار آپ نے عبداللہ بن جعفر کے خط کے جواب میں کیا ہے۔ عمرہ کے خط کی حدیث بھی اس پر واضح دلیل ہے۔ نوشتہ تقدیر باظہار زبان رسالت اور حکم رسول پر کسی کی بات کو ترجیح دینا متقاضئ ایمان نہیں۔

کیا صحابہ کرام،
اِمام حُسین کے اقدام کو غلط سمجھتے تھے
اور یزید کی امارت پر راضی تھے۔

بعض لوگ صحابہ کرام کے عمل تمنیع کو حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کی غلطی پر محمول کرتے ہیں، حالانکہ ان کا عمل تمنیع حضرت امام حسین علیہ السلام کیلئے بر بنائے محبت و شفقت تھا، اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہ کرام یزید پلید کی غیر شرعی حکومت اور غیر اسلامی سیاست پر نکیر و مخالفت کو غلط جانتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام کا نقطہ نظر و اجتہاد بھی یزید ہی کو خطاوار اور غلط قرار دیتا ہے، چنانچہ علامہ ابن خلدون

کے حوالے سے گزر چکا ہے، کہ اس گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی ذمہ داری تو صرف یزید اور اس کے ساتھیوں کے کندھے پر ہے، یہ بھی نہ کہیئے کہ جب صحابہ کرام نے یزید کے فاسق ہونے پر اس پر خروج کو جائز قرار نہیں دیا تو یزید کے افعال بھی ان کے نزدیک صحیح ہوں گے؟ ہر گز نہیں۔
(مقدمہ ابن خلدون ص ۲۲۱)

(۲) قاری محمد طیب دیوبندی نے صحابہ کرام و آئمہ اعلام کا یزید کے فسق و فجور پر اتفاق کا اقرار کیا ہے، چنانچہ انہوں نے لکھا کہ۔ بہر حال یزید کے فسق و فجور پر صحابہ کرام سب کے سب متفق ہیں..... آئمہ مجتہدین بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علمائے راسخین، محدثین، فقہاء..... محققین یزید کے فسق پر علماء سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں (شہید کربلا اور یزید ص ۱۵۲)

فاسق و فاجر کی امارت کو برداشت کرنا اور چیز ہے اور رضامند ہونا اور چیز، صحابہ کرام کو یزید کی امارت پر راضی مان کر گویا ان کو بھی اس کے گناہوں اور غیر شرعی احکامات پر ممد و معاون بنانا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۳) مولوی عبدالرشید دیوبندی نے لکھا ہے کہ اسلام کی تاریخ میں جب اس سیاسی بدعت کا آغاز ہو رہا تھا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ لوگ بھی خاموش رہ جاتے جنہوں نے نبوت کا زمانہ خلافت راشدہ کا زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ..... یزید کی حکمرانی سے علماء صلحاء کا طبقہ اور اہل دین و تقویٰ کا گروہ حکومت سے دور ہوتا گیا، دینی حلقوں میں نفرت و ناراضی بڑھتی جا رہی تھی حضرت حسین کا یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا دینی طبقے کی رائے عامہ کا مظہر اور بہت بڑی علامت تھا، کسی نے اس اقدام کو غلط قرار نہیں دیا، حضرت حسین کی شہادت پر پوری امت کا اتفاق ہے۔ (حادثہ کربلا ص ۲۹)

علما و صلحا، اہلِ دین و اہلِ تقویٰ کی رائے کا مظہر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا خط بھی ہے جو انہوں نے یزید کے خط کے جواب میں لکھا تھا، جو یہ ہے، (یزید)

تمہارا خط ملا...... تمہارا یہ کہنا کہ میرے اس حسن سلوک کو فراموش نہ کرو گے۔ تو مجھے تمہارے حسن سلوک کی ضرورت نہیں اور تمہاری یہ درخواست کہ میں دلوں میں تمہاری محبت پیدا کروں، اور ابن زبیر سے نفرت اور ابن زبیر کو میں اکیلا چھوڑ دوں، تو ایسا نہیں ہو سکتا، مجھے نہ تمہاری خوشی منظور ہے، اور نہ تمہارا اعزاز اور یہ ممکن بھی نہیں، کیونکہ تم ہی حسین اور جوانانِ عبدالمطلب کے قاتل ہو، تمہارے سواروں نے تمہارے حکم سے ان لوگوں کو خون آلود میدان میں ڈال دیا تھا، اور ان کے بدن پر ایک کپڑا بھی نہ تھا پیاس کی حالت میں ان کو قتل کیا گیا..... یہ سب کچھ تم نے خدا، رسول اور اہل بیت کی عداوت میں کیا، حسین نے تمہارے سامنے صلح کی بھی پیشکش کی اور واپس لوٹ جانے بھی درخواست کی، مگر تم نے یہ دیکھ کر کہ اس وقت بے یار و مددگار ہیں۔ اور ان کے خاندان کا صفایا کیا جا سکتا ہے، موقع غنیمت جانا اور تم ان کے خلاف اس طرح ٹوٹ پڑے، گویا تم مشرکوں اور کافروں کو قتل کر رہے ہو،..... آج تو نے ہم پر فتح پالی ہے، ہم بھی کسی نہ کسی دن تجھ پر فتح پا کر رہیں گے (کامل ابن اثیر ج ۴۔ ص ۵۰، ص ۵۱ بحوالہ حادثہ ص ۳۷، ص ۳۸)

اس خط اور اس سے پہلے والی عبارت سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اس وقت کا دینی و اسلامی حلقہ یزید کو بالکل ناپسند کرتا تھا اور اس کی غیر شرعی حکومت سے نالاں تھا۔ اس کے باوجود ان حضرات

کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو روکنا محض محبت و شفقت کی بنا پر تھا۔ اور انہوں نے آپ کے اس اقدام کو غلطی سے بھی تعبیر نہیں کیا، اور اس اقدام کو غلطی قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں، اگر جابر و ظالم حکومت کے خلاف اور غیر آئینی امر کے خلاف آواز حق بلند کرنا غلطی ہے تو پھر راست اقدام اور صواب کیا ہوگا؟ خلافت کو موروثی نظام میں تبدیل کرنا۔ تجزیر و تخدیع سے بیعت لینا، اور امن کے خلاف بے چینی و اضطراب کا پایا جانا ایک ثابت شدہ معاملہ ہے جس کا انکار سورج کے انکار کے مترادف ہے۔

بیعت ابن عباس کی حقیقت

دھوکہ دیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے یزید کی بیعت کر لی تھی حالانکہ حضرت عبداللہ کا خط ابھی آپ نے پڑھا ہے جس میں یزید کی طرف داری کا کوئی عندیہ بھی نہیں ملتا، ایک بار پھر اس خط کے مندرجات کو بالترتیب ملاحظہ کریں۔

(۱) حضرت عبداللہ نے یزید کے حسن سلوک کو ٹھوکر مار دی (۲) لوگوں کے دلوں میں یزید کی نفرت رہنے دینے کو اچھا سمجھا۔ (۳) حضرت عبداللہ بن زبیر کی حمایت، نصرت اور حفاظت کا اور ان کو تنہا نہ چھوڑنے کا اعادہ کیا۔

(۴) یزید کی خوشی و اعزاز کو منظور نہ کیا۔ (۵) حضرت امام حسین اور جوانان عبدالمطلب کا قاتل یزید ہی کو قرار دیا۔ (۶) کربلا کے حادثے کا ذمہ دار یزید ہی کو ٹھہرایا۔ (۷) یزید کو اللہ تعالیٰ رسول کریم اور اہل بیت اطہار کا دشمن گردانا۔ (۸) یزید پر فتح پانے اور شہیدوں کا بدلہ لینے کا ببانگ دھل اظہار کیا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ درس نبوت میں پڑھنے والوں اور خلفاء

راشدین کا حسین دور دیکھنے والوں نے ایسے شخص کی بیعت کرلی تھی جو، خدا و رسول کا دشمن اور اہل بیت کا قاتل تھا؟

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۱۲

بیعت ابنِ عمرؓ کی حقیقت

بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۳ والی بیعت ابن عمر کی روایت

بھی بعض وجوہ کی بنا پر قابل اعتبار نہیں - (۱) اس روایت کا راوی، حماد بن زید، ناصبی ہے، کما قال امام ابن حجر لاحظ تہذیب التہذیب ترجمتہ - (۲) اگر بیعت تسلیم کی جائے تو یہ بیعت بالرضا نہیں، بالجبر ہے، چنانچہ علامہ ابن کثیر نے اس حقیقت کا اعتراف یوں کیا ہے،

وکانوا یتخوفونہ' یزیدی، حضرت ابن عمرؓ کو یزید کی بیعت پر مجبور کرتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴۸)

(۳) * یزید کی بیعت ولیعہدی کا الزام بھی ان بزرگوں کے سر تھوپا گیا تھا حالانکہ وہ اس کا انکار کرتے رہے۔ (ماثبت بالسنہ ص ۱۴) احتمال ہے کہ یہ بیعت بھی اسی طرح کا کھیل ہو، (۴) امیر معاویہ کی ترھیب و ترغیب کے باوجود آپ نے جب بیعت ولیعہدی نہیں کی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آج وہ یزید کو خلیفہ مان کر اس کی بیعت کرلیں؟ اولوالامر کی اطاعت کو اس وقت کیوں واجب نہ سمجھا؟ (۵) صحابہ کرام و اہلبیت اطہار نے امیر معاویہ کی حکومت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے اقدام بیعت ولیعہدی یزید کی مخالفت میں کیوں کمربستہ ہوگئے اور اس اقدام پر امیر معاویہ کو تنقید کا نشانہ کیوں بناتے رہے؟ (۶) ظاہر ہے کہ اگر یہ حضرات کسی دور میں بھی یزید اور اس کی امارت کو تسلیم کرلینے کا عزم رکھتے ہوتے

تو اس کا عہد و پیمان امیر معاویہ کے سامنے بہتر تھا۔ اس کے فوت ہو جانے کے بعد ؏ این خیال است و محال است و جنون۔

(۷) جب حالت اکراہ کے کفریہ کلمے تسلیم و رضا ثابت نہیں کر سکتے

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان (القرآن)

تو جور و جبر کی بیعت سے رضا کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟

(۸) کیا حضرت عبداللہ بن عمر نے (یزیدی) عراقیوں کو قاتل امام قرار نہیں دیا؟ (دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۵۳۰ و بخاری ج ۲ ص ۸۸۶)

معاذ اللہ، ابن عمر اس یزید کے مرید ہو گئے جس کے اشارے سے عراقیوں نے بے گناہ افراد کو میدان کربلا میں شہید کر دیا۔

(۹) بالفرض اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تو بخاری ج ۲ ص ۶۴۹ والی وہ روایت جس کے الفاظ یہ ہیں قال یاتیھا فی ...... کو بھی صحیح مانتے ہو؟ اگر نہیں تو پھر بیعت والی روایت کو صحیح نہ ماننے میں کیا حرج ہے؟

امام کو پکڑنے کی پہلی کوشش

ابو مخنف نے حارث بن کعب والبی سے اور انہوں نے عقبہ بن سمعان سے روایت کی ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تو امیر مکہ عمرو بن سعید نے چند لوگوں کو اپنے بھائی یحییٰ کی زیر قیادت (حضرت) حسین کو کوفہ کی طرف جانے سے روکنے کیلئے بھیجا، انہوں آ کر آپ کا راستہ روک لیا، اور واپس لوٹ جانے پر مجبور کیا۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا، تو وہ آپ سے الجھ پڑے اور فریقین نے کوڑوں اور ڈنڈوں سے ایک دوسرے کی پٹائی کی۔ آخر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور

آپ کے ساتھیوں نے سخت مقابلہ کے بعد راستہ بنالیا اور اپنی منزل
کی طرف چل نکلے پھر یحییٰ زبانی طور پر آپ کو ادھر جانے سے عار دلاتا رہا
تو آپ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی،

لی عملی ولکم عملکم انتم بریئون مما اعمل وانا بریٔ
مما تعملون ۵ (پ ۱۱، ع ۱۲)

(ترجمہ) میرے لئے میرا عمل اور تمہارے لئے تمہارا عمل تم بری ہو
اس سے جو میں کرتا ہوں اور میں بری ہوں اس سے جو تم کرتے
ہو، (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۶۶)

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ یزیدی درندے آپ کو
حرم محترم کی حدود کے اندر ٹھنڈا کر دینا چاہتے تھے، مگر آپ کی فراست
نے ان کے عزائم کو بھانپ لیا، حرمتِ کعبہ اور عزت بیت اللہ کی خاطر
آپ نفلی حج کو چھوڑ کر رختِ سفر باندھنے پر مجبور ہو گئے اور ان کے ارادوں
کو وہاں پورا نہ ہونے دیا، اور جس مینڈھے کے بیت اللہ میں ذبح ہونے
کی روایت سن رکھی تھی، وہ نہ بنے۔ یہ روایت البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۶۶
پر اور فضائل صحابہ واہلبیت ص ۲۱۹ پر موجود ہے۔

؎ حقیقت ابدی ہے مقام شبیری بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی وشامی

ابنِ زیاد کا تقرر

عبیداللہ[1] بن زیاد۔ یزید کے ولد الحرام چچا
کا بیٹا تھا، مولانا مودودی نے عبید

[1] عبیداللہ بن زیاد، مرجانہ نامی ایک رنڈی کے بطن سے پیدا ہوا تھا، پیدائش ۲۰ھ (؟) [illegible]، جب عبیداللہ بن زیاد کے پاس حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا
اور طشت میں رکھا گیا تو ابن زیاد (ان کی آنکھ اور ناک میں) مارنے لگا اور آپ کی خوبصورتی میں اعتراض کیا۔ بخاری ج ۱ ص ۵۳۰، بخاری مترجم ج ۲ ص ۴۶۰،
ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸، مشکوٰۃ ص ۵۷۰، اور فیض الباری ج ۴ ص ۱۹۰ کے حاشیہ میں ہے کہ عبیداللہ بن زیاد فاسق و ظالم کا سر جب مختار ثقفی کے سامنے رکھا گیا تو ایک سانپ
آیا جو اس کے منہ سے گھسا تو ناک سے نکل گیا اور ناک سے گھسا تو منہ سے نکل آیا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۶۵۶ و ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸) مظاہر
حق ج ۴ ص ۶۶۳، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۱ ترمذی میں ہے کہ سانپ نے تین بار ایسا کیا، ترمذی ج ۲ ص ۲۱۹ (اے عقل والو عبرت
حاصل کرو) ۱۲ سعیدی القادری غفرلہ،

[2] ابن زیاد نے جو کچھ کیا یزید پلید کے حکم سے کیا۔ اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۲۳۔

کے باپ کے بارے میں جو نقل کیا ہے وہ ملاحظہ کریں، زیاد طائف کی ایک لونڈی سمیہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا، لوگوں کا بیان ہے کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت معاویہ کے والد جناب ابوسفیان نے اس لونڈی سے زنا کا ارتکاب کیا اور اسی سے وہ حاملہ ہوئی، حضرت ابوسفیان نے بھی ایک مرتبہ اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ زیاد انہی کے نطفہ سے ہے، ... حضرت معاویہ نے اس کو اپنا حامی و مددگار بنانے کیلئے اپنے والد کی زناکاری پر شہادتیں لیں ... پھر اس بنیاد پر اسے اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا فرد قرار دے دیا۔ یہ فعل اخلاقاً مکروہ اور قانوناً صریح ناجائز تھا، ام المومنین ام حبیبہ نے اس کو اپنا بھائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس سے پردہ فرمایا (خلافت و ملوکیت ص ۱۷۵ بحوالہ استیعاب ج ۱ ص ۱۹۶ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۲۰ تا ۲۲۱، البدایہ ج ۸ ص ۲۸، ابن خلدون ج ۳ ص ۷ و ص ۸)

عبداللہ بن مسلم بن شعبہ، عمارہ بن عقبہ اور عمرو بن سعد بن ابی وقاص نے یزید کو (کوفہ کے حالات اور حضرت مسلم بن عقیل کی آمد اور نعمان بن بشیر کی بے پرواہی کی) اطلاع پہنچائی تو یزید نے نعمان بن بشیر کو معزول کر کے امیر بصرہ عبید بن زیاد کو امیر کوفہ بھی نامزد کر دیا، یزید نے اپنے غلام سرجون سے اس معاملہ میں مشورہ کیا تو اس نے کہا جناب۔ امیر معاویہ ہوتے تو آپ ان کا مشورہ قبول کر لیتے۔ یزید نے کہا ضرور! تو اس نے کہا کہ کوفہ کی امارت و نیابت کے لئے صرف ابن زیاد ہی بہتر اور مناسب ہے۔ یزید نے ابن زیاد کو بصرہ کے علاوہ کوفہ کی نیابت بھی سونپ دی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۲)

سرجون، عیسائی تھا، یزید کا مشیر خاص، اور اہل اسلام کا بدترین دشمن

یزید کا سیکرٹری اور درباری شاعر عیسائی تھے

امویوں نے عیسائیوں کو زیادہ قربت عطا کی، ان سے کام لیا، فائدہ اٹھایا اور بڑے بڑے مناصب پر انہیں سرفراز کیا۔

معاویہ بن سفیان نے سرجوہ (سَرجُون) بن منصور رُومی کو جو مسیحی تھا اپنا سیکرٹری اور صاحب امر بنالیا۔ معاویہ کے بعد بھی سَرجُون اپنے مقام پر فائز رہا۔ یزید اس سے اہم معاملات میں صلاح و مشورہ کرتا رہتا تھا اور اس کی رائے کو غیر معمولی وقعت دیتا تھا، سَرجُون کے بعد اس کا بیٹا یحیی دِمشقی باپ کی جگہ مقرر ہوا۔ یحیی ایک عرصے تک امویوں کا کار گزار بنا رہا۔ ..... مسیحی شاعر اخطل کو بھی امویوں نے بہت زیادہ بڑھایا تھا اس پر انعام و اکرام کی بارش کر رکھی تھی، اسے شاعرِ دربار کا منصب دیا تھا۔ یزید بن معاویہ اس سے جو خاص کام لیتا تھا وہ یہ کہ اعداءِ بنی اُمیہ کی ہجو (بدگوئی) پر اکساتا تھا اور وہ خُوب خُوب ہجویہ اشعار کہکر اس کا دِل خوش کرتا تھا۔ تاریخ معتزلہ ص۷۸ و ص۷۹

مسلم بن عقیل کے قتل کا حکم یزید نے دیا تھا

یزید نے مُسلم بن عمرو باہلی کو ابن زیاد کی طرف دستی مراسلہ دے کر روانہ کیا، اور اس میں لکھا کہ کوفہ پہنچ کر مُسلم بن عقیل کو تلاش کر کے قتل کر دے یا جلاوطن کر دے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۱۵۲)

چنانچہ یزید کے حکم کے موافق، ابن زیاد نے حضرت مسلم بن عقیل اور حضرت ہانی بن عمرو کو قتل کر دیا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۱۵۷، اور ان کے سر کاٹ کر یزید کے پاس بھیج دیئے، یزید نے ابنِ زیاد کو شکریہ کا خط لکھا اور ساتھ ہی

وفي رواية ان يزيد كتب الى ابن زياد - قد بلغني ان الحسين قد توجه الى نحو العراق فضع المناظر والمسالح واحترس واحبس على الظنة وخذ على التهمة غير ان لا تقتل الا من قاتلك واكتب الي كل ما يحدث من خبر والسلام

یہ بھی لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حُسین عراق کے قریب پہنچ گئے ہیں، اس لئے جاسوس اور خفیہ رپورٹر پورے شہر میں پھیلا دو اور جس پر ذرا بھی حُسین کی تائید کا شبہ ہو اسے کو قید کر لو، (شہید کربلا ص۴۵ و ص۴۶) الصواعق المحرقہ ص۱۹۶

اِمام کے بارے میں یزید کے خط

مروان بن حکم[۱]، عمرو بن سعید[۲] (والئی حجاز) اور یزید بن معاویہ نے، ابن زیاد کو حضرت امام حُسین کی روانگی کے بارے میں خط لکھے تھے، یزید نے دو خط لکھے دوسرے خط کا مضمون یہ تھا،،

مجھے معلوم ہوا ہے کہ حُسین عراق کی طرف روانہ ہو چکے ہیں، سرحدی چوکیوں کی ناکہ بندی کر دو، نگران مقرر کر دو، جس سے بدگمانی ہو انہیں حراست میں لے لو، مشتبہ افراد کو گرفتار کر لو، صرف اس کو قتل کر و جو تم سے بر سرِ پیکار ہے، جو واقعہ پیش آئے مجھے اس سے باخبر رکھنا۔ البدایہ ج ۸ ص ۱۶۵

یزید نے ابنِ زیاد کو جب یہ حکم دیا تو اس نے وہاں کے لوگوں کا نظام زندگی معطل کر کے رکھ دیا۔ اور چاروں طرف محافظ و نگران مقرر کر دیئے چنانچہ بلال بن یساف نے بیان کیا کہ ابن زیاد نے مقام واقعہ کے درمیان سے طریق شام اور طریق بصرہ تک محافظ و نگران مقرر کر دیئے، ہر مسافر اور راہرو کی نقل و حرکت اور آمد و رفت پر پابندی لگا دینے کا حکم دیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۰)

اِمام نے جنگ نہ کرنے کیلئے اللہ اور اسلام کے واسطے دیئے

حضرت امام حُسین ان حالات سے بے خبر اپنے سفر پر گامزن تھے (راستے میں) آپ کو چند دیہاتی ملے آپ نے ان سے لوگوں کے بارے میں پوچھا تو

[۱] مروان کا خط البدایہ ج ۸ ص ۱۶۵ پر موجود ہے - وکتب مروان الى ابن زياد - اما بعد فان الحسين بن علي قد توجه اليك وهو الحسين بن فاطمة وفاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وتالله ما احد يسلمه الله احب الينا من الحسين فاياك ان تهيج على نفسك ما لا يسده شيء ولا تنساه العامة ولا تدع ذكره آخر الدهر والسلام۔

[۲] عمرو بن سعيد كا خط البداية ج ۸ ص ۱۶۵ پر ... اما بعد فقد توجه اليك الحسين ... [illegible]

انہوں نے کہا کہ ہمیں اس کے سوا کچھ معلوم نہیں کہ اب آپ آزادانہ نقل و حرکت نہیں کر سکتے، اس پر آپ نے اپنے سفر کا رُخ یزید بن معاویہ کی طرف موڑ دیا، کربلا کے مقام پر (ابن زیاد کی) فوجیں آن ملیں اس پر آپ وہیں اتر پڑے اور ان کو (جنگ نہ کرنے کیلئے) اللہ اور اسلام کے واسطے دینے لگے۔ ابن زیاد نے آپکے پاس عمرو بن سعد، شمر بن ذی الجوشن اور حصین بن نمیر کو بھیجا تو آپ نے ان کو بھی اللہ اور اسلام کا واسطہ دیا۔ اور فرمایا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو میں اپنا معاملہ اس کے ساتھ طے کر لوں گا، لیکن انہوں نے ایک نہ سُنی اور کہا کہ تم کو ابن زیاد کا حُکم تسلیم کرنا پڑے گا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۰

یزیدیوں کا یہ رویہ حضرت حُر کی توبہ کا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر جاں نثاری کا سبب بنا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۰)

حالانکہ امام پاک جب نینوی پہنچے تھے تو کوفہ کی طرف سے ایک سوار کندھے پر کمان رکھے ہوئے دکھائی دیا، اس نے حضرت امام حسین سے رُخ پھیر کر حُر کو سلام کہا۔ اور ابن زیاد کا خط پیش کیا، جس کا مضمون یہ ہے کہ حُسین کو کوفے کی طرف ایسے راہ پر سفر کرنے پر مجبور کرو، جس پر نہ بستی ہو، نہ قلعہ ہو، تاوقتیکہ ہمارا لشکر آپہنچے، یہ بروز جمعرات ۲ محرم سنہ ۶۱ھ کا واقعہ ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۴

یزیدی فوج کی تعداد

دوسرے (یعنی جمعہ کے) روز (۳ محرم الحرام کو) عمرو بن سعد بن ابی وقاص چار ہزار افراد کا لشکر لے کر آگیا۔ ابن زیاد نے یہ لشکر دیلم کیلئے تیار کیا تھا جو کوفہ سے باہر خیمہ زن تھا۔ لیکن جب حضرت حُسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ پیش آگیا تو اس نے عمرو بن سعد کو حکم دیا کہ پہلے حُسین رضی اللہ عنہ سے نمٹ لو اور اس کے بعد دیلم کو چلے جانا۔ لیکن عمرو بن سعد نے حضرت

حُسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے سے انکار کر دیا اور ساتھ ہی اپنا استعفیٰ پیش کر دیا، ابن زیاد نے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارا استعفیٰ منظور کر لیتا ہوں۔ لیکن میں تمہیں دوسرے علاقوں کی نیابت سے بھی معزول کر دوں گا، عمرو بن سعد نے کہا کہ اس پر غور کرنے کے لئے مجھ کو کچھ مہلت دو، پھر اس نے اس معاملہ میں جس سے بھی مشورہ کیا اس نے اُسے حُسین پر حملہ کرنے سے روکا حتیکہ اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ خدا کی پناہ! حُسین پر ہرگز لشکر کشی نہ کرنا۔ یہ سراسر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور قطع رحمی ہے۔ خدا کی قسم اگر تمہیں سارے جہان کی سلطنت سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں تو یہ تمہارے لئے حُسین کا خون اپنی گردن پر لینے سے زیادہ آسان ہے۔ عمرو نے کہا انشاء اللہ میں ایسا ہی کرونگا۔ لیکن جب عبید اللہ بن زیاد نے اسے معزول کرنے کے علاوہ قتل کرنے کی بھی دھمکی دی تو وہ حضرت حُسین کی طرف روانہ ہو گیا اور انہیں اس مقام پر فروکش ہونے پر مجبور کر دیا جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۴ و ص ۱۶۹، سیر الصحابہ ج ۴ ص ۱۸۰/۱۸۱)

حُر بن یزید کی قیادت میں ابن زیاد کا بھیجا ہوا ہراول دستہ جو ایک ہزار گھوڑے سواروں پر مشتمل تھا، آگیا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۲، سیر الصحابہ ج ۴ ص ۱۷۴

امام ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے، ثم جھز الیہ عسکراً فقاتلوہ الی ان قتل ھو و جماعۃ من اھل بیتہ، والقصۃ مشہورۃ۔ فتح الباری ج ۷، ص ۱۲۰

ابن کثیر کے مطابق ابن زیاد کے فوجیوں کی تعداد پانچ ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ ائمہ اہل سُنّت نے یزیدی فوج کی تعداد پانچ ہزار سے چوگنی بھی لکھی ہے، دیکھئے صواعق محرقہ ص ۱۹۷، فضائل صحابہ و اہل بیت، سعادۃ الکونین سر الشہادتین وغیرہ، اب دیکھنا یہ ہے کہ کم از کم پانچ ہزار فوج کتنا افراد کیلئے بھیجی گئی تھی۔

لشکرِ حسینی کی تعداد

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کوئی فوج لیکر نہیں جا رہے تھے بلکہ ان کے ساتھ ان کے بال بچے تھے اور صرف ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادے اسے کوئی شخص بھی فوجی چڑھائی نہیں کہہ سکتا، ان کے مقابلہ میں عمرو بن سعد کے تحت جو فوج کوفہ سے بھیجی گئی تھی اس کی تعداد ۴ ہزار تھی (خلافت وملوکیت ص ۱۷۹ و ص ۱۸۰)

شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

مدعائش سلطنت بودے اگر - خود نکردے با چنیں ساماں سفر

(اسرار و رموز ص ۱۱۰)

ان چند مسافر افراد کے استیصال کیلئے اتنا بڑا فوجی لشکر بھیج دیا گیا، چنانچہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس لشکر کو ابن زیاد نے عمرو بن سعد کی سربراہی میں، امام پاک سے لڑنے کیلئے بھیجا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۰)

کربلا میں امام کی حالتِ زار

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ہم کو موسیٰ بن اسماعیل نے انکو جعفر بن سلیمان نے اور جعفر کو یزید الرشک نے ایک ایسے شخص کے واسطہ سے روایت کی ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ہم کلام ہوا، وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک وسیع اور بے آب وگیاہ میدان میں خیمے نصب کئے ہوئے دیکھے تو پوچھا کہ یہ کس کے خیمے ہیں؟ اس شخص کا بیان ہے کہ میں انکے پاس گیا، تو دیکھا کہ آپ بہ عالم پیری قرآن مجید پڑھ رہے ہیں اور آپ کے رخسار دل اور آپ کی داڑھی پر آنسو بہہ رہے ہیں۔

؎ عزم واستقلال کا پیکر حسین ابنِ علی ؛ صبر وشکر وضبط کا خوگر حسین ابنِ علی۔

میں نے عرض کیا! اے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ اس چٹیل میدان میں جہاں کوئی بشر نہیں کیوں خیمہ زن ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ اہل کوفہ کے مکتوبات ہیں جو انہوں نے میری طرف بھیجے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اب وہ مجھے قتل کرنے پر تلے ہوئے ہیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حرمت کو بھی پامال کرنے سے دریغ نہ کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان پر ایسے لوگ مسلط کر دے گا جو انہیں ذلیل وخوار کریں گے اور ان کی عزت لونڈی کی اوڑھنی کے برابر بھی نہ ہوگی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۶۹)

ابو مخنف نے ابو خالد کاہلی سے روایت کی ہے کہ صبح کو جب (دشمن کے) سوار حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ اے اللہ! ہر مصیبت میں مجھے تیری ذات پر بھروسہ ہے اور ہر شدت میں مجھے تیرا ہی آسرا ہے اور ہر نازل ہونے والی افتاد میں تو ہی میرا ملجأ ہے کتنے ہی غم ہیں جن میں دل بیٹھ جاتے ہیں، حیلے ناکام ہو جاتے ہیں اور دوست کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور دشمن ہنستے ہیں میں نے ہر مصیبت میں تمام رشتے توڑ کر صرف تجھی کو پکارا اور تجھی سے التجا کی تو نے میری مشکلیں آسان کر دیں، دکھ ٹال دیئے اور دوسروں سے مستغنی کر دیا۔ بس تو ہی میرے لئے ہر نعمت کا والی ہے تو ہی میرا محسن ہے اور تو ہی میرا آخری سہارا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۶۹ و ص ۱۷۰)

امام کی تین باتیں

ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے کیلئے عمر بن سعد کو بھیجا تھا آپ نے اُسے فرمایا کہ میری تین باتوں میں سے ایک کو اختیار کر لو یہ کہ میرا

پیچھا چھوڑ دو۔ میں جدھر سے آیا ہوں اسی طرف واپس چلا جاتا ہوں۔ اگر تمہیں یہ منظور نہیں تو مجھے یزید کے پاس جانے دو میں اپنا معاملہ اس سے طے کر لوں گا، اگر یہ بھی منظور نہیں تو مجھے بلاد ترک کی طرف جانے دو، میں ا[illegible] سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک کہ میرے جسم میں جان ہے، عمرو بن سعد نے یہ شرائط ابن زیاد کو بھیج دیں ابن زیاد نے آپ کو یزید کے پاس بھیج دینے کا ارادہ ظاہر کیا، تو شمر بن ذی الجوشن بول اٹھا کہ نہیں اُسکو آپکا حکم تسلیم کرنا ہوگا۔ چنانچہ ابن زیاد نے (اپنا ارادہ بدل لیا اور) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہی پیغام بھیج دیا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو ابن زیاد کے سپرد نہیں کروں گا۔ عمرو بن سعد امام حسین کو قتل کرنے سے کتراتا رہا۔ اس پر ابن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کو بھیج دیا اور اسے کہا کہ اگر عمرو (قافلہ حسین پر) حملہ کرے تو مقابلہ میں اس کے ساتھ شامل ہو جانا ورنہ عمرو کو قتل کر دینا اور فوج کی کمان خو[د] سنبھال لینا میں نے اس امر پر تم کو تعینات کر دیا ہے، عمرو بن سعد کے ہمراہ اہل کوفہ سے تقریباً تیس اعیان سلطنت بھی تھے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نواسے نے تمہارے سامنے تین شرطیں رکھی ہیں کیا تم کو ان کی کوئی شرط بھی منظور نہیں ؟۔

یہ کہہ کر وہ حضرت حسین علیہ السلام سے جا ملے۔ البدایہ ج ۸ ص ۱۷۰

پانی بند کر دیا

عمرو بن سعد نے امام حسین کے پاس قاصد بھیج کر پوچھا کہ آپ کیوں آئے ہیں؟ امام نے فرمایا میں کوفیوں کی دعوت پر آیا ہوں، اگر وہ ناگوار سمجھتے ہیں تو میں مکہ مکرمہ واپس جانے کے لئے بالکل تیار ہوں۔ عمرو بن سعد کو یہ پیغام ملا تو اس

نے کہا غالب امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے ساتھ جنگ کرنے سے محفوظ
رکھے گا۔ چنانچہ اس نے ابن زیاد کو فوراً خط لکھ کر یہ پیغام پہنچا دیا تو ابن
زیاد نے جواب میں یہ مراسلہ روانہ کیا کہ امیر المومنین عثمان (رضی اللہ عنہ) کی طرح
تم بھی ان کا پانی بند کر دو، حسین اور ان کے رفقاء سے کہو کہ وہ یزید کی بیعت
کریں اس کے بعد ہم اپنی صواب دید کے موافق عمل کریں گے۔ (بعد ازاں) ایک فوجی
دستے نے عمرو بن حجاج کی زیر قیادت حسینی قافلہ کو پانی سے روکنا شروع کر دیا
حضرت امام حسین نے اس پر تشنگی اور سدا پیاسے رہنے کی دعا کی تو وہ پیاس
کی شدت سے تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۷۴/۱۷۵ صواعق محرقہ ص ۱۹۷)

حضرت امام حسین علیہ السلام کو بھوکا پیاسا رکھ کر شہید کرنے
کا مقصد یزیدیوں کے نزدیک حضرت عثمان غنی کا بدلہ لینا تھا۔ حافظ ابن کثیر
نے لکھا ہے کہ " ابن زیاد نے عمرو بن سعد امیر حرمین کو قتل حسین کا مژدہ سنایا
تو اس نے وہاں اعلان کرایا۔ یہ اعلان جب بنی ہاشم کی خواتین نے سنا
تو آہ و بکا اور شور و فغاں بپا ہو گیا، یہ شور سن کر امیر حرمین عمرو بن
سعید نے کہا یہ نوحہ عثمان بن عفان کی خواتین کی گریہ و زاری کا معاوضہ ہے
(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۶)

حالانکہ حضرت عثمان کے محاصرہ کے وقت حضرت امام حسن و حضرت
امام حسین بحکم حضرت علی المرتضیٰ، ان کے دروازے پر ان کی نگہبانی کے لئے
تعینات تھے اور حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے رہے۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۲۳

حر نے عمرو بن سعد سے پوچھا! کیا حسین سے آپ واقعی لڑیں گے؟
تو اس نے کہا ہاں۔ خدا کی قسم ایسی لڑائی جس سے کم از کم سر کٹیں اور ہاتھ
شانوں سے اڑ جائیں یہ باتیں سن کر حر نے کہا کہ جہنم کو چھوڑ کر جنت کی

طرف چلا جا رہا ہوں اور وہ حسینی قافلہ میں پہنچ گیا اور کوفیوں سے مخاطب ہو کر کہا، تمہاری مائیں تمہیں روئیں، تم نے امام حسین کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی، جب وہ تشریف لائے تو اب تم اس پر حملہ آور ہو کر اس کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہو، اور اللہ کی وسیع و عریض زمین میں اس کو جانے سے روک رہے ہو جس میں کتے اور خنزیر دندناتے پھرتے ہیں، حسین شدت پیاس سے نیم جان ہو رہے ہیں اور تم نے ان پر فرات کا پانی بند کر دیا ہے جسے کتے اور خنزیر بغیر کسی مزاحمت کے پی رہے ہیں، تم بدترین حکمران ہو، اگر تم نے توبہ نہ کی اور امام حسین کی دشمنی سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن پیاسا رکھے گا یہ سن کر انہوں نے حر پر تیر برسانے شروع کر دیئے، حر واپس لوٹ کر حضرت امام حسین کے آگے کھڑے ہو گئے۔

البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۰ و ص ۱۸۱

فاضل بدی کے جوابات

اس روایت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ٹکڑا ناصبیوں کا بڑھایا ہوا ہے، جس سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے اعلیٰ کردار اور مقدس مقصد و مدعا کو مجروح کرنا مدنظر ہے، یہ گمراہ کن اضافہ "روایۃً و درایۃً" ہرگز قابل اعتبار نہیں، جس کے وجوہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اس روایت کا اصل ماخذ طبری ہے، اس کے راویوں میں ایک شخص مجالد بن سعید، عندالمحدثین پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔

حافظ ذہبی اور علامہ ابن حجر نے اس پر جرح کی ہے۔

کان طویل اللحیۃ، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۳۸،

۲۔ عقبہ بن سمعان[1] جو شروع سے آخر تک حضرت امام کے رفیق و ہم سفر رہے اور آپ کے تمام مخاطبات کے شاہد و گواہ ہیں حلفیہ کہتے ہیں۔ فواللہ ما اعطاھم مایزعمون من انہ یضع یدہ فی ید یزید، اللہ کی قسم آپ نے ہرگز یہ صورت، جیسا کہ مخالفوں نے مشہور کر رکھی ہے، پیش نہیں فرمائی کہ آپ یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیں گے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اموی حکومت و اس خاندان کے وفاداران ازلی نے (جن کی آج بھی کمی نہیں) یہ پروپیگنڈا اس زمانے میں ہی کر رکھا تھا، جس کی عقبہ بن سمعان کو تردید کرنی پڑی۔

۳۔ اس روایت میں خود "قیل" کا لفظ جو مشتبہ روایت کے ساتھ بولا جاتا ہے اس حقیقت کی غمازی کر رہا ہے، نیز عقبہ نے کسی سرحدی مقام پر جانے کی شرط سے بھی انکار کیا ہے، حافظ ابن کثیر نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

واللہ ما من کلمۃ قالھا فی موطن الا وقد سمعتھا وانہ لم یسأل ان یذھب الی یزید فیضع یدہ الی یدہ ولا ان یذھب الی ثغر من الثغور"

خدا کی قسم! کسی جگہ بھی آپ نے کوئی کلمہ نہیں فرمایا، جو میں نے نہ سنا ہو، آپ نے ہرگز یہ سوال نہ کیا تھا کہ انہیں یزید کے پاس لے جایا جائے اور وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں گے اور نہ یہ فرمایا تھا کہ انہیں کسی

[1] یہ عقبہ بن سمعان امام عالی مقام علیہ السلام کی زوجہ محترمہ رباب کے غلام تھے، عمرو بن سعد نے غلام ہونے کے باعث ان کو چھوڑ دیا تھا۔ (الکامل ج ۴ ص ۳۳)

سر عمد پر جانے دیا جائے بلکہ آپ نے ان دو امور میں سے ایک کا مطالبہ کیا تھا
اول یہ کہ جہاں سے آپ آئے ہیں، وہیں واپس چلے جائیں اور دوسرا یہ کہ
انہیں کسی دور دراز علاقے میں جانے دیا جائے جہاں رہ کر وہ دیکھیں کہ اس
معاملہ میں پبلک کا کیا ردِ عمل ہے۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۷۵)

۴۔ بعض کتابوں میں یہ بات ابن سعد (امیر سپاہ یزید) کے قول
کی حیثیت سے منقول ہے اور ظاہر ہے کہ مخالف کے بیان کا جو یک طرفہ
ہے کیونکر قابل اعتبار ہو سکتا ہے؟

۵۔ طبری کی روایت میں ہے کہ امام پاک اور ابن سعد میں مذاکرات تنہائی
میں ہوئے تھے۔ اور لوگوں میں ان کا چرچا ہو گیا، بغیر اس کے کہ انہوں
نے کچھ سنا ہو یا جانتے ہوں، کتاب الحسین کی عبارت یوں ہے، "تحدث الناس
وان لم یسمعوہ،، یعنی لوگوں میں بے سنے ہوئے چرچا ہو گیا، حافظ
ابن کثیر نے یہ لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعد سے ملنے
کی خواہش کی اس پر دونوں فریق بیس، بیس سواروں کے ہمراہ آئے
اور آپس میں رات گئے تک باتیں کرتے رہے کسی کو بھی معلوم نہیں کہ ان
کے درمیان کیا باتیں ہوئیں لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت حسین
نے ابن سعد سے فرمایا کہ دونوں لشکروں کو یہاں چھوڑ کر ہم دونوں شام
کی طرف یزید بن معاویہ کے پاس چلیں، ابن سعد نے کہا کہ اگر میں نے ایسا
کیا تو ابن زیاد میرا گھر مسمار کرا دے گا، آپ نے فرمایا میں تمہیں اس سے
بہتر گھر تعمیر کرا دوں گا، ابن سعد نے کہا کہ وہ میری جائیداد ضبط
کرلے گا، آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں اپنی حجاز کی جائیداد میں سے اس
سے بھی وافر مال دے دوں گا لیکن ابن سعد نے یہ بات منظور نہ کی،
(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۵)

۶۔ برسبیل تنزل: اگر حضرت امام بیعت پر آمادہ تھے تو دشمن کو لڑائی کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کیا یزیدی حکومت نے ہر حالت میں آپ کو ٹھنڈا کردینے کا منصوبہ بنایا تھا؟ جس پر عمل کرنا لازمی سمجھا گیا۔

۷۔ خود امام عالی مقام کا ارشاد اس کی تکذیب کرتا ہے۔ جب کوفیوں میں سے قیس بن اشعث نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ اپنے قرابت داروں کا کہنا کیوں نہیں مان لیتے؟ یعنی یزید کی اطاعت کیوں نہیں کرلیتے؟ تو اس پر حضرت نے فرمایا،

لا واللہ! لا اعطیھم بیدی اعطاء الذلیل ولا اقرلھم اقرار العبید۔

،نہیں ہوں میں ذلت کے ساتھ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والا اور غلاموں کی طرح ان کی اطاعت کا اقرار کرنے والا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۷۹)

۸۔ جو شخص حضرت علی اور آپ کے خانوادہ پاک، خصوصاً سیدنا حسین علیہ السلام کی جبلی شجاعت، بلند سیرت اور بے مثال عزیمت سے واقف ہوگا وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ تسلیم نہیں کرسکتا کہ آپ موت کے ڈر سے اپنے فیصلے سے پھر سکتے تھے۔ اُن کا ارشاد کہ "افبالموت تخوفنی"۔ آپ کے کردار و استقلال کا آئینہ ہے گویا شاعر نے آپ کی ترجمانی کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے، ے

وانا لقوم ما نری القتل سبۃ"

اذا ما رأتہ عامر و سلول

(ترجمہ) ہم ایسے لوگ ہیں جو قتل ہوجانے کو عیب نہیں سمجھتے، ہاں ابن عامر اور بنی سلول ضرور عیب سمجھتے ہیں،،

غرض ناصبی پارٹی کا یہ جھوٹا پروپیگنڈہ روایت و درایت کی کسوٹی پر ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔

(رد خلافت معاویہ و یزید ص ۴۹)

نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھوی اور تھانوی کے پیران پیر، قطب الاقطاب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

شاہ است حسین، بادشاہ است حسین
دین است حسین، دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

(حاشیہ اسرار در موز ص ۱۱)

درایت کے اعتبار سے یہ امور بھی غور طلب ہیں کہ کیا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے کسی دور میں بھی یزید کی امارت منعقد ہونے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے؟

(۲) جب یزید کی ولیعہدی عمل میں آئی تو کیا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی ولیعہدی کی بیعت کی یا اس کو درست بتایا؟

(۳) جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر یزید کے عامل، ولید بن عقبہ نے آپ سے بیعت کا مطالبہ کیا تو کیا آپ نے اس مطالبہ کو منظور فرمایا؟

(۴) کیا امام پاک نے مدینہ منورہ صرف اس لئے نہ چھوڑا تھا کہ یزید و ولید کی طرف سے اس سلسلہ میں آپ پر ناجائز دباؤ ڈالا جا رہا تھا؟

(۵) کیا یزیدیوں کی قتل کی دھمکیوں کے پیش نظر آپ نے مکۃ المکرمہ دار الامن کو اپنی پناہ گاہ نہ بنایا؟

(۶) حرم محترم مکۃ المکرمہ دار الامن والامان میں کیا کبھی بھی آپ نے یزید کی

بیعت کے لئے رضامندی ظاہر کی تھی؟ ناصبیوں کے پاس ان سوالات کا جواب سوائے نفی کے اور کچھ بھی نہیں۔ تو پھر یہ کیسے تصوّر کیا جاسکتا ہے کہ اخیر وقت میں آپ، یزید کی بیعت کیلئے راضی ہو گئے تھے، جبکہ آپ اس بیعت کو بیعت ضلالت سمجھتے تھے، چنانچہ حافظ ابن حزم ظاہری، الفصل فی الملل والاہواء والنحل ج ۴ ص ۱۰۵ میں رقم طراز ہیں۔ اِذراٰی انھا بیعۃ ضلالۃ، حضرت کی رائے یہ تھی کہ اس (یزید) کی بیعت بیعت ضلالت ہے (حادثہ ص ۳۹۳) علاوہ ازیں یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء یا حضرات باشندگان مدینۃ الرسول صحابہ کرام و تابعین عظام میں سے کسی ایک فرد نے بھی یزید کی مخالفت والے موقف سے رجوع کیا ہے جب انہوں نے رجوع نہیں کیا تو حضرت امام علیہ السلام اپنے موقف سے رجوع کیوں کرتے؟ امام عالی مقام تو عزم و ہمت اور فضیلت و عزیمت کے اعتبار سے ان سب حضرات سے برتر اور بڑھ کر تھے اور کمالات و فضائل کے اعتبار سے اپنے تمام معاصرین سے افضل و اعلیٰ تھے، اس وقت کوئی بھی اُن کا ہمسر نہ تھا۔ اس اعلیٰ مقامی کے باوجود بھلا وہ کس طرح اپنے صحیح موقف سے رجوع فرما سکتے تھے؟ جبکہ تمام صحابہ کرام و تابعین کے نزدیک یزید پلید کی شخصیت ناپسندیدہ تھی۔ چنانچہ حافظ ابن حزم اندلسی نے لکھا ہے۔

صحابہ کرام و تابعین کو یزید پسند نہ تھا

صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے جن حضرات نے بھی یزید بن معاویہ، ولید اور سلیمان کی بیعت سے انکار کیا وہ صرف اس بنا پر تھا کہ یہ ناپسندیدہ لوگ تھے۔ الفصل ج ۴ ص ۱۶۹ طبع مصر ۱۳۲۱ھ

نتیجہ ظاہر ہے کہ نہ تو یزید نے کبھی اپنی حرکات سے توبہ کی اور نہ ہی ان

حضرات میں سے کسی نے اس سے بیعت کا ارادہ فرمایا۔

بہرحال یہ روایت، روایت و درایت کے لحاظ سے ساقط الاعتبار ہے اور اس کو قبول کرنا اہل علم کے بس کا روگ نہیں

یزید کے حکم کی وضاحت

جب حُر نے حضرت امام پاک کے اُترنے کی اطلاع ابن زیاد کو دی تو اس نے ایک خط حضرت امام کو لکھا کہ "مجھ کو یزید نے لکھا ہے کہ میں ہرگز سونے کے لئے آنکھ بند نہ کروں، اور کھانے سے اپنا پیٹ نہ بھروں یہاں تک کہ آپ کو یزید کی بیعت قبول کراؤں یا قتل کردوں۔

(فضائل صحابہ واہلبیت از امام بکری ص ۲۲۳)

حافظ ابن کثیر جو ناصبیوں کے بااعتماد مورخ ہیں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت عباس (علمدار) نے حضرت امام کی خدمت میں عرض کیا کہ تقریباً ۲۰ آدمی آپ کو ملنے کے لئے آئے ہیں آپ نے فرمایا۔ جاؤ۔ ان سے پوچھو! کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ، ابن زیاد کا حکم ہے کہ غیر مشروط طور پر اس کا فیصلہ تسلیم کرکے اس کے پاس چلے چلو، ورنہ ہم آپ سے جنگ کریں گے۔

(البدایہ ج ۸ ص ۱۷۶)

ابن سعد نے ابن زیاد کے تاکیدی و تہدیدی اور یزیدی حکم کے بعد جنگ کا فیصلہ کیا۔ یہ ۹ محرم تھی، حضرت امام نے عبادت کے لئے ایک رات کی مہلت مانگی ابن سعد تیار نہ ہوا مگر ایک ساتھی کے شرم دلانے پر مہلت دے دی، امام نے حسب عادت یہ رات عبادت و تلاوت میں بسر کی، نیز اپنے رفقاء کی تعریف کی اور شکریہ کے بعد فرمایا، ان اشقیاء کو مجھ سے پرخاش ہے، تم سے نہیں، میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک، میرے اہل

قتل کا حکم ابن فاسق یزید نے دیا تھا
خوب ذرّیں جیں

بیت میں سے ایک کا ہاتھ تھامے اور شب کی تاریکی میں یہاں سے نکل جائے ، مگر سب جانبازوں نے اپنی جانیں نثار کرنے کی تمنا ظاہر کی ، سعید بن عبداللہ حنفی نے کہا ، واللہ لانخلیک حتی یعلم اللہ انا قد حفظنا غیبة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیک ، واللہ لو علمت انی اقتل دونک الف قتلة ، وان اللہ یدفع بذلک القتل عنک وعن انفس ھؤلاء الفتیة من اھل بیتک لاحببت ذلک وانما ھی قتلة واحدة - البدایہ ج ۸ ص ۱۷۷ ،

ترجمہ - اللہ کی قسم ہم آپ سے جدا نہ ہونگے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آزمالے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس پردہ آپکی حفاظت کی ہے اللہ کی قسم اگر مجھے علم ہو کہ میرے ہزار بار قربان ہونے سے آپکی اور آپکے اہل بیت کی جانیں بچ سکتی ہیں تو میں اس کو پسند کرتا ہوں -

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عمر و بن سعد نے یہ کہکر تیر چلایا ، کہ لوگو ! گواہ ہو جاؤ کہ حسین پر پہلا تیر چلانے والا میں ہوں - البدایہ ج ۸ ص ۱۸۱ ، اس کے بعد یزیدیوں نے باقاعدہ جنگ چھیڑ دی جو صبح سے لیکر ظہر کے بعد تک جاری رہی - البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۸۳ و ص ۱۸۴

جنگ مسلط کردی گئی

طرماح بن عدھی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ذرا دیکھئے آپکے ساتھ کتنے لوگ ہیں - میں دیکھتا ہوں کہ آپکے ساتھ ایک قلیل سی کمزور جماعت کے سوا کوئی بھی نہیں ہے ، آپ کے رفقاء کیلئے یہی لوگ (حر کا ایک ہزار لشکر) کافی ہیں جو آپ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور ابھی تو انکے علاوہ ایک اور لشکر (ابن سعد کا چار ہزار) بھی آپ سے لڑنے کیلئے کوفے سے باہر تیار کھڑا ہے ، آپ ان سب کا مقابلہ کیسے کریں گے ؟ اس لئے میں آپکو محفوظ مقام پر لے چلتا ہوں . . . . اور دس

ص ۱۵ بعد از ہدایت حر نے کہا ہے

کیوں چھوڑ کے دین فوج میں گمراہ کے آؤں ❊ حاکم کو ہنساؤں میں محمد کو رلاؤں
کیا حاکم دنیا کا تو احساس کروں میں ❊ اور زہرا کے رونے کا نہ کچھ پاس کروں میں
تو کیا ہے اور کیا ہے ترا وہ امیر شام ❊ کرتے ہیں بادشاہ کہیں بیعت غلام
تو بھی نمک حرام ہے وہ بھی نمک حرام ❊ او بے ادب یزید کجا اور کجا امام
دوزخ سے دور رہتے ہیں ساکن بہشت کے ❊ کعبہ کبھی نہیں جھکا آگے کنشت کے

ہزار طائی نوجوانوں کا ذمہ لیتا ہوں جو شمشیر بدست آپ کی حفاظت کریں گے خدا کی قسم! جب تک ان میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہے کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ لیکن آپ نے فرمایا، اللہ تمہیں جزائے خیر دے تو وہ چلا گیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۴)

عمرو بن کا نشانہ

(۱)

۱ء ابو ذرعہ کہتے ہیں کہ ہم سے سعید بن سلیمان نے اور ان سے عباد بن العوام نے اور ان سے حصین نے روایت کی ہے کہ میں نے مقتل حسین کے بارے میں دریافت کیا تو سعد بن عبیدہ نے کہا کہ میں نے حسین رضی اللہ عنہ کو دھاری دار جبہ پہنے دیکھا۔ اس اثنا میں ایک شخص عمرو بن خالد طہوی نے تیر چلایا جو، میں نے دیکھا کہ، آپ کے جبہ میں پیوست ہو گیا (البدایہ ج ۸ ص ۱۷۰)

(۲)

۲ء روایت ہے کہ زہیر بن قین بجلی حج کو گئے اور واپسی پر راستے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور ان کے ساتھ ہو لئے، ادھر ابن زیاد نے ابی مخرمہ مرادی کو اور دوسرے دو آدمیوں عمرو بن حجاج اور معن سلمی کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، آپ دھاری دار جبہ پہنے ان سے باتیں کرتے رہے اور جب فارغ ہو کر واپس لوٹے تو بنی تمیم کے ایک شخص عمر و طہوی نے تاک کر آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان تیر مارا جو آپ کے جبے میں پیوست ہو گیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۱)

جنگ کی تیاری

۳ء عمرو بن سعد عاشورہ کے دن بروز جمعہ..... جنگ کے لئے تیار ہو گیا حضرت امام حسین نے اپنے اصحاب کے ساتھ جو بتیس گھوڑے سوار اور چالیس پیادے تھے۔ نماز صبح ادا فرمائی اور میدان میں جا کر صف بندی کی میمنہ پر زہیر بن قین کو اور میسرہ پر حبیب بن مطہر کو مقرر کیا اور علم اپنے بھائی عباس بن علی کے سپرد کیا، عورتوں کے خیموں کی طرف پشت کر لی۔۔۔۔ ادھر

عمر وبن سعد نے میمنہ پر عمرو بن حجاج کو اور میسرہ پر شمر کو مقرر کر دیا۔
عمر وبن سعد نے اصحاب خیل پر عزرہ بن قیس کو پیادہ فوج پر شبیث بن ربعی
کو مقرر کیا اور جھنڈا اپنے غلام دردان (درید) کے سپرد کیا اور دونوں فوجیں
آمنے سامنے آگئیں..... حضرت حسینؑ اپنی سواری پر بیٹھے، قرآن سامنے رکھا
اور سب کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی!

اے اللہ! ہر مصیبت میں تو ہی میری پناہ گاہ ہے
اور ہر سختی میں تو ہی میرا سہارا ہے۔ الخ۔

نیز علی بن حسین بھی جو مریض اور نحیف تھے، احمق نامی
گھوڑے پر سوار ہوئے، پھر حضرت حسینؑ[1] نے بلند آواز سے خطاب فرمایا،
کہ میں ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ سنیئے، بلا تامل سب خاموش ہو گئے تو
آپ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا۔

لوگو! اگر تم میرا عذر قبول کر لو اور میرے ساتھ انصاف
کرو تو یہ تمہارے لئے باعث سعادت ہے اور تمہارے پاس مجھ پر
زیادتی کرنے کا کوئی جواز بھی نہیں ہے، اگر تم سننے کے بعد میرا عذر
قبول نہیں کرتے تو فَاجْمِعُوْا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ
اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْا اِلَیَّ وَلَا تُنْظِرُوْنَ ۝ ۱۰/۷۱
اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر اپنی بات پکی کر لو یہاں تک کہ تم میں
سے کسی پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے پھر میرے خلاف اپنے فیصلہ پر
عمل کر گزرو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو (یعنی مجھ پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے
تم اچھی طرح سوچ لو اور تم پر کسی طرح بھی یہ بات پوشیدہ نہ رہے۔

[1] آج شبیر پہ کیا عالم تنہائی ہے ۔۔ ظلم کی چاند پہ زہرا کے گھٹا چھائی ہے

کہ تم حق کا ساتھ دے رہے ہو یا ناحق کا اور یہ کہ تم کس کو قتل کرنے جا رہے ہو، اور تمہارے حق میں اس کا انجام کیا ہوگا)

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ۷/۱۹۶

بے شک میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب نازل کی اور وہی نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

آپ کی بہنوں اور بیٹیوں نے تقریر سنی تو بے ساختہ ان کی چیخیں نکل گیئں، ...... پھر آپ نے خطاب شروع کیا اور فرمایا،

اپنے گریبانوں میں جھانکو اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو، کیا تمہارے لئے ایسے عالی مقام سے جنگ و جدال درست ہے؟ میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں اور اب دنیا میں یہ شرف کسی کو میسّر نہیں۔ سنو! علی میرے والد ہیں، جعفر طیار میرے چچا ہیں اور سیّد الشہداء حمزہ میرے والد کے چچا ہیں، میرے اور میرے بھائی کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا۔

ھذان سیدا شباب اھل الجنۃ۔ یہ دونوں نوجوانان جنت کے سردار ہیں

اگر تم میرے اس بیان کی تصدیق کرو تو یہی حق و صواب ہے، اللہ کی قسم! جب سے مجھے غلط بیانی کی مذمت معلوم ہوئی ہے میں نے کبھی جھوٹ بولنے کا ارادہ تک نہیں کیا، اگر تمہیں ذرا بھی اس بات میں شک و شبہ ہو تو ان اصحاب کرام، جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، سہل بن سعد، زید بن ارقم اور انس بن مالک سے پوچھو وہ آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیں گے۔ افسوس! کیا تمہیں خوف خدا نہیں ہے؟ کیا یہ بات بھی تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روک

سکتی ؟

شمر نے کہا۔ اس کی بات سمجھ میں نہیں آرہی وہ صرف دنیاوی مفاد کی خاطر خدا کی عبادت کرتا ہے، تو حبیب بن مطہّر نے جواب دیا ہم ان کی بات خوب سمجھ رہے ہیں، جناب! تمہارا تو نصب العین ہی مفاد ہے اور تمہارے دل پر مہر ضلالت ثبت ہو چکی ہے، پھر آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو میں واپس چلا جاتا ہوں، انہوں نے کہا آپ یزید کا کہا مان لیں تو آپ نے فرمایا، اللہ کی پناہ ہر متکبر سے جو حساب کے دن یعنی قیامت پر ایمان نہیں لاتا، اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لے چکا ہوں، یہ فرما کر آپ نے اپنی سواری بٹھادی..... اور فرمایا بتاؤ! کیا میں نے تمہارا کوئی آدمی قتل کیا ہے؟ جو انتقام لینا چاہتے ہو، یا تمہارا مال لوٹا ہے؟ یا کسی زخم و چوٹ کا بدلہ لینا چاہتے ہو؟...... لوگو! چونکہ تم اب مجھ سے بیزار ہو چکے ہو تو میرا راستہ چھوڑ دو، میں واپس چلا جاتا ہوں تو قیس بن اشعث نے کہا آپ یزید کا حکم تسلیم کیوں نہیں کر لیتے، وہ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچائیں گے، آپ سے اچھا برتاؤ کریں گے، تو حضرت حسین نے فرمایا، تو محمد بن اشعث کا بھائی ہے جس نے مسلم بن عقیل کو پناہ دی تھی (محمد بن اشعث نے مسلم بن عقیل کو اپنی امان کا چکمہ دے کر آپ کو گرفتار کرا دیا، لیکن ابن زیاد نے نقض عہد کر کے انکو شہید کر دیا، سیّدنا حسین علیہ السلام کا مطلب بھی یہی ہے کہ تو اپنے بھائی کی طرح مجھے بھی دھوکے سے گرفتار کرانا چاہتا ہے)

تو چاہتا ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے ابنِ عقیل کے سوا ایک اور خون کا مطالبہ کریں۔ اللہ کی قسم! میں ذلت کے ساتھ اپنے آپ کو ان کے سپرد نہیں کروں گا اور غلاموں کی طرح ان کے سامنے اعتراف (جرم) نہیں کروں گا۔

پھر دشمن کے لشکر نے ان کی طرف حرکت شروع کر دی اور ان
لشکر سے تقریباً تیس سوار حضرت امام حسین کے قافلہ میں آکر شامل
ان میں حُر، ابن زیاد کے ہراول دستہ کا امیر بھی شامل تھا، اس
حضرت حسین سے اپنی سابقہ لغزش کا اعتراف کیا اور معذرت پیش
کی اور کہا کہ اگر مجھے ان (یزیدیوں) کی بدنیتی (پہلے) معلوم ہو جاتی تو
آپ کے ہمراہ یزید کے پاس چلتا۔ آپ نے اس کی معذرت قبول فرمائی،
وہ آگے بڑھ کر عمرو بن سعد سے مخاطب ہوا۔ افسوس! کیا تم رسول اللہ صلی
علیہ والہ وسلم کے نواسے سے ان تین تجاویز سے کوئی بھی تسلیم نہیں کرتے
ابن سعد نے کہا۔ بخدا، اگر میرے اختیار میں ہوتا ضرور قبول کر لیتا۔
(البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۷۸ تا

۴۴ زہیر بن قین ..... اپنے گھوڑے پر سوار، اہل کوفہ سے مخا
ہوا، کوفیو! عذاب الٰہی سے ڈرو۔ ہر مسلمان پر اپنے بھائی کو نصیحت کرنا فرض
ہے۔ اب تک ہم سب بھائی ہیں ایک ہی دین پر اور ایک ہی طریقہ پر قائم
جب تلواریں میدان میں آگئیں تو باہمی اخوت و حرمت کٹ جائے گی اور ہم
الگ الگ گروہوں میں بٹ جائیں گے، خدا نے ہمیں اور آپ کو اپنے نبی کی او
کے بارے میں ایک آزمائش میں ڈالا ہے، ہمارے اور آپ کے کردار معلوم کر
کی خاطر، ہم آپ کو اہل بیت کی نصرت و حمایت کی دعوت پیش کرتے ہیں ا
سرکش عبید اللہ بن زیاد کی معاونت و متابعت سے دستکش ہونیکی اپیل کر
ہیں اگر تم نے اب تدارک نہ کیا تو ان سے کبھی بھلائی کی اُمید نہیں، تمہاری آنکھیں
پھوڑیں گے، دست و پا قطع کریں گے، چہرے بگاڑیں گے، حجر بن عدی اور ہا
بن عروہ وغیرہ کی طرح نیکوکاروں کو قتل کریں گے۔ کوفی یہ سن کر زہیر کو برا بھلا کہ

لگے اور ابن زیاد کی تعریف کرنے لگے، بخدا ہم حسین اور اس کے رفقا کو قتل کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے، تو زہیر نے کہا سمیہ کے بیٹے سے فاطمہ کا لال نصرت وحمایت کا زیادہ مستحق ہے، اگر تم اس کی اعانت نہیں کرتے تو اُسے قتل تو نہ کرو، تم اس کے اور یزید بن معاویہ کے درمیان سے ہٹ جاؤ، جدھر کو وہ چاہے گا ہم اسی طرف کو نکل جائیں گے، میں ایمان سے کہتا ہوں کہ قتل حسین کے بغیر بھی وہ (یزید) تمہاری اطاعت گزاری پر راضی ہو جائے گا۔ تو شمر نے زہیر بن قین پر تیر چلا دیا اور کہا بس خاموش رہو، خدا تجھے موت دے تو نے بول بول کر ہمیں زبح کر دیا ہے، تو زہیر نے کہا،

اے ایڑیوں پر موتنے والے گنوار کے بیٹے۔ میں تجھ سے مخاطب ہوں تُو تو ہے ہی نرا جانور، خدا کی قسم! میرے خیال میں، اللہ کی کتاب میں سے تجھے دو آیات بھی ٹھیک سے یاد نہیں۔ تو روز قیامت کی رُسوائی اور سخت ترین عذاب کا مژدہ سُن لے۔ شمر نے کہا کہ تھوڑی دیر کے بعد اللہ تجھے اور تیرے صاحب کو قتل کرنے والا ہے، زہیر نے کہا کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ اللہ کی قسم، تمہارے ساتھ ہمیشہ زندہ رہنے سے حُسین کے ساتھ مرنا مجھے زیادہ محبوب ہے، پھر باواز بلند لوگوں کو مخاطب کیا کہ اے لوگو! کہیں یہ سرکش وظالم اور اس جیسے دوسرے جفاکش تمہیں دین سے برگشتہ نہ کردیں، اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کا خون بہانے والا اور ان کے حامیوں کو قتل کرنے والا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ البدایہ ج ۸ ص ۱۸۰

عر ۵ حُر نے ابن سعد سے کہا، اللہ آپکو ہدایت دے۔ کیا واقعی آپ حضرت امام حُسین سے لڑیں گے؟ تو اس نے کہا۔ ہاں۔ خدا کی قسم ایسی لڑائی

جس سے کم از کم بُسرکٹیں اور ہاتھ شانوں سے اُڑ جائیں، حُر کوفہ کے دلیر اور شجاع افراد میں سے تھا کسی نے اس کو حضرت حُسین کے ساتھ شمولیت پر برا بھلا کہا تو اس نے کہا، اللہ کی قسم! میں نے جنت و دوزخ میں سے جنت کا انتخاب کرلیا ہے، جنت کے بدلے میں کسی چیز کو بھی قبول نہ کروں گا خواہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا مجھے آگ میں پھینک دیا جائے، پھر اس نے گھوڑے کو ایڑھی لگائی اور حسینی قافلہ میں جا ملا اور اپنی لغزش کی معذرت کی، پھر حُر اہل کوفہ سے مخاطب ہوئے!

اے کوفیو! تمہاری مائیں تمہیں رو دیں، تم نے خود حُسین کو بلایا اور ان کو یقین دلایا کہ ہم آپ کی حفاظت کریں گے اور اپنی جانیں قربان کریں گے۔ لیکن اب تم ان کی جان کے دُشمن ہو گئے ہو اور انہیں قتل کرنا چاہتے ہو، اور اللہ کی وسیع و عریض زمین میں ان کو جانے سے روک رہے ہو، جس میں کتے اور خنزیر دندناتے پھرتے ہیں۔ امام حُسین (اور ان کے قافلے والے) شدت پیاس سے نیم جان ہو رہے ہیں اور تم نے ان پر فرات کا پانی بند کر دیا ہے۔ جسے کتے اور خنزیر کسی مزاحمت و رکاوٹ کے بغیر پی رہے ہیں، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی اولاد امجاد سے نہایت براسلوک کیا ہے۔ (اس لحاظ سے تم بدترین لوگ ہو) اگر تم نے توبہ نہ کی اور اپنی اس دشمنی سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے روز پیاسا رکھے گا۔ یہ سُن کر یزیدیوں نے تیر برسانے شروع کر دیئے آپ واپس لوٹ کر حضرت حُسین علیہ السلام کے آگے کھڑے ہو گئے ابن سعد نے کہا اگر میرا اختیار ہوتا تو میں حُسین کی بات ضرور قبول کر لیتا مگر کیا کروں ابن زیاد نہیں مانتا۔ پھر بھی حُر نے اہل کوفہ کو خوب شرم و عار

دلائی اور ان کی بدعہدی پر تنبیہ کی اور کہا۔ افسوس! تم نے حسین اور ان کے
اہل خانہ اہل بیت رسول پر فرات کا پانی بند کر دیا ہے، حالانکہ اس سے یہود و
نصاریٰ خوب سیر ہو رہے ہیں اور اس میں خنزیر اور کتے لوٹ رہے ہیں اور
امام حسین ایک قیدی کی طرح تمہارے قبضہ اور گرفت میں مجبور اور عاجز ہیں

البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۸۰ ص ۱۸۱

جنگ کی ابتدا یزیدیوں نے کی

عمرو بن سعد نے آگے بڑھ کر اپنے غلام کو کہا
جھنڈا قریب کیجیئے، اس نے جھنڈا قریب کر دیا تو اس نے (لشکر امام پر)
تیر پھینکا اور کہا گواہ رہو! سب سے پہلے تیر میں نے چلایا ہے۔ پھر لوگوں نے
تیر چلانے شروع کر دیئے۔ زیاد کا غلام یسار اور ابن زیاد کا غلام سالم میدان
جنگ میں نکلے، مبارزت طلب کی حضرت حسین کی اجازت کے بعد عبید اللہ بن عمر
کلبی نے ان کا چیلنج قبول کیا اور میدان میں کود پڑا اور یکے بعد دیگرے دونوں
(یزیدی) غلاموں کو قتل کر ڈالا...... عبد اللہ بن حوزہ (یزیدی) نے حضرت
سیّدنا حسین کے سامنے آکر کہا، تمہیں آگ مبارک ہو تو آپ نے فرمایا! ہرگز نہیں
میں انشاء اللہ رب رحیم اور شفیع و مطاع کے پاس حاضر ہوں گا اور تو ہی
جہنم رسید ہوگا۔ وہ واپس جانے لگا تو گھوڑے سے گر پڑا اور اس کا ایک
قدم رکاب میں الجھ کر رہ گیا قبل ازیں حضرت حسین نے اس کا نام پوچھا، تو اس
نے کہا میں حوزہ ہوں تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

اللّٰھم حزہ الی النار!

الہیٰ اس کو جہنم رسید کر۔

یہ دعا خبر سن کر ابن حوزہ آگ بگولہ ہو گیا۔ اور آپ کے سامنے سے

گھوڑے پر نہر کو عبور کرتے لگا گھوڑے سے گرا پاؤں رکاب میں اٹک گیا، پاؤں
پنڈلی اور ران ٹوٹ گئی، دوسرا پاؤں مسلم بن عوسجہ نے کاٹ دیا، اسکا گھوڑا
لاشے کو لئے دوڑتا رہا سر پتھروں سے ٹکرا کر چکنا چور اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اسی
حالت میں وہ مر گیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۱)

فریقین میں خوب مبارزت ہوئی اور طرفین میں انفرادی لڑائی ہوئی اس
لڑائی میں جرأت و جسارت کی بنا پر حضرت امام حسین کا پلہ بھاری تھا، کیوں کہ وہ
دیوانہ وار سر بکف لڑتے تھے اور جاں نثاری کو کامیابی سمجھتے تھے، یہ حالت دیکھ
دیکھ کر کسی نے ابن سعد کو جنگ مبارزت کے ختم کرنے کا مشورہ دیا (البدایہ ج ۸ ص ۱۸۲)

شمر کا حملہ

شمر نے میسرہ سے حضرت حسین پر یلغار کی اور حسینی
قافلہ نے نہایت بے جگری سے دفاع کیا، اور بڑی بہادری
سے مقابلہ کیا، سنگین حالات کے پیش نظر انہوں نے ابن سعد سے تیر انداز وں
کی کمک طلب کی، چنانچہ اس نے پانچ سو تیر انداز بھیج دیئے، وہ آتے ہی حسینی قافلہ
پر تیر برسانے لگے اور سب گھوڑوں کو ناکارہ اور زخمی کر دیا اور سوار پیادہ
ہو گئے، حُر کا گھوڑا بھی زخمی ہو گیا تو وہ زمین پر کود پڑا ہاتھ میں تلوار تھی وہ بالکل
شیر معلوم ہوتا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۲)

خیمے جلا دیئے

ابن سعد نے حسینی قافلہ کے خیموں کو
اکھاڑ پھینکنے کا حکم دیا جو حملے میں آڑے
آرہے تھے اور حسینی قافلہ ان اکھاڑنے والوں کو تہ تیغ کر رہا تھا، پھر اس نے خیموں کو[1]
جلا ڈالنے کا حکم دیا، تو سیدنا حسین علیہ السلام نے فرمایا چھوڑو! انہیں جلانے
دو، اب وہ اس طرف سے حملہ نہیں کر سکیں گے، شمر خدا اس کا

[1] اسلام کے دامن میں دو ہی تو چیزیں ہیں :: اک سجدۂ شبیری اک ضرب یداللہی

بُرا کرے نے حضرت حُسین کے خیمہ پر نیزہ مارتے ہوئے کہا، آگ لاؤ میں اس خیمے کو جلا کر خاکستر کر دوں، یہ سن کر خواتین چیخنے لگیں تو حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تجھے آگ میں جلائے ۔ شبیث بن ربعی شمر" اللہ اس کا چہرہ بگاڑے،" کے پاس آیا اور کہا خدا تیرا بُرا کرے، میں نے تیرے قول و کردار اور اس موقف سے بدترین منظر کبھی نہیں دیکھا کیا تو خواتین کو مرعوب و مضطرب کرنا چاہتا ہے، تو شمر شرما کر چلنے لگا، تو حُمید بن مُسلم نے کہا یہ تیری حرکت درست نہیں تو دوگنا عذاب میں مبتلا ہونا چاہتا ہے ۔ (یعنی) ۱۔ خواتین کو قتل کرنا ۲۔ اور وہ بھی آگ سے، خدا کی قسم! تُو صرف مردوں کو قتل کر کے اپنے قائد (ابن زیاد و یزید) کو خوش کر سکتا ہے، اس نے پوچھا تم کون ہو؟ تو میں نے کہا کہ .... میں یہ نہ بتاؤں گا ۔ (حمید نے کہا) دراصل میں ڈرتا تھا کہ اگر میں نے اسے بتا دیا کہ میں کون ہوں تو وہ میری پہچان کرے گا اور سلطان (ابن زیاد و یزید) کے سامنے مجھے رسوا کرے گا ۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۸۲/۱۸۳)

امام زین العابدین کے قتل سے بھی شمر لعین کو اسی حمید بن مسلم نے نے رد کا تھا ۔ (حاشیہ پورہ بتول ص ۱۲۰)

پھر زہیر بن قین میمنہ کو ساتھ لے کر شمر پر حملہ آور ہوا تو اس کو پسپا کر دیا اور ابو عزہ ضبابی کو قتل کر دیا ۔ (البدایہ صفحہ مذکورہ)

ضعف لشکر اسلام

حسینی قافلہ میں سے کوئی شہید ہو جاتا تو لشکر میں کمی بڑھ جاتی اور ضعف نمودار ہو جاتا ۔ مگر ابن زیاد کے لشکر سے کوئی ہلاک ہو جاتا تو تازہ دم کمک آجاتی ۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۸۳)

لہ غریب وسادہ و رنگین ہے داستانِ حرم ؛ نہایت اس کی حُسین ابتدا ہے اسماعیل

نمازِ ظہر

ظہر کا وقت آگیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، انہیں کہو جنگ بند کر دیں تاکہ ہم نماز ادا کر لیں تو ایک کوفی نے کہا تمہاری نماز قبول نہ ہو گی۔ حبیب بن مطہر نے کہا افسوس تجھ پر! کیا تمہاری نماز قبول ہو گی؟ اور آلِ رسول کی نماز قبول نہ ہو گی؟ حبیب نے ایک خوفناک جنگ لڑی اور ایک شخص بدیل ابن صریم کو جو بنی عقفان میں سے تھا قتل کر دیا۔ اسی اثنا میں ایک تمیمی نے حبیب کو نیزہ مارا تو وہ گر پڑے، حصین بن نمیر نے سر پہ تلوار مار دی، تمیمی نے گھوڑے سے اتر کر ان کا سر کاٹ لیا اور ابن زیاد کے پاس لے گیا حبیب کے فرزند نے ...... مصعب بن زبیر کے زمانے میں اپنے باپ کے قاتل کو ابن زبیر کے خیمہ میں موت کی نیند سلا دیا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۸۳)

ابو مخنف نے محمد بن قیس سے بیان کیا ہے کہ حبیب کی شہادت کے بعد حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو سخت صدمہ پہنچا، ...... حُر اور زہیر نے خوب دادِ شجاعت دی اور بڑی بے جگری سے لڑے حتیٰ کہ جب ایک حملہ آور ہوتا اور دشمنوں (کے گھیرے میں) پھنس جاتا تو دوسرا حملہ کر کے اس کو باہر نکال لاتا، کچھ دیر انہوں نے اپنے جوہر دکھائے اور حُر بن یزید دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے، پھر حضرت حسین نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نمازِ خوف پڑھی، نماز کے بعد لڑائی اور تیز ہو گئی اور حضرت حسین کے رفیقوں نے آپ کا خوب دفاع کیا، زہیر نے خوب جنگ لڑنے کا مظاہرہ کیا، کسی (دشمن) کے تیر لگنے سے آپ حضرت امام حسین کے سامنے گر پڑے ...... پھر تو کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس (دونوں یزیدیوں) نے مل کر حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۳ و ص ۱۸۴)

حضرت سیدنا امام حسینؓ کے رفقاء میں سے نافع بن ہلال جملی نے نیزے کی انی پر نشان رنگا یا ہوا تھا اور زہر میں بجھایا ہوا تھا...... اس نے زخمیوں کے علاوہ دشمن کی فوج کے بارہ افراد کو موت کے گھاٹ اتارا پھر اس کے دونوں بازو ٹوٹ گئے اور وہ خون سے شرابور ہوگیا تو ابن سعد کی فوج نے اسے حراست میں لے کر ابن سعد کے سامنے پیش کیا تو ابن سعد نے کہا نافع ایسی جانکاہ مصیبت میں کیوں پڑے ہو۔ اس نے کہا میرے مقصد و مدعا کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اللہ کی قسم، میں نے زخمیوں کے علاوہ تمہارے لشکر کے بارہ[12] سپاہیوں کو موت کا مزہ چکھایا ہے، مجھے کوئی ملال نہیں، اگر میرے بازو قائم رہتے تو تم مجھے گرفتار نہ کر سکتے۔

شمر نے ابن سعد کو کہا! اسے تہ تیغ کردے۔ ابن سعد نے کہا تو اسے گرفتار کر کے لایا ہے۔ دل چاہے تو قتل کردے، چنانچہ شمر نے تلوار سونتی! نافع نے کہا! اے شمر اگر تو مسلمان ہوتا تو اس قدر ناحق قتل تجھے شاق گزرتا اور اپنے اس نامہ اعمال کو لے کر خدا کے حضور پیش ہونے سے خائف ہوتا، خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارا قتل بدترین مخلوق کے سپرد کر دیا ہے پھر شمر نے اس کو تلوار مار کر بہشت بریں پہنچا دیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۴)

شمر کا دوسرا حملہ

شمر[1] نے کثیر لشکر کے ہمراہ ایک (اور) تابڑ توڑ حملہ کیا اور حضرت امام حسینؓ کے قریب پہنچ گئے، جب آپ کے رفقاء نے سمجھا کہ دشمن کو روکنا مشکل ہے تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ آپ کے سامنے ایک ایک ہو کر شہید ہو جائیں۔ چنانچہ عبدالرحمٰن اور عبداللہ، عزرہ غفاری کے بیٹوں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا اور

[1] شمر علیہ اللعنۃ قاتل امام حسین علیہ السلام جنت سے نکالا ص ۲۹۷

کہا، ہم دشمن کے گھیرے میں آچکے ہیں ہم آپ کے سامنے ہی آپ کا دفاع کرتے ہوئے شہید ہونا پسند کرتے ہیں تو آپ نے ان کو خوش آمدید کہا، وہ آپ کے سامنے لڑتے تھے اور اشعار پڑھتے تھے...... اسی طرح آپ کے اصحاب میں سے ایک ایک دو، دو آدمی، آپ کے پاس آتے، آپ ان کے حق میں دُعا فرماتے...... تو وہ جنگ میں کود پڑتے یہاں تک کہ شہید ہو جاتے، عابس بن ابی شبیب آئے اور عرض کیا، اے نواسہ رسول! اللہ کی قسم اب دنیا میں آپ سے زیادہ مجھے کوئی عزیز اور پیارا نہیں، اگر میں ہر ممکن طریق سے آپ کو ظلم و تشدد اور قتل سے بچا سکتا تو ایسا کر گزرتا، پھر اس نے آپ کو سلام کیا اور عرض کیا! گواہ رہیئے! میں آپ کی سیرت و روش پر قائم ہوں، عابس، شجاع اور بہادر انسان تھا، وہ تلوار سونت کر نکلا، تو اس نے مبارزت طلب کی اس کی جراٗت و جسارت کے باعث اس کا سامنا کرنے سے (یزیدی) گریز کر رہے تھے تو ابن سعد نے کہا اسے پتھروں سے کچل دو، چنانچہ ہر سمت سے اس پر پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ اس صورتحال کے پیش نظر عابس نے زرہ اور خود اتار کر پھینک دی اور دشمن کی فوج پر پل پڑا اور تن تنہا دو سو فوجیوں کو دھکیلتا ہوا لے گیا، پھر انہوں نے یکبار ہر طرف سے حملہ کر دیا اور آپ اللہ کو پیارے ہو گئے، اللہ تعالیٰ عابس پر رحمت کے پھول برسائے..... اصحاب حسین رضی اللہ عنہم لڑتے لڑتے شہید ہو گئے سوائے سوید بن عمرو بن ابی مطاع کے، البدایہ والنہایہ ج ۸ صہ ۱۸۴ و صہ ۱۸۵

علی اکبر کی شہادت

خاندان نبوت میں سے سب سے پہلے حضرت علی اکبر شہید ہوئے ان کو مُرّہ بن منقذ بن نعمان عبدی نے نیزہ مار کر شہید کیا، علی اکبر کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مُرّہ

بن عروہ بن مسعود ثقفی ہے، علی اکبر میدان میں آئے اور اپنے والد ماجد حضرت امام حسین علیہ السلام کی حفاظت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ کیونکہ مُرّہ بن منقذ حضرت امام پر وار کرنا چاہتا تھا...... مرّہ عبدی نے حضرت علی اکبر پر حملہ کیا اور لوگوں نے آپ کو گھیرے میں لے کر تلواروں سے پاش پاش کر دیا تو سیّدنا حسین نے فرمایا!

اللہ تعالیٰ اس قوم کو غارت کرے جو تیری قاتل ہے! اے بیٹا" یہ کم بخت اللہ کی حدود کو توڑنے پر کس قدر دلیر اور جرأت مند ہیں۔

خیمہ سے ایک پُر نور خاتون باہر تشریف لائیں اور چلا کر کہا

آہ میرے بھائی - ہائے میرے بھتیجے!

معلوم ہوا کہ وہ سیدہ زینب بنت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور وہ لاش سے پٹ گئیں۔ حضرت امام حسین نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو خیمہ میں پہنچا دیا، پھر علی اکبر کی لاش وہاں سے اُٹھائی گئی اور آپ کے خیمہ کے سامنے رکھدی گئی - البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۵

دیگر شہداء

حضرت علی اکبر کی شہادت کے بعد، عبداللہ بن مسلم بن عقیل، پھر عبداللہ بن جعفر (اور سیدہ زینب) کے دو بیٹے عون اور محمد، پھر عقیل بن ابی طالب کے دو بیٹے، عبدالرحمن اور جعفر اور پھر حضرت قاسم بن حسن بن علی یکے بعد دیگر شہید ہوئے - البدایہ ج ۸ ص ۱۸۵

قاسم بن حسن کی شہادت

ابو مخنف بواسطہ سلیمان بن ابی راشد حُمید سے بیان کرتا ہے کہ میدان جنگ میں ایک نوجوان نمودار ہوا، اس کا چہرہ چاند کا

سا تھا، ہاتھ میں تلوار تھی ..... عمر بن سعد ازدی نے کہا میں اس پر وار کرتا ہوں۔ میں نے کہا سبحان اللہ! تجھے کیا، یہ لوگ اس کے قتل کے لئے کافی ہیں وہ باز نہ آیا اور اس جوان پر تلوار سے وار کر دیا جوان چلایا۔ ہائے چچا۔ یہ آواز سنتے ہی حضرت حسین کریم شیر کی طرح اس پر لپکے اور تلوار کا وار کیا اس نے یہ وار بازو پر روک لیا، اس کا بازو کٹ کر جدا ہو گیا عمر چلاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا، کوئی اس کو بچانے کیلئے آگے بڑھے تو گھبراہٹ کے عالم میں عمر ازدی کو روند ڈالا۔ جب غبار چھٹ گیا تو دیکھا حضرت حسین نوجوان کے سرہانے کھڑے ہیں اور وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے، اور آپ فرما رہے ہیں، اس قوم کا مقدر ہلاکت ہے جو تیری قاتل ہے، اور قیامت کے دن تیرے قتل کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جواب دیں گے؟ اللہ کی قسم! تیرے چچا کے لئے یہ سخت مشکل مقام ہے کہ تو پکارے اور وہ جواب نہ دے یا جواب دے مگر اس سے تجھے کوئی فائدہ نہ ہو! واللہ! تیرے چچا کے معاون کم ہو گئے ہیں اور دشمن زیادہ۔ پھر آپ نے سینے سے سینہ لگا کر لاش کو اٹھا لیا اور اپنے بیٹے علی اکبر اور دوسرے شہداء کی لاشوں کے ساتھ لٹا دیا، (حمید کہتا ہے) مجھے اب بھی اس کے پاؤں زمین پر گھسٹتے ہوئے نظر آتے ہیں میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ قاسم بن حسن بن علی ہیں۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۶

رعنا شہید

ہانی بن ثبیت حضرمی کہتا ہے کہ شہادت حسین کے روز میں (یزیدی فوج میں) دسویں نمبر والا گھوڑے سوار تھا۔ دیکھا کہ جوان خیمہ کی لکڑی لئے ہوئے باہر آیا۔ تہبند اور قمیص میں ملبوس، سہما ہوا دائیں بائیں جھانک رہا تھا ..... اس کے

کانوں میں پڑے ہوئے موتی جھلملاتے تھے۔ اچانک ایک (یزیدی) سوار اس جوان کے قریب آیا اور اس کا سر تلوار سے کاٹ دیا،

بقول ہشام سکونی یہ ہانی حضرمی خود ہی قاتل ہے اور ملامت کے خوف سے اپنا نام نہیں لیا اور کنایہ کیا ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۶

(بقول صاحب پور بتول ص ۱۳ حاشیہ ۱) باقر مجلسی شیعہ نے اپنی تصنیف جلاء العیون میں لکھا ہے کہ یہ لڑکا عبداللہ بن حسن تھا،

شہادت علی اصغر

مروی ہے کہ سید نا حسین رضی اللہ عنہ تھک گئے اور اپنے خیمے کے دروازے کے سامنے بیٹھ گئے، آپ کے پاس آپ کا چھوٹا بچہ عبداللہ (اصغر) لایا گیا، آپ نے اُسے گود میں بٹھا لیا اور اس کو پیار کرنے لگے اور باقی اہل وعیال کو وصیت کرنے لگے، کہ "ابن موقد النار" نے تیر پھینکا جو بچہ کے حلق میں لگا اور وہ شہید ہو گیا، آپ نے اس کے خون سے چلو بھرا[1] اور آسمان کی طرف اچھال کر کہا

اے میرے رب! اگر تو نے اپنی نصرت روک لی ہے

تو وہی کر جو ہمارے لئے بہتر ہو، اور ان ظالموں

سے ہمارا انتقام لے، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۶ و ص ۱۸۷

دیگر شہداء

عبداللہ بن عقبہ غنوی (یزیدی) نے تیر مار کر ابوبکر بن حسین کو شہید کر دیا، اس کے بعد حضرت امام حسین کے بھائیوں، عبداللہ، عباس (غازی)، عثمان، جعفر اور محمد فرزندان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۷)

---

[1] یہ رنگ جب محشر میں لائے گی تو اڑ جائے گا رنگ :: یوں نہ کہئے سرخی خون شہیداں کچھ نہیں

شہادتِ امام عالی مقام

سیدنا حضرت امام حُسین تنہا میدان میں کھڑے رہے جو یلغار کر کے آتا واپس چلا جاتا، کسی کو بھی وار کرنے کی جرأت نہ ہوتی آخر مالک بن بشیر بدائی (یزیدی) آگے بڑھا اُس نے آپ کے سر مبارک پر تلوار لگائی، ٹوپی کٹ گئی آپ کا سر زخمی ہو گیا۔ ٹوپی خون میں لت پت ہو گئی، آپ نے وہ اتار دی، اور عمامہ پہن لیا اور حملہ آور کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تجھے دنیا میں خورد و نوش نصیب نہ ہو اللہ تعالیٰ تیرا حشر ظالموں کے ساتھ کرے۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ ۱۸۶

آپ کو سخت پیاس لگی، آپ دریائے فرات کی طرف بڑھے دُشمن کی فوج نے زبردست مقابلہ کیا لیکن آپ ان کی صفوں کو چیر کر فرات کے کنارے پہنچ گئے (پانی پینے لگے تو) حصین بن تمیم یا ابن نمیر (الکامل ج ۴ صـ ۷۶) نے تیر مارا جو آپ کے تالو میں پیوست ہو گیا، آپ نے تیر کھینچ کر نکال دیا اور خون اُبلنے لگا آپ نے دونوں ہاتھوں میں خون لیا اور آسمان کی طرف اچھال کر دُعا کی۔ الٰہی ان کو گِن گِن تباہ کر اور ایک ایک کر کے ہلاک کر دے اور ان میں سے کسی کو بھی زمین پر باقی نہ رکھ۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ ۱۸۷،

کرامت

راوی، اللہ کی قسم، اُٹھا کر بیان کرتا ہے کہ کچھ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس تیر پھینکنے والے کو سخت پیاس میں مبتلا کر دیا کہ کبھی اس کو ٹھنڈا پانی دیا جاتا اور کبھی ٹھنڈی لسی پیتا مگر پیاس نہ بجھتی، وہ کہتا تمہارا برا ہو اور پلاؤ، پیاس میری جان نکال رہی ہے، پھر یکایک اس کا پیٹ پھول کر اونٹ کے پیٹ کی طرح ہو گیا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ ۱۸۷ جمال الاولیاء صـ ۳۵

پھر شمر نے تقریباً دس پندرہ فوجیوں کو لے کر حضرت امام حُسین

اللهم احصهم عددا واقتلهم بددا ولا تذر على الارض منهم احدا

نے خیمہ کا رخ کیا، جس میں آپ کا اہل و عیال تھا، آپ خیمے کی طرف لوٹنے لگے تو انہوں نے تعرض کیا اور حائل ہو گئے۔ تو آپ نے ان سے کہا افسوس! اگر تمہیں دین کا پاس نہیں اور قیامت کا خوف نہیں تو کم از کم دنیا میں شریف اور با اخلاق لوگوں کا مظاہرہ کرو، میرے خیمے اور اہل خانہ کو اپنے جاہلوں اور اوباشوں سے محفوظ رکھو، تو شمر نے کہا۔ اے ابن فاطمہ یہ منظور ہے، پھر ہر طرف سے (یزیدی) فوج نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور شمر نے لوگوں کو آپ کے قتل پر برانگیختہ کرنا شروع کیا تو ابو جُنوب نے کہا، اس کے قتل سے تجھے کیا رکاوٹ ہے؟ تو شمر نے کہا تو کب تک یہ بکواس کرتا رہے گا، پھر اس نے سخت جواب دیا اور کچھ دیر (یہ دونوں یزیدی) آپس میں تلخ کلامی کرتے رہے، تو ابو جنوب جو ایک نامور بہادر تھا نے شمر سے کہا میں یہ نیزہ تیری آنکھ میں گھونپ دونگا، تو شمر اس سے دور ہٹ گیا، پھر شمر نے خیمہ کے پاس حضرت حُسین کا محاصرہ کر لیا۔ میدان میں آپ تنہا تھے کوئی معاون و محافظ باقی نہ رہا تھا۔ چاند جیسا ایک حسین و جمیل بچہ خیمہ سے دوڑتا ہوا باہر نکلا اس کے کانوں میں موتی تھے، سیدہ زینب نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہ رکا اور آگے بڑھ کر حضرت کا دفاع کرنے لگا، حملہ آور نے اسے تلوار ماری تو اُس نے ہاتھ پر روک لی، ہاتھ کٹ گیا صرف معمولی سی کھال بچ گئی بچہ تکلیف سے چلایا۔ یا ابتاہ! ہائے ابا تو حضرت نے فرمایا۔ بیٹا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب کی اُمید رکھ تو اپنے نیک آباؤ اجداد کے ساتھ جا ملے گا۔ پھر حضرت حسین پر ہر طرف سے حملہ شروع ہوا۔ آپ نے بھی ان پر دائیں بائیں تلوار چلانا شروع کی، وہ اس طرح بھاگ کھڑے ہوئے جس طرح شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگ

یہ کون ذی وقار ہے بلا کا شہسوار ہے ÷ یقینا یقین حسین ہے نبی کا نور العین ہے۔

نکلتی ہیں۔ اسی اثناء میں آپ کی ہمشیرہ زینب بنت فاطمہ، خیمہ سے باہر تشریف لائیں اور کہنے لگیں، کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے، پھر عمرو بن سعد کو پکار کر کہا۔ کیا حسین کا قتل تجھے اپنے سامنے پسند ہے؟ ابن سعد نے اپنا منہ پھیر لیا...... امام پر کسی کو وار کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ آخر شمر لعین چلایا! افسوس! تم پر کیا انتظار کر رہے ہو؟ اس کا کام تمام کر دو، تو (یزیدی) ہر طرف سے ٹوٹ پڑے، زرعہ بن شریک تمیمی نے آپکے بائیں کندھے پر تلوار ماری تو آپ لڑکھڑا گئے۔ مگر سب لوگ پیچھے ہٹ گئے، پھر سنان بن ابی عمرو بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزہ مارا تو آپ زمین پر گر پڑے پھر اس نے آپ کو ذبح کیا اور سر کاٹ کر خولی بن یزید (م ۶۶ھ) کے حوالے کیا

(ع۲) بعض کہتے ہیں کہ آپ کا قاتل شمر ہے

(ع۳) اور بعض ایک مذحجی کی طرف قتل منسوب کرتے ہیں۔

(ع۴) بعض، ابن سعد (م ۶۶ھ) کو قاتل بتاتے ہیں یہ (روایت) درست نہیں۔ ابن سعد تو صرف امیر لشکر تھا۔ عبداللہ بن عمار اور ابو مخنف نے صقعب بن زہیر سے اور انہوں نے حمید بن مسلم سے امام پاک کی شجاعت و بہادری اور آپ پر یزیدیوں کے حملے اور آپ کو شہید کر دینے کی روایت کی ہیں۔

شہادت امام کے یہ جملہ مندرجات البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۷ و ص ۱۸۸ سے ماخوذ ہیں۔

ابو مخنف نے جعفر بن محمد سے روایت کی ہے کہ حضرت حسین کے جسم مبارک پر نیزے کے ۳۳ اور تلوار کے ۳۴ زخم تھے۔ البدایہ ج ۸ ص ۱۸۸ سنان وغیرہ نے آپ کا اسلحہ اور لباس لے لیا اور لوگوں نے آپ

کا مال و دولت حتیٰ کہ خواتین کے لباس تک آپس میں تقسیم کر لئے۔

البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۸

ان مندرجات سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح اور صاف ہو گیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر یزیدیوں نے ہتھیار اُٹھائے، ان پر تیر چلائے، ان کے خیمے جلائے، ان کا پانی بند کیا، حکومت کی پوری مشینری نے یہ سب کچھ عمداً اور فخراً کیا ایسا کرنے والوں کیلئے فرمان رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ملاحظہ کریں۔

۱۔ حضرت ابو موسیٰ اور حضرت ابن عمر سے روایت ہے۔ سرکار نے فرمایا جس نے ہم پر ہتھیار اُٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۷

۲۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی پر ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے وہ ہتھیار چلوا دے اور وہ اس کی وجہ سے آگ کے گڑھے میں جا گرے، (بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۷)

۳۔ حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے (بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۸)

۴۔ ابن عمر، ابو بکرہ، ابن عباس اور جریر روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو، (بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۸)

قارئین۔ بنظر انصاف ان واقعات اور احادیث کی روشنی میں قاتلان

امام کے بارے میں فیصلہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ مگر برا ہو تعصب اور جانب
داری کا کہ جس نے لوگوں کو حق کا دامن چھوڑنے پر مجبور کیا ہوا ہے،

اللھم وفقنا الھدیۃ وارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ۔

یہ تو امر واقعہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کوئی فوج
لے کر نہیں جا رہے تھے۔ بلکہ ان کے ساتھ ان کے بال بچے اور صرف ۳۲ سوار
اور ۴۰ پیادے تھے۔ اسے کوئی شخص بھی فوجی چڑھائی نہیں کہہ سکتا۔ ان
کے مقابلہ میں عمرو بن سعد کے تحت جو فوج بھیجی گئی تھی اس کی تعداد چار
ہزار تھی، کوئی ضرورت نہ تھی کہ اتنی بڑی فوج اس چھوٹی سی جمعیت سے جنگ
ہی کرتی اور اسے قتل کر ڈالتی، وہ اسے مجبور کر کے بآسانی گرفتار کر سکتی تھی
آخر کار ان سے جنگ کی گئی۔ جب حضرت امام حسین کے سارے ساتھی شہید ہو
چکے تھے اور وہ میدان میں تنہا رہ گئے تھے اس وقت بھی ان پر حملہ کرنا ضروری
سمجھا گیا اور جب وہ زخمی ہو کر گر پڑے تھے اس وقت ان کو ذبح کیا گیا
پھر ان کے جسم پر جو کچھ تھا وہ لوٹا گیا، حتی کہ ان کی لاش پر سے کپڑے اتار
لئے گئے اور اس پر گھوڑے دوڑا کر اسے روندا گیا۔ اس کے بعد ان کی قیام
گاہ کو لوٹا گیا اور خواتین کے جسم پر سے چادریں تک اتار لی گئیں، اس کے بعد
ان سمیت تمام شہداء کے سر کوفہ لے جائے گئے، ابن زیاد نے سر عام ان
کی نمائش کی اور جامع مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا کہ،

الحمد للہ الذی اظہر الحق و اھلہ ونصر امیر المومنین یزید وحزبہ
وقتل الکذاب ابن الکذاب الحسین بن علی وشیعتہ۔

پھر یہ سارے سر یزید کے پاس دمشق بھیجے گئے اور یزید نے بھرے
دربار میں ان کی نمائش کی (اس پوری داستان کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو،

الطبری ج ۴ صـ ۳۰۹ تا صـ ۳۵۶ ۔ ابن الاثیر ج ۳ صـ ۲۸۲ تا صـ ۲۹۹ اور البدایہ ج ۸ صـ ۱۷۰ تا صـ ۲۰۴) خلافت و ملوکیت صـ ۱۸۰

یہ سوال لازماً پیدا ہوتا ہے کہ اس ظلم عظیم پر یزید نے اپنے سر پھرے گورنر کو کیا سزا دی ؟ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس نے ابن زیاد[1] کو نہ کوئی سزا دی ، نہ اسے معزول کیا ، نہ اسے ملامت ہی کا کوئی خط لکھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ ۲۰۳)

اسلام تو بدرجہا بلند چیز ہے ، یزید میں اگر انسانی شرافت کی بھی کوئی رمق ہوتی تو وہ سوچتا کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کے پورے خاندان پر کیا احسان کیا تھا ، اور اس کی حکومت نے ان کے نواسے کے ساتھ کیا سلوک کیا ۔ (خلافت و ملوکیت صـ ۱۸۱)

پامالی لاش

روایت ہے کہ ابن سعد نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (کی لاش کو) گھوڑوں کے ٹاپوں سے روند ڈالنے کا حکم دیا (ابن کثیر نے یہاں انکار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ) یہ درست نہیں ۔ اور کچھ آگے چل کر اسی صفحہ پر دوبارہ اس روایت کو بغیر تردید کے لکھا ہے۔

دیکھئے البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ ۱۸۹ ،

اکثر مؤرخین نے پامالی لاش والی روایت کو بلا تردید لکھا ہے ۔

(دیکھئے خلافت و ملوکیت صـ ۱۸۰ ، سیر الصحابہ ج ۴ صـ ۲۱۱ وغیرہ)

رسولِ خدا کربلا میں

امام احمد ، عبدالرحمٰن و عفان سے یہ حماد بن سلمہ سے یہ عمار بن ابی عمار سے یہ حضرت ابن عباس سے وہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] خرد و گیر و در سخن بر با یزید :: ننگ دار داز درون او یزید ۔ مثنوی ج ۱ صـ ۲۴۶

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دوپہر کے وقت خواب میں پریشان اور گرد آلودہ دیکھا، ان کے پاس شیشی میں خون تھا، میں نے عرض کیا بابی وامی، یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ حسین اور اس کے رفیقوں کا خون ہے جو آج میرے پاس ہے، عمارہ کا بیان ہے کہ ہم نے تاریخ شمار کی تو ٹھیک قتل حسین اسی روز واقع ہوا۔

تفرد بہ احمد واسنادہ قوی، (البدایہ والنھایہ ج ۸ صفحہ ۲۰۰ مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۲)

ہندوستانی وہابیوں کے پیشوا مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام حسین کے شہید ہونے سے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی روح مبارک کو کمال تشویش ہوئی اور گھبرا گئے اور یہاں جو حضرت امام پیر رنج اور تکلیف ہوئی اس کا حال دریافت کرکے عالم ارواح میں حضرت کو رنج ہوا۔ اور مغموم ہوئے تو مسلمان کو چاہیئے کہ جب امام کا حال سنے تو افسوس کرے۔ اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے اور جانے کہ عبید اللہ بن زیاد اور عمرو بن سعد اور شمر اور خولی وغیرہ مردوں نے باجازت یزید پلید کے حضرت امام کو رنج پہنچایا نہایت بری حرکت کی۔ (عظمت صحابہ واہلبیت صفحہ ۱۰۳ مکتبہ نذیریہ لاہور)

۲ ابن ابی الدنیا عبد اللہ بن محمد سے وہ مہدی بن سلیمان سے وہ علی ابن زید سے انہوں نے بیان کیا کہ ابن عباس نے بیدار ہو کر انا للہ پڑھی، اور فرمایا اللہ کی قسم حسین شہید ہو گئے ہیں حاضرین مجلس نے کہا کیسے معلوم ہوا ہے؟ تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے ان کے پاس شیشی میں خون ہے اور آپ نے فرمایا، تجھے امت کا کارنامہ معلوم ہوا، انہوں

نے حسینؓ اور ان کے رفقاء کو شہید کر دیا ہے، یہ ان کا خون ہے، میں اسے بارگاہ الٰہی میں پیش کروں گا یہ خواب مع وقت و تاریخ تحریر میں لایا گیا۔ ۲۴ دن بعد مدینہ میں آپ کی شہادت کی خبر پہنچی تو یہ خبر، خواب کے بالکل مطابق تھی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۰)

۳۔ امام ترمذی نے سلمٰی سے نقل کیا ہے کہ میں ام سلمہ کے پاس گئی تو وہ رو رہی تھیں میں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا، میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے آپ کا سر و ریش مبارک غبار آلود ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام خیر ہے؟ فرمایا میں ابھی قتل حسینؓ کے سانحہ میں حاضر ہوا ہوں۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸، مشکوٰۃ ص ۵۷۲، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۰)

ان روایات کے پیش نظر یہ بات سامنے آتی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام مظلوم و مغلوب شہید کی مقتل گاہ میں تشریف لے گئے جس کو یزیدی ظالموں و جابروں نے ظلماً شہید کر دیا تھا۔

شہداء کی تکفین و تدفین

چمنستان رسالت کے پھول اور انکے محافظ بعد از شہادت بے گور و کفن میدان کربلا میں پڑے رہے۔ شہادت کے ایک دن بعد اہل غاضریہ نے ان کو دفن کیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۹)

شہادت کے بعد ستم بالائے ستم

سنان وغیرہ نے امام پاک کے جسم اطہر سے اسلحہ و لباس اتار لیا اور دیگر یزیدیوں نے آپ کا مال و دولت حتیٰ کہ مستورات مطہرات مخدرات کے لباس تک آپس میں تقسیم کر لئے (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۸)

غور ہے۔ اس سارکھنے والداد اعانت کا ملفوظ ملکستا ہے

تقسیم میں کیا کس کے حصہ میں آیا؟

امام پاک کی لاشں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا گیا (شہید کربلا ص۸۵ الصواعق المحرقہ ص۱۹۸، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۱۸۹)

یزیدیوں نے مستورات کے کانوں سے بالیاں نوچ لیں۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۱۹۶

حضرت امام زین العابدین کو شمر لعین نے قتل کرنا چاہا تو اس کے ایک ساتھی حمید بن مسلم نے اسے سختی سے روک دیا، تو وہ رُکا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۱۸۸)

عمرو بن سعد نے اعلان کیا، کہ عورتوں میں کوئی نہ گھُسے، زین العابدین کو کوئی قتل نہ کرے جس کسی نے ان کا سامان لوٹا ہے وہ واپس کر دے، مگر کسی نے واپس نہ کیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۱۸۸ و ص۱۸۹)

جب میدان کربلا میں حُسین ابن علی کو فرزندوں سمیت شہید کر دیا گیا، تو سوائے حضرت زین العابدین کے مستورات کا کوئی پرسانِ حال نہیں تھا وہ بھی بیمار تھے.... مستورات کو اونٹوں پر برھنہ سر دمشق میں لے کر آئے۔ (کشف المحجوب فارسی ص۶۴ و مترجم ص۱۴۶)

سیّدہ سکینہ بنت سیّدنا حُسین نے دربار یزید میں کہا، اللہ کی قسم، انہوں نے ہمارے کانوں کی بالیاں تک نہیں چھوڑیں۔ البدایہ ج ۸ ص۱۹۶

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لڑکیاں قیدی ہوئیں۔ البدایہ ج ۸ ص۱۹۶

شہدائے اھل بیت اطہار کی لاشیں اسی طرح چٹیل میدان میں پڑی رہیں کوچ کے وقت امام حُسین کی بیبیاں (مستورات) اونٹوں کے خشک پالانوں پر بے پردگی کے ساتھ بٹھائی گئیں جن کے کپڑے پھٹے ہوئے اور سر برھنہ تھے۔ (سعادۃ الکونین ص۱۶۶) یزید کی گمراہی پر سخت تعجب اور افسوس ہے کہ امام حسین کے دانت مبارک پر لکڑی ماری اور اہلبیت اطہار کو اونٹوں کے خشک پالانوں پر سر و پا برھنہ بال کھلے ہوئے بے پردگی کے ساتھ سوار کر کے

اصل عبارت کے ترجمہ میں ۰

مع سر مبارک مدینہ کی طرف بھیجا۔ ہکذا قال ابن جوزی (سعادۃ الکونین ص۱۹۹)

شمر نے مع ہمراہیوں کے خیمہ اہل بیت مطہر لوٹ لیا..... ان سب کو قید کرکے بیبیوں کو بے پردہ اونٹوں پر سوار کرکے.... کوفے کو روانہ کیا۔

(تحریر الشہادتین ص۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور چور ہوگئے۔ سر انور کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کئے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے۔ عرفان شریعت حصہ دوم ص۵۶، فرزندان آل رسول کے سر سے سردار کا سایہ اٹھا بچے اس غریب الوطنی میں یتیم ہوئے بیبیاں بیوہ ہوئیں مظلوم بچے اور بیکس بیبیاں گرفتار کئے گئے۔ (سوانح کربلا ص۱۳۱)

تیرھویں (محرم الحرام ۶۱ھ) کو ان سروں کے ساتھ ساتھ تمام فوج حیا سوز روانہ تھی اور شاہی حرم محترم محمدی آل اطہار بے پردہ اونٹوں پر سوار کئے گئے (اوراق غم ص۲۸۲) علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے،

وَحُمِلَ آلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلٰی اَقْتَابِ الْجِمَالِ اَیْ مُوَثَّقِیْنَ فِی الْحِبَالِ وَالنِّسَاءُ مُکَشَّفَاتُ الرُّؤُسِ وَالْوُجُوْہِ۔ (الصواعق المحرقہ ص۱۹۹)

یعنی (بقیہ) آلِ رسول کو رسیوں سے باندھ کر اونٹوں کے پالانوں پر ڈالا گیا، مستورات کے سر اور منہ کھلے ہوئے تھے

ابتا ہوا قافلہ جب شہیدوں کو بے گور و کفن لاشوں سے گزرا تو چیخ و پکار
کی ایک صدا بلند ہوئی جس نے دشمنوں کے دل ہلا دیئے، چنانچہ ابن کثیر
نے لکھا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا روتے ہوئے یوں فریاد کرنے لگیں

یا محمداہ یا محمداہ صلی علیک اللہ وملک السماء ۔
ھذا حسین بالعراء ۔ مزمل بالدماء مقطع الاعضاء
یا محمداہ ۔ وبناتک سبایا وذریتک مقتلۃ، تسفی
علیھا الصبا ۔ قال فابکت واللہ کل عدو وصدیق ۔

(ترجمہ) اے محمد اے محمد، تم پر اللہ تعالیٰ اور آسمان کے فرشتوں
کا درود سلام، یہ حسین چٹیل میدان میں پڑے، خون میں لت پت ہیں
اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہیں ۔ یا محمد، تمہاری بیٹیاں قیدی ہیں تمہاری عترت و
اولاد قتل ہو چکی ہے ۔ ان پر خاک اڑ رہی ہے ۔ راوی کہتا ہے کہ اللہ کی قسم
بی بی کی یہ آہ و فغاں سن کر بلا امتیاز، دوست دشمن سب رونے لگے ۔
(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۳ و سیر الصحابہ ج ۴ ص ۲۱۳)

یہ قافلہ جب ابن زیاد بدنہاد کے پاس پہنچا تو اس وقت مخدومہ
کائنات کی لختِ جگر سیدہ زینب ننگے پاؤں نہایت خراب لباس اور خستہ
حالت میں تھیں ۔ (سیر الصحابہ ج ۴ ص ۲۱۳ و البدایہ ج ۸ ص ۱۹۳)

ستم بالائے ستم کے عنوان کے تحت مندرجات کے منکر کے بارے میں
دیوبند کے مدرسہ مدینۃ العلوم جامع مسجد بلاک اے شمالی ناظم آباد کراچی ۳۳ کے
مفتی مولانا عبد الغفار صاحب نے ارقام کیا ہے کہ " میدان کربلا میں اہل بیت
پر جو کچھ بیتی ہے وہ تواتر سے ثابت ہے ان باتوں کا انکار کوئی احمق ہی کر
سکتا ہے جو شخص ان باتوں کے انکار کے ساتھ ان مظالم کے لکھنے والوں

اور کہنے اور پڑھنے والوں کو لعنتی کہتا ہے۔ وہ شخص امام مسجد بننے کے لائق نہیں
ہے۔ واللہ علم، کتبہ عبدالغفار عفا اللہ عنہ مدرسہ مدینۃ العلوم جامع مسجد
بلاک اے شمالی ناظم آباد کراچی، جامعہ اشرفیہ لاہور کے دارالافتاء سے حرف
بہرشدہ فتویٰ کی عبارت، منکر کے بارے میں یہ ہے، کچھ واقعات تو حقیقی ہیں
اور بعض شیعوں نے بڑھا چڑھا کر پیش کئے ہیں۔ کیونکہ آنکھوں دیکھا حال
کسی نے بیان نہیں کیا، بہر حال یزید ان تمام واقعات میں بری الذمہ نہیں
ہو سکتا وہ بھی برابر کا مجرم ہے اور اس قتل و ظلم کا گناہ اس کی گردن پر
بھی ہے، جو شخص یزید کا حمائتی ہے وہ سُنی نہیں ہے بلکہ یزیدی ہے۔
اس کو امام بنانا مکروہ ہے۔ فقط دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۹ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

ابنِ زیاد کا ستم بالائے ستم

ابن زیاد نے سیّدہ زینب کی زبوں حالی کو دیکھ کر پوچھا یہ کون ہیں؟
سیّدہ زینب نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے مکرر سہ کرر سوال پر ایک لونڈی
نے کہا کہ زینب بنت فاطمہ ہیں۔ یہ سن کر اس سنگدل نے کہا، خدا کا شکر ہے
جس نے تم کو رسوا کیا، تمہیں قتل کیا اور تمہاری جدتوں کو جھٹلایا۔ سیّدہ زینب
نے جواب دیا۔ تیرا خیال غلط ہے خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہم کو محمد صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم سے نوازا اور ہم کو پاک کیا، ہم نہیں بلکہ فاسق رسوا ہوتے ہیں
اور جھٹلائے جاتے ہیں، ابن زیاد نے کہا، تم نے دیکھا خدا نے تمہارے اہل بیت
کے ساتھ کیا سلوک کیا، سیّدہ زینب نے جواب دیا ان کی قسمت میں شہادت
مقدر ہو چکی تھی اس لئے وہ مقتل میں آئے اور عن قریب وہ اور تم، اللہ تعالیٰ
کے روبرو جمع ہو گے اس وقت وہ اس کے سامنے اس کا انصاف طلب کریں
گے۔ یہ دندان شکن جوابات سن کر ابن زیاد غصہ سے بے تاب ہو کر بولا،

اللہ تعالیٰ نے تمہارے اہل بیت کے سرکش اور نافرمان آدمی سے میرا غصہ ٹھنڈا کر دیا ہے، شہید بھائی پر چوٹ سن کر سیّدہ زینب ضبط نہ کر سکیں اور بچشم تر فرمانے لگیں۔ تم نے ہمارے ادھیڑوں کو قتل کیا ہمارے گھر والوں کو نکالا، ہماری شاخوں کو کاٹا اور ہماری جڑ کو اکھاڑا۔ اگر اسی سے تمہاری تسکین ہوتی تو ہو گئ۔ ابن زیاد، سیّدہ زینب کے یہ بے باکانہ جوابات سن کر بولا۔ یہ جرأت اور یہ شجاعت۔ میری عمر کی قسم، تمہارے باپ بھی شجاع تھے۔ سیّدہ زینب بولیں، عورتوں کو شجاعت سے کیا تعلق!

اس کے بعد زین العابدین پر اس کی نظر پڑی تو پوچھا۔ تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا علی بن حسین ...... ابن زیاد نے ان کے بلوغ کی تصدیق کرا کے ان کے قتل کا حکم دیا۔ یہ سن کر حضرت زین العابدین نے فرمایا، ان عورتوں کو کس کے سپرد کرو گے؟

جاں نثار پھوپھی سیّدہ زینب یہ سفاکانہ حکم سن کر تڑپ گیئں اور ابن زیاد سے کہا۔ ابھی تک تم ہمارے خون سے سیراب نہیں ہوئے؟ کیا ہمارا کوئی بھی آسرا باقی نہ رکھو گے؟ یہ کہہ کر زین العابدین سے چمٹ گیئں اور ابنِ زیاد سے مُصر ہوئیں کہ تم کو خدا کی قسم! اگر ان کو قتل کرنا چاہتے ہو تو ان کے ساتھ مجھ کو بھی قتل کر دو، لیکن حضرت زین العابدین پر مطلق کوئی ہراس طاری نہ ہوا! انہوں نے نہایت سکون اور اطمینان سے کہا، اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو عزیزداری کا پاس کر کے اتنا کرو کہ کسی متقی آدمی کو ان عورتوں کے ساتھ کر دو جو ان کو اچھی طرح (مدینے) پہنچا دے۔ زین العابدین کی یہ بات سن کر ابنِ زیاد ان کا منہ تکنے لگا اور اس بدبخت کے دل پر بھی رحم آ گیا حکم دیا کہ اس لڑکے کو عورتوں کے ساتھ رہنے دو (سیر الصحابہ ج ۴ ص ۲۱۳-۲۱۴ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۳-۱۹۴)

امام کے سرِ مبارک سے ابن زیاد کی زیادتی

امام احمد نے فرمایا ہمیں حدیث بیان کی حسین نے ان کو جریر نے ان کو محمد نے ان کو حضرت انس نے فرمایا کہ ایک طشتری میں حضرت حسین کا سر مبارک جب ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ اس کو کریدنے لگا یعنی چھڑی سے مارنے لگا اور آپ کے حسن و جمال کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کئے تو حضرت انس نے فرمایا، حضرت حسین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ اور وسمہ (کا خضاب) لگایا کرتے تھے" رواہ البخاری فی المناقب عن محمد بن الحسن بن ابراہیم ۔ھوابن اشکاب ۔عن حسین بن محمد عن جریر بن حازم عن محمد بن سیرین عن انس فذکرہ۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۳۰ و بخاری مترجم ج ۲ ص ۴۱۶ و شرحہ فیض الباری ج ۴ ص ۶۹ وقد رواہ الترمذی ج ۲ ص ۲۱۸) . من حدیث حفصۃ بنت سیرین عن انس وقال حسن صحیح وفیہ فجعل ینکت بقضیب فی انفہ! ویقول! ما رأیت مثل ھذا حسنا. (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۰)

(۴/۵) محدث بزار نے مفرج بن شجاع بن عبید اللہ موصلی سے وہ غسان بن ربیع سے وہ یونس بن عبیدہ سے وہ ثابت و حمید سے یہ دونوں حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ ابن زیاد کے پاس جب امام حسین کا سر مبارک پیش کیا گیا تو وہ چھڑی آپ کے دانتوں پر مارنے لگا اور کہا کہ بہت خوبرو تھا۔ حضرت انس نے فرمایا (اے ابن زیاد) اللہ کی قسم! میں تجھے ایک ناگوار بات سناتا ہوں کہ جہاں تو چھڑی مار رہا ہے۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسہ دیا کرتے تھے! تو وہ جھینپ گیا، امام بزار اس سند میں منفرد ہیں، حمید سے یونس بن عبیدہ کے علاوہ کسی نے بھی یہ روایت بیان نہیں کی

اور یونس بن عبید نا مشہور و معروف بصری ہیں۔ ولیس بہ بأس۔

(۷-۶) مسند ابو یعلی موصلی میں یہ روایت علی بن زید از انس سے مذکور ہے اور قرہ بن خالد نے بھی یہ روایت حسن از انس بیان کی ہے۔

(۸) ابو مخنف، سلیمان بن ابی راشد سے وہ حمید بن مسلم سے بیان کرتا ہے کہ ابن سعد نے مجھے اپنے اہل خانہ کو فتح کا مژدہ اور اپنی خیرو عافیت کا پیغام دے کر بھیجا، میں نے کوفہ میں ابن زیاد کے پاس ایک وفد کو دیکھا اور میں بھی وہاں چلا گیا، دیکھا تو امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک اس کے سامنے رکھا ہے وہ آپ کے دانتوں میں چھڑی مار رہا تھا۔ تو زید بن ارقم نے کہا ان دانتوں سے چھڑی اٹھالے مجھے اللہ کی الوہیت کی قسم! میں نے ان دانتوں پر رسول اللہ کو اپنے ہونٹوں سے بوسہ دیتے دیکھا ہے، پھر زید بن ارقم زار و قطار رونے لگے تو ابن زیاد نے کہا، خدا تجھے رلائے، اللہ کی قسم! تو بوڑھا کھوسٹ نہ ہوتا تو میں تیرا سر قلم کر دیتا، پھر وہ اٹھ کر چلے گئے تو لوگوں نے کہا اس نے ایسی بات کہی ہے ابن زیاد اگر سن لیتا تو اُسے ضرور قتل کر دیتا، حمید بن مسلم نے پوچھا، اس نے کیا کہا، لوگوں نے بتایا وہ یہ کہتا جارہا تھا، غلام غلاموں کا بادشاہ بن بیٹھا ہے، اسنے انکو اپنے باپ کی جاگیر بنا لیا ہے! اے عرب! آج کے بعد تم غلام ہو، تم نے ابن فاطمہ کو قتل کر دیا اور ابن مرجانہ کو امیر اور حاکم بنا لیا ہے وہ تمہارے نیک اور اخیار کو قتل کرتا ہے، اشرار اور اشقیا کو غلام بناتا ہے، جس نے ذلت و رسوائی پر قناعت کی وہ ہلاک و برباد ہو گیا۔

(۹) وقد روی من طریق ابی داؤد باسنادہ عن زید بن ارقم بنحوہ۔

(۱۰) ورواہ الطبرانی من طریق ثابت عن زید: (البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۱۹۰ وصفحہ ۱۹۱)

امام ابن حجر مکی نے بھی زید بن ارقم کی روایت نقل کی ہے۔ الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۹۸

فی روایۃ الترمذی وابن حبان عن انس، وللطبرانی من حدیث زید بن ارقم وللبزار من وجہ آخر من انس، فتح الباری صفحہ ۱۲۰

ابن زیاد نے ہنگامی اجلاس کا اعلان کیا اس اجتماع میں اس نے قتل حسین کے متعلق بیان کیا کہ وہ حکومت پر قابض ہونا چاہتے تھے، ملی نظام اور یکجہتی کو پارہ پارہ کرنا چاہتے تھے تو حضرت عبداللہ بن عفیف ازدی نے فرمایا افسوس! اے ابن زیاد! تم نبیوں کی اولاد کو قتل کرتے ہو! اور سچوں جیسی باتیں بناتے ہو یہ سن کر ابن زیاد نے اسے قتل کر دیا اور اس کی لاش لٹکا دی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۱)

ابن زیاد بدنہاد کے حکم سے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو گلی کوچوں میں پھیرایا گیا اور کوفہ کی جامع مسجد میں نصب کیا گیا، پھر دیگر سروں کے ساتھ آپکا سر مبارک بھی یزید کے پاس شام روانہ کر دیا گیا،

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۱؛ عرفان شریعت ص ۶۵)

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اگر کوئی محرم (احرام والا) مکھی مار ڈالے تو دکیا گناہ ہے) آپ نے فرمایا یہ عراقی (بے شرم) مکھی کے قتل کا مسئلہ پوچھتے ہیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نواسے کو شہید کر دیا ہے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) میری دنیا کے دو پھول ہیں۔ (بخاری عربی ج ۱ ص ۵۳۰ و بخاری مترجم اردو ج ۲ ص ۱۷۱)

اور دا ابن عمر ھذا متعجبا من حرص اهل العراق على السوال عن الشئ اليسير وتفريطهم فى الشئ الجليل

فتح الباری ۱۲۴

ابن زیاد، بدنہاد کا کردار وانجام

ابن زیاد کا نام عبیداللہ یا عبید تھا (اکمال) اور اس کے باپ کا نام زیاد تھا، زیاد بن سمیہ ثابت النسب نہیں تھا بلکہ ولد الزنا تھا، جس کے یہاں پیدا ہوا اس کی بجائے دوسرے کو اپنا باپ بتاتا تھا بہت سے صحابہ اور تابعین نے اس کے اس فعل پر نکیر بھی کی ہے، (فتح الباری ج ۱۲ ص ۶۳)

جس کی طرف اس نے اپنی صلبی نسبت استوار کرلی اس کی تفصیل، خلافت و ملوکیت میں بحوالہ الاستیعاب ج ۱ ص ۱۹۶ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۲۰ و ص ۲۲۱، البدایہ ج ۸ ص ۲۸ اور ابن خلدون ج ۳ ص ۷ و ص ۸ سے موجود ہے، زیاد نے جب اپنی اس مفروضی نسبت پر انحصار کرلیا تو ابو عثمان نہدی زیاد کے ماں شریک بھائی، صحابی رسول حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان کو کہا کہ کہ (زیاد ابوسفیان کی اولاد بن گیا ہے) یہ تم نے کیا کرلیا ہے، میں نے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میرے دونوں کانوں نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ اسلام میں جو شخص اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کو باپ بتائے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ اس کا باپ یہ نہیں ہے تو جنت اس پر حرام ہے، یہ سُن کر حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ خود میں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یہی فرماتے ہوئے سُنا ہے (صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۷ باب بیان حال من رغب عن ابیہ) صاحب اکمال نے ابن زیاد کے بارے میں لکھا ہے کہ "ھُوَ کَلْبٌ" وہ ایک کتا تھا، کامل فی التاریخ ج ۴ ص ۲۶۵ میں ہے کہ عبید کی ماں، مرجانہ (لونڈی) نے قتل امام کے بعد عبید ابن زیاد کو کہا کہ اے خبیث! تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے، تجھے کبھی جنت نصیب نہ ہوگی۔ (حاشیہ پور بتول ص ۱۴۲)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب "من استوعی رعیۃ فلم ینصح" کے تحت دو حدیثیں بیان کی ہیں جو ابن زیاد کی بدنہادی پر روشنی ڈالتی ہیں۔

(۱) حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لئے آیا، یہ یزید کے عہد حکومت کا واقعہ ہے (فتح الباری) تو حضرت معقلؓ نے اس سے فرمایا میں تجھ کو ایک حدیث بیان کرتا ہوں، جس کو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سُنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ جس کو اللہ تعالیٰ

کسی رعیت کی نگرانی سپرد فرمائے اور پھر وہ پوری طرح ان کی خیر خواہی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔ بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۸

(۲) نیز حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت معقل بن یسار کی عیادت کے لئے ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اتنے میں عبید اللہ بن زیاد بھی آگیا، حضرت معقل نے اس سے فرمایا، میں تجھ کو ایک حدیث سناتا ہوں، جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، جو حکمران بھی مسلمانوں کی کسی رعیت کا حاکم ہوا اور پھر اس حال میں مرے کہ وہ ان کے ساتھ دغا بازی کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیگا۔ بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۹

صحیح مسلم میں یہ اضافہ بھی وارد ہے،، اگر میں یہ سمجھتا کہ میری ابھی زندگی باقی ہے تو میں تجھ سے یہ حدیث بیان ہی نہ کرتا اور دوسری روایت میں ہے کہ "اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں موت کے منہ میں ہوں تو یہ حدیث تم سے بیان بھی نہ کرتا۔ مسلم ج ۲ ص ۱۲۲

صحیح مسلم کی ایک روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ ابن زیاد یہ سن کر کہنے لگا آپ نے مجھ کو یہ حدیث آج سے پہلے کیوں بیان نہیں کی؟

حضرت معقل نے فرمایا! بس میں نے تم سے بیان نہ کی، یا میں تم سے بیان کرنے والا نہ تھا۔ مسلم ج ۲ ص ۱۲۲۔

شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث بیان نہ کرنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ، وہ ابن زیاد بدنہاد کی سخت گرفت سے ڈرتے تھے۔ جب ان کی موت کا وقت آگیا تو چاہا کہ اس طرح ہی مسلمانوں پر سے اس کے کچھ شر کو دفع کیا جائے۔ فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۲۶۔

(۳) حضرت حسن بصری کا بیان ہے کہ جب ہمارے پاس عبید اللہ بن زیاد امیر بن کر آیا۔ اس کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہم پر والی بنا کر بھیجا تھا۔ یہ ایک بے

وقوف چھوکرا تھا جو نہایت بے دردی سے لوگوں کا خون بہایا کرتا تھا، اس
زمانے میں حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ (صحابی) ہم میں زندہ تھے، و
ایک روز ابن زیاد کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمانے لگے کہ "جو
کچھ میں تمہیں کرتے دیکھ رہا ہوں اس سے باز آجاؤ"، ابن زیاد نے اس
نصیحت پر حضرت ممدوح کو یہ جواب دیا کہ تم اس سے منع کرنے والے کو
ہوتے ہو؟ پھر حضرت ممدوح مسجد میں تشریف لائے تو ہم نے ان سے عرض کیا
آپ برسرِ عام اس بے وقوف کے منہ لگ کر کیا کریں گے؟ فرمایا میرے پا
علم تھا سو مجھے پسند آیا کہ جب تک اس کو برسرِ عام بیان نہ کردوں موت کے
منہ میں نہ جاؤں، پھر آپ جیسے ہی اُٹھے مرض الموت نے آپ کو آلیا، اس
بیماری میں عبیداللہ بن زیاد بھی آپ کی عیادت کے لئے آیا اور آپ نے اس
مضمون کی حدیث اس کو بیان کی جو اس باب میں مذکور ہے۔ فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۹۰

اس واقعہ سے جو باتیں سامنے آتی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

۱۔ عبیداللہ بن زیاد ایک بے وقوف چھوکرا تھا۔
۲۔ سفاک، بے درد اور قاتل تھا،
۳۔ صحابہ کرام کا بے ادب وگستاخ تھا،
۴۔ حق بات ظالم و سفاک پر بھی بیان کردینی چاہئے۔

(۴) حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب
میں سے تھے، عبیداللہ بن زیاد کے پاس آکر فرمایا۔ بیٹے! میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے، آپ فرماتے تھے! حکمرانوں میں سب سے برا
وہ ہے جو لوگوں کو پیس مارے، تو تم اپنے آپ کو ان میں شامل کرنے سے بچتے
رہو، یہ سن کر ابن زیاد کہنے لگا (بڑے میاں) بیٹھ جاؤ! تم تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ والہ وسلم کے اصحاب کی بھوسی ہو! یہ جواب سن کر حضرت عائذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، صحابہ میں بھی بھوسی تھی؟ بھوسی تو بعد میں آنے والوں میں ہے اور ان میں کہ جو صحابی نہیں ہیں (صحیح مسلم ج ۲ صـ۱۲۲)

(۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا کہ ہمیں ابو طالوت عبدالسلام بن ابی حازم نے بتلایا کہ میں اس وقت موجود تھا، جب حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ، عبیداللہ بن زیاد کے پاس تشریف لے گئے تھے، چنانچہ مجھ سے (عباس جریری، مسند احمد) نے بیان کیا، ابو داؤد کہتے کہ ہمارے اُستاد مسلم نے تو ان کا نام بھی بیان کیا تھا، (مگر مجھے یاد نہیں رہا) جو اس وقت مجلس میں موجود تھے۔ ان صاحب کا بیان ہے کہ جیسے ہی عبیداللہ کی نظر حضرت پر پڑی کہنے لگا (لو یہ) تمہارا محمدی ٹھگنا موٹا (آگیا)

حضرت ابو برزہ نے اس کی بات سمجھی تو فرمانے لگے، میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں اس قوم کے آنے تک باقی رہوں گا، جو مجھے حضرت محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت پر عار دلائے گی۔ تو عبیداللہ بن زیاد نے (بات بدل کر) ان سے کہا "محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صحبت تو آپ کے لئے زینت ہے، باعث عیب نہیں"...... اس کے بعد آپ، ابن زیاد پر ناراض ہو کر چلے گئے، ابو داؤد صـ۶۵۳، کتاب السنہ باب الحوض۔

واقعہ ۴ اور ۵ سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ابن زیاد بدنہاد سے نالاں تھے، اور اس کو غلط کاریوں سے بچانے کے لئے اُسے نصیحت کرتے تھے مگر وہ اتنا ہٹ دھرم منہ پھٹ اور خبیث تھا کہ صحابہ کرام پر پھبتیاں کستا بھرے مجمع میں ان کی توہین کرتا۔ صحابہ کرام کو ٹھگنا موٹا، اور بھوسی وغیرہ کہتا تھا یہ اس کے فسق اور کور باطنی کی کھلی علامت نہیں تو اور کیا ہے؟

مولوی خلیل احمد دیوبندی نے لکھا ہے کہ "عبیداللہ بن زیاد فساق میں سے تھا،

اس لئے اس نے بطور مسخری آپ کو "دحداح" یعنی ٹھگنا موٹا کہا تھا، مگر آپ نے اپنے بارے میں تو اس کے اس طنز پر التفات نہ فرمایا، البتہ اس نے "محمدی" کہہ کر جو آپ کا مذاق اڑایا اس پر آپ کو غصہ آگیا، کیونکہ اس سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کی اہانت نکلتی ہے۔ (بذل المجہود فی حل ابی داؤد ج ۵ ص ۲۲ طبع دہلی)

ابن زیاد بدنہاد جیسے، ظالم، جابر، فاسق، فاجر، بے ادب و گستاخ کی تقرری سے یزید کی مردم پسندی کا بھی پتا چلتا ہے کہ وہ ظالم اپنے مظالم کا نفاذ کرنے کے لئے کیسے بد سرشت اور کتنا بد عادت لوگوں کا انتخاب کرتا تھا۔ یزید کو تجربہ ہو چکا تھا کہ اس کا خاص چچا زاد بھائی ولید بن عتبہ بن ابو سفیان، مروان کے ترغیب دلانے کے باوجود قتل امام حسین علیہ السلام پر آمادہ نہ ہو سکا، اس لئے یزید پلید نے اس کام کو سرانجام دینے کے لئے اس شقی ازلی ابن زیاد بدنہاد کا انتخاب کیا اور اس بدبخت نے ایسا کر کے دکھا دیا، امام بدرالدین عینی حنفی نے ابن زیاد کی ان ہی حرکات ناشائستہ کے سبب اس کو لعنتی کہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۶۵۶ طبع استنبول)

ابن زیاد بدنہاد سبی، گستاخ صحابہ و اہلبیت، ۶۶ھ یا ۶۷ھ میں بروز عاشوراء، ابراہیم بن الاشتر کے ہاتھ سے مارا گیا، اور اسی محل میں جہاں ۶۱ھ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس اس ظالم کے سامنے پیش کیا گیا تھا، ابن زیاد کا سر بھی اسی جگہ رکھا گیا، پھر اس ظالم ابن زیاد کے سر کے ساتھ جو بیتی وہ سننے کے لائق ہے، امام ترمذی اپنی جامع میں فرماتے ہیں!

عمارہ بن عمیر کا بیان ہے کہ جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر چوک کی مسجد میں بالترتیب رکھے گئے تو میں بھی وہاں پہنچا اس وقت لوگوں کی زبان پر تھا، وہ آیا، وہ آیا، دیکھا تو ایک سانپ سروں میں گھستا ہوا ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہوا پھر ذرا دیر رہ کر باہر غائب ہو گیا۔ اب پھر لوگوں نے

کہنا شروع کیا وہ آیا، وہ آیا، غرض اس سانپ نے دو تین بار ایسا کیا،
هذا حدیث حسن صحیح" جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸۔ البدایہ والنھایہ ج ۸
علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

هو عبید الله بن زیاد بن ابیه، المعروف با بن زیاد بن ابی سفیان، ویقال له زیاد بن ابیه، وابن سمیه۔ امیر العراق بعد ابیه زیاد۔ وقال ابن معین، ویقال له عبید الله بن مرجانة وهی امه، وقال غیره وکانت مجوسیة.....

ان عبید الله بن زیاد حین قتل الحسین کان عمره ثمانیا وعشرین سنة......

وقد کانت فی ابن زیاد جراۃ واقدام ومبادرۃ الی مالا یجوز، ومالا حاجة له به.....

ومن جراته اقدامه علی الامر باحضار الحسین الی بین یدیه وان قتل دون ذلك وکان الواجب علیه ان یجیبه الی سؤاله الذی ساله فیما طلب من ذهابه الی یزید اوالی احد الثغور، فلما اشار علیه شمر بن ذی الجوشن بان الحزم ان یحضر عندك وانت تسیره بعد ذلك الی حیث شئت من هذه الخصال اوغیرها۔ فوافق شمراً علی ما اشار به من احضاره بین یدیه فابی الحسین ان یحضر عنده لیقضی فیه بما یراه ابن مرجانة وقد تعس وخاب وخسر فلیس لابن بنت رسول الله صلی الله علیه واله وسلم ان یحضر بین یدی

ابن مرجانۃ الخبیث ۔۔۔۔ وقال شریك عن مغیرۃ قال، قالت مرجانۃ لابنها عبید اللّٰه! یاخبیث۔ قتلت ابن بنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیہ والہ وسلم۔ لا ترى الجنۃ ابداً

۱۲ ملخصا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۸۳ تا ص ۲۸۶)

عمرو بن سعد کا انجام بد

عمرو بن سعد صوبہ رائے کے گورنر بننے کے خواب دیکھ رہا تھا، اور حکومتی مشینری کی چاپلوسی میں مصروف عمل تھا کہ اچانک یہ معاملہ در پیش آیا تو ابن زیاد بدنہاد نے اس کے خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ پہلے، جانشین، امام الانبیاء صلی اللہ علی نبینا و علی الہ وصحبہ وبارک وسلم کو ٹھنڈا کرنے کے لئے چار ہزار فوج کے ساتھ اس کام کو پورا کیا جائے، چنانچہ اس لعین نے محض دنیا کی لالچ میں یہ شرط قبول کرلی اور دس محرم الحرام ۶۱ھ کو سب سے پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام پر اس نے تیر چلایا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، اس ظالم کی عبرت ناک موت کے لئے صرف ایک حوالہ ملاحظہ کریں۔

ہم سے موسیٰ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم کو سلیمان بن مسلم ابوالمعلی عجلی نے بتایا کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ فرماتے تھے کہ حضرت حسین جب کربلا میں فروکش ہوئے تو سب سے پہلے جس شخص نے ان کے سراپردہ میں تیر مارا وہ عمر بن سعد تھا، پھر میں نے (کچھ عرصہ بعد یہ منظر بھی) دیکھا کہ عمرو بن سعد اور اس کے دونوں بیٹوں کی گردنیں ماری گئیں اور انہیں شہتیر پر لٹکا کر نذر آتش کر دیا گیا۔

(تاریخ صغیر ص ۷۵، حاشیہ ص ۳۸۹)

امام محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے لکھا ہے

عمرو بن سعد بن ابی وقاص الزهری ۔۔۔۔ لکنہ باشر قتال

الحسین وفعل الافاعیل - روی شعبة عن ابی اسحاق عن العیزار ابن حریث، عن عمرو بن سعد، فقام الیه رجل فقال: اما تخاف الله؟ تروی عن عمرو ابن سعد، فبکی وقال لا اعود....... وقال احمد بن زهیر: سألت ابن معین أعمرو بن سعد ثقة؟ فقال: کیف یکون من قتل الحسین ثقة۔ قال خلیفة قتله المختار سنة خمس وستین۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۹۸/۱۹۹

خلاصہ یہ کہ محدثین کے نزدیک قاتل حسین ثقہ ہرگز نہیں ہوسکتا چنانچہ امام صفی الدین خزرجی نے بھی یہی نقل کیا ہے،

قال ابن معین کیف یکون من قتل الحسین ثقة۔ خلاصہ تذہیب الکمال ج ۲ ص ۲۷

یزید پلید کا ستم بالائے ستم

ابن زیاد بدنہاد نے (اہل بیت اطہار کی)

تمام خواتین و بچے، یزید کے پاس دمشق بھیج دیئے اور حضرت زین العابدین علیہ السلام کے گلے میں طوق ڈال دیا، ان کے ہمراہ محفر بن ثعلبہ عائذی اور شمر قبحہ اللہ کو روانہ کیا جب یزید کے محل کے دروازے پر پہنچے تو محفر نے چیخ کر کہا، یہ محفر بن ثعلبہ ہے، امیر المومنین کی خدمت میں کمینے فاجروں کو لایا ہے۔ یزید نے یہ سن کر کہا محفر کی ماں سے زیادہ کمینہ اور ذلیل بچہ کسی عورت نے نہیں جنا۔ پھر شہداء کے سر اور خواتین و بچے یزید کے دربار میں پہنچے تو اس نے شام کے اعیان و اعوان کو بلا کر اپنی مجلس میں بٹھایا پھر علی زین العابدین سے مخاطب ہوا، اے علی تیرے والد نے قطع رحمی کی، میرا حق بھلایا اور میری سلطنت چھیننا چاہی، اس پر، اس کے ساتھ اللہ نے جو کیا وہ تم دیکھ چکے ہو۔ حضرت زین العابدین نے پڑھا "ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأها۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۴

ترجمہ "کچھ نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں"۔

یزید پلید نے سیّد الشہداء حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام پر تین فرد جرم لگائے ہیں۔

۱ قطع رحمی، ۲ میرا حق بھلایا، ۳ میری سلطنت چھیننا چاہی"،

سوال طلب امر یہ ہے کہ فاجر و فاسق کو فسق و فجور سے روکنا قطع رحمی ہے؟ یا حق بھلانا یا حکومت چھیننا؟۔

یزید پلید نے شہیدوں کے سر دیکھ کر ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

"تلواریں سرکشوں کے سر پھاڑ کر ٹکڑے کر دیتی ہیں۔ جو قاطع رحم، عاق اور ظالم ہوتے ہیں۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۹۲)

۱ ابو مخنف نے ابو حمزہ ثمالی سے وہ عبداللہ یمانی سے وہ قاسم بن بخیت سے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک جب یزید کے سامنے رکھا گیا تو وہ چھڑی سے اس کو مارنے لگا اور کہا، ہم اور وہ اس شعر کے مصداق ہیں (جس کا ترجمہ ابھی گزرا ہے) تو ابو برزہ اسلمی متوفی ۶۴ھ نے کہا اللہ کی قسم تیری چھڑی اس ہونٹ پہ لگ رہی ہے، جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بوسہ دیا کرتے تھے، پھر آپ نے فرمایا، سنو! قیامت کے روز اس کے شفیع تو (حضرت) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہونگے اور تیرا، ابن زیاد ہوگا، پھر آپ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۲ و ص ۱۹۷

۲ ابن ابی الدنیا نے ابو الولید سے وہ خالد بن یزید بن اسعد سے

وہ عمار دُہنی سے وہ جعفر سے انہوں نے بیان کیا کہ جب یزید کے پاس امام حُسین کا سر مبارک پیش کیا گیا تو وہ چھڑی سے مارنے لگا، ابو برزہ اسلمی نے کہا چھڑی کو اس مقام سے اُٹھالو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۲)

۳۔ ابن ابی الدنیا نے مسلمہ بن شبیب سے وہ حمیدی سے وہ سفیان سے وہ سالم بن ابی حفصہ سے وہ حسن سے انہوں نے بتایا کہ جب یزید کے پاس حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا تو یزید اس سر کو چھڑی سے کچوکے دینے لگا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۲/۱۹۲)

۴۔ مستند روایت جس کو امام ابو جعفر بن جریر طبری نے لکھا ہے کا مفہوم نہایت ہی مُفید مطلب ہے۔ ابن جریر نے کہا کہ مجھے ذکریا بن یحیی ضریر نے احمد بن خباب مصیصی سے وہ خالد بن یزید سے وہ عبداللہ قسری سے وہ عمار دُہنی سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر سے عرض کیا کہ حضرت امام حُسین کی شہادت کا سانحہ ایسے بتایئے گویا وہ میرا چشم دید ہو جائے، میں نے کہا مسلم بن عقیل کا مکتوب موصول ہونے کے بعد حضرت امام حُسین کوفہ روانہ ہو گئے، جب قادسیہ سے تین میل دُور رہ گئے تو حُر تمیمی (ایک ہزار سپاہی لیکر) آیا اور امام حُسین سے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ آپ نے فرمایا کوفہ جا رہا ہوں تو حُر نے کہا واپس لوٹ جایئے، آپ کیلئے حالات وہاں ناسازگار ہیں، آپ نے واپس لوٹنے کا ارادہ کیا تو ابن عقیل کے بھائی کہنے لگے، واللہ! ہم واپس نہیں ہوں گے، جب تک مسلم کا بدلہ نہ لے لیں، یا قتل ہو جائیں، امام حُسین نے فرمایا تمہارے بعد زندگی بے لطف اور بے مزہ ہے، چنانچہ آپ وہاں سے روانہ ہوئے تو ابن زیاد کے لشکر کا ہراول دستہ آپ کو ملا، جب آپ اس صورتحال سے دوچار ہوئے تو کربلا کی طرف لوٹ آئے، قصبتاً اور حلفاً کو پس پُشت کیا تاکہ ایک طرف سے وقائع کرتے رہیں پھر آپ نے وہاں خیمے نصب کرائے آپ کے رفیقوں میں ۴۵ سوار

اور ۱۰۰ پیادہ تھے، ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو (صوبہ) رئے" کا گورنر نامزد کردیا تھا، پھر ان حالات کے پیش نظر، ابن زیاد نے عمرو کو کہا کہ پہلے حسین کے معاملہ سے فارغ ہوں، فراغت کے بعد" رئے" کی طرف چلے جانا تو ابن سعد نے معذرت مانگی۔ ابن زیاد نے معذرت قبول کرنے سے انکار کردیا، پھر ابن سعد نے ایک رات کی مہلت مانگی، اس نے مہلت دیدی، سوچنے سمجھنے کے بعد ابن سعد نے صبح سویرے اپنی رضامندی کا اظہار کردیا، اور ابن سعد (چار ہزار فوجی لیکر البدایہ والنھایہ) امام حسین کی طرف چل پڑا، امام حسین نے اس کے سامنے تین تجویزیں پیش فرمائیں۔ ۱ مجھے چھوڑ دو، میں جہاں سے آیا ہوں ادھر واپس لوٹ جاتا ہوں، ۲ یا میں یزید کے پاس چلا جاتا ہوں، ۳ یا میں سرحدی علاقہ میں منتقل ہوجاتا ہوں ابن سعد نے ان مطالبات کو توثیق کیلئے ابن زیاد کے پاس بھیجدیا، ابن زیاد نے ان کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور کہا کہ حسین پہلے خود کو میرے حوالے کردے" حتی یضع یدہ فی یدی") امام حسین نے یہ سن کر فرمایا واللہ! یہ قطعی ناممکن امر ہے، تو عمرو بن سعد نے جنگ شروع کردی، اور امام حسین کے اصحاب دفاع کرنے لگے، جن میں ۱۷، ۱۸، اہل بیت کے جوان تھے، امام حسین کو کسی یزیدی نے تیر مارا، جو انکی آغوش میں بیٹھے ہوئے بچے کو لگا، آپ خون صاف کرتے ہوئے یہ دعا فرمارہے تھے، الہیٰ! ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرما جس نے ہمیں حمایت و نصرت کی پیش کش کی اور اب قتل کے درپئے ہوئے ہیں۔ پھر آپ نے ایک چادر پھاڑ کر جسم پر لپیٹ لی اور تلوار لیکر میدان جنگ میں اپنا دفاع کرتے کرتے شہید ہوگئے آپ کا قاتل ایک مذحجی (قبیلہ کا شخص ہے) یہ شخص آپ کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لایا اور کہا سے

(ترجمہ) میری کاٹھی کو سونے اور چاندی سے لادے

میں نے ایک بہت بڑے شہنشاہ کو قتل کیا ہے

یں نے ایک نجیب الطرفین آدمی کو قتل کیا ہے ؎
نساب جن کے نسب شمار کرتے ہیں ان میں سے اعلیٰ ترین نسب والے کو"

پھر ابن زیاد نے انکو یزید بن معاویہ کے پاس بھیج دیا، امام حسینؓ کا سر مبارک یزید کے سامنے رکھا گیا اور وہاں حضرت ابو برزہ اسلمی موجود تھے اور یزید آپ کے چہرے مبارک پر چھڑی مار کر کہنے لگا ؎

(ترجمہ) تلواروں نے لوگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ؎ وہ ہمارے عزیز تھے، تھے بہت نافرمان اور بڑے ظالم

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، چھڑی اٹھا لے، واللہ! میں نے بارہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ چہرہ چومتے دیکھا ہے اور ابن سعد نے حضرت امام حسینؓ کے باقی ماندہ اہل وعیال کو ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا، صرف ایک لڑکا زندہ بچا جو بیمار تھا، ابن زیاد نے اس کے قتل کا بھی حکم دے دیا تھا، یہ سنتے ہی سیدہ زینب اسکو لپٹ گئیں اور فرمایا پہلے مجھے قتل کرو، تو ابن زیاد کو ترس آگیا۔ اور وہ قتل سے رک گیا، پھر اس نے ان سب کو یزید کے پاس بھیج دیا، جب وہ دمشق پہنچے تو یزید نے شامیوں کو اپنی کچہری میں بلالیا تو وہ یزید کو فتح کی مبارکباد دیتے رہے، ان میں سے ایک گلفام نیلی آنکھوں والا (بدبخت) ایک لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا، یہ مجھے عنایت کر دیجئے، تو سیدہ زینب نے فرمایا یہ امر محال ہے، یہ الگ بات ہے کہ تم دین سے خارج ہو کر مرتد ہو جاؤ۔ اس (بدبخت) نے یہ مطالبہ دُھرایا تو یزید نے اسے کہا رک جا۔ پھر یزید نے انکو اپنے محل میں پہنچا دیا، پھر انکو مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔ جب مدینہ کے نواح میں پہنچے تو خانوادہ بنی عبدالمطلب کی ایک عورت بال پھیلائے روتی چلاتی یہ شعر پڑھتی ان سے ملی ؎

(ترجمہ) نبی اکرم نے تم سے سوال کیا تو کیا جواب دو گے تم نے کیا حالانکہ تم آخر اور اشراف امت ہو۔

میرے بعد میرے اہل اور خاندان کیساتھ ہو۔ بعض ان میں اسیر ہیں اور بعض خون میں لت پت۔ البدایہ ج ۸ ص ۱۹۶ – ۱۹۸

اس روایت سے جو باتیں ظاہر ہوتی ہیں وہ یہ ہیں

(۱) امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کیلئے آنے والے یزیدی، سپاہی و فوجی ہی تھے جو ہزاروں کی تعداد میں تھے۔

(۲) ابن زیاد کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے کیلئے مقرر کیا گیا تھا۔

(۳) امام حسین کریم اور آپکے رفیقوں کا کردار سانحہ کربلا میں محض دفاعی تھا۔

(۴) جنگ کا آغاز یزیدیوں کی طرف سے ہوا ہے۔

(۵) بوسہ گاہ رسول کریم کو یزید نے چھڑی مار کر اسکی توہین و تذلیل کی (معاذاللہ)

(۶) امام پاک کو یزید پلید، نافرمان و ظالم تصور کرتا تھا۔ (معاذاللہ)

(۷) اہلبیت اطہار کی مستورات مخدرات کا یزید نے ذرہ بھر حیا نہ کیا، بلکہ ان کو رسوا کرنے کیلئے شامیوں کو بلوالیا۔ (العیاذ باللہ)

(۸) قتل امام پر، شامی یزیدی، یزید کو مبارک دیتے رہے اور وہ خوش ہوتا رہا۔

کیا قتل امام کا حکم یزید نے دیا تھا؟

اس سوال کا جواب ڈھونڈنے سے پہلے گذشتہ روایات سے پیدا ہونے والے سوالوں پر غور و فکر کرنا ضروری ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ یزید نے مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر سختی کرنے یا آپ کو مہلت نہ دینے کا حکم کیوں دیا تھا؟

۲۔ فاسق و فاجر اور ظالم و جابر کی حکومت کو تسلیم نہ کرنے یا اس کی بیعت نہ کرنے کی شرعاً کیا یہی سزا ہے کہ اس کو جینے کا حق بھی نہ دیا جائے؟

۳۔ مروان بن حکم اموی نے ولید بن عتبہ گورنر کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا مشورہ کس لئے دیا تھا؟

۳۴۴ ص والی عبارت یزید کا سیکرٹری یہاں ہے۔

۴۔ یزید نے ولید بن عتبہ کو مدینہ منورہ کی گورنری سے کس بنا پر معزول کیا تھا؟ اور اس کی جگہ عمرو بن سعید کا تقرر کیوں عمل میں آیا؟

۵۔ کوفہ کے سابق گورنر نعمان بن بشیر کو یزید نے اس کے منصب سے کیوں علیحدہ کیا؟ اور اس کی بجائے، ایک الہڑ، سخت گیر، بدخو، تند مزاج، ابن زیاد بدنہاد کو گورنری پر کیوں فائز کیا؟ واضح ہو کہ ابن زیاد نطفۂ ناتحقیق کی پیداوار تھا اور یزید کی پسند۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۵۲)

۶۔ ابن زیاد بدنہاد کو، حضرت مسلم بن عقیل اور ان کے محبوں کو قتل کرنے کا نیز حضرت امام حسین اور ان کے رفیقوں سے لڑنے کا اور ان پر کڑی نگاہ رکھنے کا آرڈر کس نے دیا تھا، نیز حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کے بعد یزید نے ابن زیاد کا شکریہ کیوں ادا کیا؟

۷۔ ابن زیاد بدنہاد نے یہ اقرار کیوں کیا کہ مجھے یزید (پلید) نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے کا پابند کر دیا ہے؟

۸۔ یزیدی فوجوں نے یہ اقرار کیوں کیا کہ اب ہمیں ہر صورت میں حسین سے لڑنا ہے۔

۹۔ ابن زیاد بدنہاد نے (حکماً) شمر و ابن سعد نے (عملاً) کسی خوف و خطرے اور کسی لعنت و ملامت کی پرواہ کئے بغیر وقت کی عظیم شخصیات اور افضل ترین ہستیوں کو بیک جنبش زبان و قلم کیوں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا؟ جبکہ ان کو گرفتار کرنا بھی مشکل نہ تھا۔ اگر وہ خود لڑتے یا مارا جانا پسند اختیار کرے

۱۰۔ کیا یزید پلید نے مطلق العنان امیر ہونے کے باوجود اس ظلم عظیم و استبداد کبیر اور بہت بڑی دہشت و بربریت پر، ابن زیاد، عمرو بن سعد و شمر بن الجوشن سے یا کسی ادنیٰ سپاہی سے کوئی باز پرس کی ہے؟ اگر کی ہے تو،

فاتوا برهانکم ان کنتم صدقین ۰ اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو

اگر نہیں اور یقیناً نہیں کی تو کیوں؟ بتدلے ابن کثیر صرف غائبانہ رسمی
لعن وطعن اور سب وشتم تو کیا، بایں ہمہ نہ اس بدنہاد کو معزول کیا، نہ اسے
کوئی سزا دی اور نہ اس کے پاس کوئی ملامت آمیز
مراسلہ بھیجا۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۰۳)

بلکہ اس سانحہ فاجعہ کے بعد ابن زیاد کا مرتبہ یزید کے
ہاں اچھا ہو گیا۔ ملخصاً۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲)

یہ امر نہایت غور طلب ہے کہ وہ یزید جو امام حسین کے ساتھ
ذرہ بھر نرمی برتنے پر مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو اور حضرت
مسلم بن عقیل سے تعرض نہ کرنے پر کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر کو
برداشت نہ کر سکا اور فوراً ان سے ان کا منصب چھین لیا اب وہ یزید
اتنا عظیم کرب ناک المیہ پر کیوں ٹس سے مس نہ ہوا؟ اور محل کی
چار دیواری کے اندر بیٹھ کر صرف غائبانہ رسمی جمع وخرچ پر کیوں گزارا کر لیا؟

ع ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور چبانے کے اور

۱۔ یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا تھا کہ کوفہ پہنچ کر مسلم بن عقیل کو تلاش
کر کے قتل کر دینا۔ ملخصاً (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۵۲)

(یزید کے حکم کے مطابق) ابن زیاد نے حضرت مسلم کو محل کی چھت سے گروا کر
شہید کرایا۔ (ایضاً ص ۱۵۷) وارسل براسہ الیہ فشکرہ۔ صواعق ص ۱۹۶

۲۔ ابن زیاد (بدنہاد) نے، حضرت ھانی کو (بوجہ غلامی حضرت مسلم)
سوق الغنم میں شہید کرایا البدایہ ج ۸ ص ۱۵۷

یزید نے ان بزرگوں کو قتل کر دینے پر ابن زیاد کا شکریہ ادا کیا۔ (شہید کربلا ص ۷۵)

۳۔ ابن زیاد نے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قاصد قیس بن مسہر کو

محل کی چھت سے گروا کر شہید کرایا۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۷۴)

۴۔ یزیدیوں نے، ابن زیاد بدنہاد کی گورنری، ابن سعد کی کمان، شمر کی سربراہی اور یزید پلید کے حکم و سرپرستی سے میدانِ کربلا میں) سیدنا امام حُسین (سجادہ نشین رسول اللہ صلی اللہ علی نبینا وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم) سمیت تقریباً ۷۲ (بے گناہ) افراد کو (ناحق) شہید کر دیا۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۸۹)

آ تجھ کو میں دکھادوں روضہ حُسین کا ؛ چل مجھ کو تو دکھا دے تربت یزید کی (غازی اوچی)

شہداء کربلا کو یزید کے حکم سے قتل کیا گیا

حوالے ملاحظہ کریں:۔

۵۔ یزیدیوں کے امام، حافظ ابن کثیر دمشقی نے لکھا ہے۔

وقد تقدم أنه قتل الحسين واصحابه علی یدی عُبيدالله بن زیاد۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۲۲)

اور تحقیق گزر چکا ہے۔ (یعنی ثابت ہو چکا ہے) کہ یزید نے امام حُسین اور آپ کے ساتھیوں کو ابن زیاد کے ہاتھ سے قتل کرایا۔

۶۔ بقول مولانا انور کشمیری دیوبندی بائیس مرتبہ جاگتے ہوئے[1] حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کرنے والے (فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴) محدث و مفسر و امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ ۹۱۱ھ نے ارقام فرمایا ہے۔

یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو حضرت حُسین کے ساتھ جنگ کرنے کا خط لکھا تھا۔

تاریخ الخلفاء عربی ص ۱۵۸

۷۔ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی سنہ ۱۰۵۲ھ

---

[1] مولانا محمد انور کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے۔ فالرؤية يقظة متحققة وانكارها جهل (فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۴) جاگتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کرنا ثابت ہے اور انکار جہالت ہے۔

بقول تھانوی صاحب جنکو روزانہ بارگاہ نبوت کی حاضری کی دولت نصیب تھی۔ (الافاضات الیومیہ ج ۷، ص۶ تھانہ بھون سنہ ۱۹۴۱ء) نے ارقام فرمایا ہے

یزید نے عراق کے گورنر عبیداللہ بن زیاد کو حکم بھیجا کہ وہ آپ (امام حسین رضی اللہ عنہ) سے نبرد آزمائی (جنگ) کرے۔ ماثبت بالسنہ ص ۱۵

۸۔ ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۶۹ میں ہے کہ، عبیداللہ بن زیاد نے کہا، اور بہرحال میرا، حسین کو قتل کرنا، سو یوں ہوا کہ یزید نے مجھے اشارہ دیا کہ یا تو میں حسین کو قتل کر دوں یا یزید مجھے قتل کر دے سو میں نے اس کے قتل کو اختیار کر لیا۔ (السعید جون سنہ ۱۹۶۱ء و سنہ ۱۹۹۵ء)

۹۔ ابو عبیدہ معمر بن المثنی نے کہا کہ یونس بن حبیب جرمی نے اس کو بیان کیا کہ جب ابن زیاد نے، امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کیا تو ان کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا تو اولاً یزید اس قتل پر بہت خوش ہوا، اور ابن زیاد کا مقام و مرتبہ یزید کے نزدیک بہتر ہو گیا۔

(دیکھئے البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲)

۱۰۔ علامہ امام ابن حجر مکی متوفی سنہ ۹۷۴ھ نے ارقام فرمایا ہے

یزید نے ابن زیاد پر اپنے زنانخانے کے دروازے وا کر دیئے، ابن زیاد بدنہاد کو یزید کی عورتوں کے پاس آنے جاتے میں کوئی مانع نہ تھا (الصواعق المحرقہ ص ۱۹۹) ابن زیاد کے اس سیاہ کارنامے پر یزید کی خوشی کا یہ عالم تھا، قتل امام پر خوش ہونا اور ابن زیاد سے بجائے بازپرس اور سخت انتقام لینے کے، اس کا مقام و مرتبہ بڑھا دینا کس امر کی دلیل ہے؟

۱۱۔ حافظ ابن کثیر متوفی سنہ ۷۷۴ھ نے لکھا ہے کہ

یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو لکھا تھا کہ ابن زبیر کا مکہ میں محاصرہ کرے،

لیکن اس نے انکار کر دیا اور کہا، اللہ کی قسم! میں ایک فاسق (یزید) کے لئے دو گناہ (قتل حسین) اور ابن زبیر کا محاصرہ) اکٹھے نہیں کرونگا۔
(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۹)

۱۲۔ ابو بکر بن عیاش، ابو اسحاق سے راوی ہیں کہ شمر[1] ہمارے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور پھر یوں دعا کرتا کہ "اے اللہ تو جانتا ہے، کہ میں ایک شریف آدمی ہوں، اس لئے مجھے بخش دے، اس پر میں نے اس سے کہا، اللہ تعالیٰ تجھے کیوں بخشنے لگا، تو نے ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے قتل میں اعانت کی ہے، کہنے لگا! تجھ پر افسوس، پھر ہم کیا کریں (ہمارا کیا بس تھا) ہمارے ان حاکموں (یزید، ابن زیاد، عمر بن سعد) نے ہمیں ایک حکم دیا تھا، ہم نے اس کی مخالفت نہ کی، اور اگر ہم ان کی مخالفت کرتے تو ان بدنصیب گدھوں سے بھی بدترین بن جاتے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ (شمر کا) یہ عذر بد ہے۔ طاعت تو صرف نیک کاموں میں ہوتی ہے
(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۸۰)

۱۳ یزید پلید کے بارے میں سب بڑی گواہی اس کے حقیقی بیٹے اور اس کی گود میں پلنے والے بچے، معاویہ کی ملاحظہ کریں اور کم از کم وہی ایمان یزید کے بارے میں رکھیں جو اس کے حقیقی فرزند کا ہے۔

میرے باپ نے حکومت سنبھالی، وہ تو اہل ہی نہ تھا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نواسے سے نزاع کی، آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہو گئی اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہو گیا، (ابن یزید یہ کہکر رونے لگا، پھر کہا، جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے (اور کیوں نہ ہو جبکہ) اس نے واقعی

[1] شمر بن ذی الجوشن ابو السابغہ ضبابی اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اور اس سے ابو اسحاق سبیعی یہ اس کا اہل نہیں کہ اس سے روایت لی جائے کیونکہ یہ بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا ایک فرد تھا۔ شمر کو مختار کے کارندوں نے قتل کیا (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عترت (آل اطہار) کو قتل کیا، شرا
مباح (حلال) کیا، بیت اللہ کو برباد کیا، اور میں نے خلافت کی ح
(مٹھاس) ہی نہیں چکھی تو اس کی تلخیوں کو کیوں جھیلوں؟ اس لئے اب
جاؤ اور تمہارا کام، خدا کی قسم اگر دنیا خیر ہے تو ہم اس کا بڑا حصہ حاص
چکے ہیں اور اگر شر ہے تو جو کچھ ابوسفیان کی اولاد نے دنیا سے کما
کافی ہے۔ (الصواعق المحرقہ ص ۲۲۴ طبع ملتان)

بہر حال اس بیان سے تین باتیں مصرح ہو گئیں۔

۱۔ امام حسین اور آپ کے اصحاب کا قاتل یزید ہی ہے۔

۲۔ یزید نے شراب کو مباح (یعنی جائز و حلال) قرار دیا۔

۳۔ اسلام کے عظیم شعار بیت اللہ کو یزید نے برباد کیا۔

تلافی مافات کے بارے میں یزید کی طرف سے اس قدر سے کچھ زی
وارد نہیں کہ ابن مرجانہ لعنتی نے بہت برا کیا، میں خود ہوتا تو حسین سے در
کرتا، اس کی بات مان لیتا اور ساتھ یہ بھی کہتا، کہ حسین نے میرا حق
نہ کیا، قطع رحمی کی اور میری حکومت غصب کرنا چاہی تو یہ سب اسی کا نتیجہ ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۴ و سیر الصحابہ ج ۴ ص ۲۱۶)

ع

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر

لہو پکارے گا آستین کا!

تاریخ گواہ ہے کہ یزید کے ہاں اس واقعہ فاجعہ کے بعد ابن زیاد کی قدر
قیمت میں اضافہ ہو گیا، چنانچہ علامہ ابن کثیر دمشقی نے اس کا اعتراف یوں کیا ہے۔

جب ابن زیاد نے سیدنا حسین اور آپ کے رفیقوں کو شہید کر ڈالا تو
انکے سروں کو یزید کے پاس بھیج دیا۔ اولاً یزید امام حسین کے قتل پر خوش ہو
اور اس کی نگاہ میں ابن زیاد کی قدر و منزلت بڑھ گئی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲

امام ابن حجر شیخ الحدیث مکۃ المکرمہ نے ارقام فرمایا ہے کہ (یزید) ابن زیاد کے سیاہ کارنامے پر اتنا خوش ہوا کہ اس پر اپنے زنانخانے کے دروازے واکردیئے اور اس کو یزید کی عورتوں کے پاس آنے جانے سے کوئی مانع نہ تھا۔ الصواعق المحرقہ ص ۱۹۹

قتل امام کے حکم پر تبصرہ کرتے ہوئے امام الوھابیہ ابن تیمیہ کے شاگرد حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ،

وقد تقدم انه قتل الحسين واصحابه على يدى عبيد الله بن زياد

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ بیشک یزید ہی نے امام حسینؓ اور آپ کے رفقاء کو عبید اللہ بن زیاد کے ذریعہ سے شہید کرایا ہے (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۲)

کامل ابن اثیر میں ہے کہ لما وصل رأس الحسين الى يزيد،

حسنت حال ابن زياد زاده ووصله وسره ما فعل۔

یعنی جب امام حسینؓ کا سر مبارک یزید کے پاس پہنچا، تو ابن زیاد کا حال یزید کے ہاں اچھا ہوگیا، یزید نے اس کا رتبہ بڑھا دیا اور اس کی کارگزاری پر خوش ہوا۔ ابن اثیر ج ۴ ص ۴۵ بحوالہ السعید جون ۱۹۹۵ء

حافظ الحدیث علامہ امام جلال الدین سیوطی اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں رقم طراز ہیں کہ،

یزید نے ابن زیاد کو امام حسینؓ سے لڑنے کیلئے مراسلہ بھیجا تھا، اسکے الفاظ یہ ہیں۔ فكتب يزيد الى واليه بالعراق عبيد الله بن زياد بقتاله

(تاریخ الخلفاء ص ۱۵۸)

اسی طرح شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی کتاب ما ثبت بالسنہ ص ۱۵ پر ارقام فرمایا ہے۔

علامہ امام سیوطی اور شیخ محقق نے امام کی شہادت پر، یزید کے خوش ہو
کا قول بھی تائیدًا و تصدیقًا نقل کیا ہے۔ تاریخ الخلفاء ص۱۵۹ د ماثبت بالسنۃ ص
علامہ امام سعد الدین تفتازانی نے ارقام فرمایا ہے کہ یزید، سیدنا امام ح
کے شہید کر دیئے جانے پر راضی تھا اور ان کے شہید ہو جانے کے بعد خوش ہوا
شرح عقائد ص۱۱۳

یزید نے کہا، ابن زیاد نے امام حسین کو قتل کر کے مجھے مسلمانوں کی نظر میں
مبغوض بنا دیا ہے اور ان کے دل میں میری دشمنی کا بیج بو دیا ہے، اب ہر نیک
مجھے دشمن جانتا ہے کیونکہ عام لوگوں کی نگاہوں میں میرا حسین کو قتل کرنا بہت
شقاوت ہے اور میرا و ابن مرجانہ کا کیا ہوگا اللہ اس کا برا کرے اور اس
غضب ڈالے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۲۳۲)

کیا قتل امام کا حکم یزید نے دیا تھا؟ کا جواب ہمارے قائم کردہ سوالات
مدد اور ائمہ کی مستند عبارات سے آشکارا ہو جانے کے بعد اس کو مزید روشن کر
کیلئے یزید کے گھر سے صرف دو شہادتیں ملاحظہ کریں۔ ایک شہادت تو خود یزید
بیٹے معاویہ بن یزید نے دی ہے اور دوسری شہادت یزید کے خاندانی راز دا
کے سپوت جناب عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم اموی نے دی جسے اسلامی
نے خلیفہ راشد تسلیم کیا ہے۔

گواہی ۱۔ یزید بن معاویہ کا جانشین معاویہ بن یزید بن معاویہ۔ مدت ا
کم از کم ۲۰ دن اور زیادہ سے زیادہ چار ماہ۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۲۳۷
بیان! ثم قلد ابی الامر وکان غیر اھل لہ ونازع ابن بنت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقصف عمرہ وانبتر عقبہ و
صار فی قبرہ لاھینا بذنوبہ۔۔۔۔۔ وقد قتل عترۃ رسول ا

صلی اللہ علیہ والہ وسلم واباح الخمر وخرّب الکعبۃ"۔

"صواعق محرقہ ص۲۲۴، از امام ابن حجر مکی"

یعنی میرے والد یزید نے شاہی کا طوق گلے میں ڈالا، وہ نا اہل تھا، نالائق تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نواسے سے جھگڑا کیا، عمر توڑی، اور اولاد کو منتشر کیا اور وہ قبر میں اپنے گناہوں کے سبب گروی رکھا ہے۔ اور تحقیق اس نے قتل کیا ہے آل رسول کو اور شراب کو مباح قرار دیا اور کعبہ کو ویران کیا ہے۔

وضاحت : یہ بیان یزید کے بیٹے نے اس وقت دیا جب اس نے یزیدی تخت امارت کو لات ماری، شامیوں اور کوفیوں کی بھری دربار میں اس گھر کے بھیدی نے یزید کے سارے بھرم کا بھرکس نکال دیا، معاویہ نے یہ اقرار کیا ہے کہ میرا باپ یزید قاتل آل رسول تھا۔ شراب خور تھا اور اس نے بیت اللہ کو ویران کیا۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ وہ آج اپنے گناہوں کے سبب اپنی قبر میں گروی رکھا ہوا ہے یعنی اپنے گناہوں کی سزائے قید کے بھگت رہا ہے، یہ کہنے کے بعد معاویہ نے تخت امارت سے یکسر علیحدگی اختیار کرلی اور اپنے دامن کو ظلم کے دھبوں سے بچالیا۔

تفصیل کیلئے دیکھیے حیوٰۃ الحیوان ج ا ص۸۸ الصواعق المحرقہ ص۲۲۴

قال لا تزودمرارتھا الی اخوتی واترک حلاوتھا لبنی امیۃ (البدایہ ج ۸ ص۲۳۷)

دوسری گواہی : گواہ ۲، عمر بن عبد العزیز بن مروان بن حکم اموی (خلیفہ راشد عہدی ملت)

بیان : اُن کے دربار میں کسی نے یزید بن معاویہ کا تذکرہ کرتے ہوئے، اسکو امیر المومنین یزید بن معاویہ کہا، تو خلیفہ وقت حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا، تقول امیر المومنین، فامر بہ فضرب عشرین سوطاً"، تو (یزید کو)

امیرالمومنین کہتا ہے۔ (یعنی یزید کو امیرالمومنین کہنا جرم ہے) پھر اس شخص کو بیس کوڑے[1] لگوائے۔ الصواعق المحرقہ ص۲۲۱ و ص۲۲۴ تاریخ الخلفاء، ص۱۶۰ ماثبت بالسنہ ص۱۳

وضاحت! یزید امیرالمومنین نہیں ہے۔ اگر کوئی اس کو امیرالمومنین کہے تو وہ مجرم[1] ہے، جب سرے سے یزید امیرالمؤمنین ہی نہیں تو اس کی بیعت کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا" جب وہ امارت کا اہل نہیں تھا، تو اسکی بیعت ضروری نہ رہی، یزید لوگوں کے بہت بڑے ہندوستانی مورخ معین الدین احمد ندوی نے لکھا ہے۔

اگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ اس وقت یزید سے بہتر اشخاص اس منصب کیلئے موجود تھے تو یزید کی ولیعہدی اور زیادہ قابل اعتراض ہو جاتی ہے کیونکہ مذکورہ بالا تینوں بزرگ (ابن زبیر، امام حسین، اور عبدالرحمٰن) میں سے ہر ایک یزید کے مقابلہ میں زیادہ اہل تھا، اکابر صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عمر اور بعض دوسرے بزرگ موجود تھے، جن کے ہوتے ہوئے یزید کا نام کسی طرح نہیں لیا جا سکتا تھا، لیکن امیر معاویہ نے ان تمام شخصیتوں سے قطع نظر کر کے یزید کو ولیعہد بنا دیا، اس کے بعد جب یزید خلیفہ ہوا تو بھی اس نے اپنے آپ کو اس منصب کا اہل ثابت نہیں کیا، بجائے اس کے کہ وہ ان بزرگوں کے مشورہ سے نظام حکومت چلاتا یا کم از کم امیر معاویہ کی طرح نرم پالیسی رکھتا، اس نے تخت پر قدم رکھتے ہی استبداد شروع کر دیا، اور عمائد مکہ سے بیعت لینے کے احکام جاری کئے، ایسی صورت میں حضرت حسین یا اس نا منصفانہ حکم کو مان لیتے اور یزید کی غیر شرعی بیعت کو قبول کر کے تاریخ اسلام میں ظلم اور ناانصافی کے سامنے سپر ڈالنے کی مثال قائم کرتے

[1] کوڑے لگاتا ان کو وہ عمر بن عزیز جن کی آجکل جو مدحت یزید کی کرتے ہیں (غازی ادجی)

[1] اور جس پر یہ جرم ثابت ہو جائے اس کو بیس کوڑوں تک کی سزا دی جا سکتی ہے۔ کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ فیصلہ اور مجرم کو سزا دونا متقضی بعدل ہے نا بظلم ؛ یعنی عدل یہی ہے کہ نہ تو یزید امیرالمؤمنین ہے اور نہ ہی اس کی بیعت ضروری تھی، اور اس کو امیرالمؤمنین کہنے والا ایک مجرم ہے کہ وہ بیس کوڑوں کی سزا کا حقدار ہے۔ ۱۳

یا اس کے خلاف آواز بلند کر کے استبداد کے خلاف عملی جہاد کا سبق دیتے، ان دونوں صورتوں میں آپ نے دوسری صورت اختیار کی اور اس حکومت کے خلاف اُٹھ کر جو غیر شرعی طور پر قائم ہوئی تھی، اور جس نے بہت سی اسلامی روایات کو پامال کر رکھا تھا، مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے حریت و آزادی (اور اسلام مخالف عناصر سے نبرد آزما ہونے) کا سبق دیا۔ سیر الصحابہ ج ۴ ص ۲۲۴ و ص ۲۲۵

امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ ارقام فرماتے ہیں کہ

اب دو صورتیں تھیں، یا بخوف جان اس پلید ملعون کی بیعت قبول کر لی جاتی کہ یزید کا حکم ماننا ہوگا، اگرچہ خلاف قرآن و سنت ہو، یہ رخصت تھی، ثواب کچھ نہ تھا، قال تعالیٰ۔ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان،، یا جان دے دی جاتی اور وہ ناپاک بیعت نہ کی جاتی، یہ عزیمت تھی اور اس پر ثواب عظیم، اور یہی ان کی شان رفیع کے شایانِ تھی، اسی کو اختیار فرمایا۔ الحجۃ الموتمنہ ص ۹۶

حافظ ابن کثیر (امام اُو ھابیہ) نے لکھا ہے۔

یزید کہتا تھا۔ مجھے کیا ہوگیا تھا، اگر میں تھوڑی سی تکلیف گوارا کر لیتا، حسین کو اپنے گھر میں اپنے ساتھ رکھتا ان کے مطالبے پر غور کرتا، اگرچہ اس سے میری قوت میں کمی ہی کیوں نہ ہو جاتی، لیکن اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حق اور رشتہ داری کی تو حفاظت ہوتی۔

البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲، انسانیت موت کے دروازے پر ص ۱۴۲، سیرت حسین ص ۱۲۷ از شہابی۔ الحسین ص ۳۳

سے وقت پر کافی تھا قطرہ آب خوش ہنگام کا
جل گیا جب کھیت برسا مینہ تو پھر کس کام کا

اور کبھی کہتا ابن زیاد نے امام حسین کو قتل کر کے مجھے مسلمانوں کی نظر میں دشمن

بنا دیا ہے اور ان کے دلوں میں میری دشمنی کا بیج بو دیا ہے، اب ہر نیک و بد مجھے دشمن جانتا ہے، کیونکہ لوگوں کی نگاہ میں میرا سیدنا حسینؓ کو قتل کرنا بہت بڑی شقاوت ہے، اور میرا اور ابن مرجانہ کا کیا ہوگا، اللہ اس کا برا کرے اور اس پر غضب ڈالے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲)

علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے، اس گناہ کبیرہ (قتل امام) کے ارتکاب کی ذمہ داری تو صرف یزید اور اس کے ساتھیوں کے کندھے پر ہے پھر یہ بھی نہ کہئے کہ جب صحابہ کرام نے یزید کے فاسق ہونے پر بھی اس پر خروج کو جائز قرار نہیں دیا تو یزید کے افعال بھی ان کے نزدیک صحیح ہونگے ہرگز نہیں..... بلکہ یزید نے جو کچھ نازیبا حرکت کی وہ اس کے فسق و فجور کو بڑھاتی اور پختہ کرتی ہے اور اس کی بداعمالیوں پر مہر لگاتی ہے، اور حضرت امام شہید ہیں اور مستحق ثواب اور وہ اپنے اجتہاد پر ہیں اور حق بجانب۔ مقدمہ ابن خلدون مترجم ص ۲۲۱، مطبوعہ نور محمد کراچی۔

صحابہ کرام وتابعین کا مؤقف

حضرت حسینؓ کے علاوہ دیگر صحابہ جو حجاز میں تھے یا یزید کے پاس شام و عراق میں اور اسی طرح انکے تابعین یزید پر خروج کو نامناسب جانتے تھے، اگرچہ وہ فاسق ہی تھا، کیونکہ اس میں فتنہ و فساد و خونریزی کا خطرہ تھا اسی لئے وہ اس سے بچتے رہے اور حضرت حسینؓ کا ساتھ نہ دیا یہ بھی نہیں کہ ان (امام حسین) کو برا بتاتے یا ان کو گنہگار کہتے، کیونکہ آخر آپ بھی تو مجتہد تھے، اور مجتہدین کی یہی صفت ہوتی ہے کہ ان کے اختلاف کو باعث گناہ نہیں سمجھا جاتا، اسی طرح ان صحابہ کو بھی گنہگار ٹھہرانا سخت غلطی ہے، جنہوں نے حضرت حسینؓ کی مدد سے ہاتھ کھینچا ..... چنانچہ خود حضرت امام نے اپنی فضیلت و استحقاق میں جابر بن عبداللہ، ابی سعید خدری، انس بن مالک، سہل بن سعید، زید بن ارقم جیسے صحابہ کے اسماء گرامی شہادت

لباس ہے پھٹا ہوا غبار میں اٹا ہوا سب جسم نازنین چھدا ہوا کٹا ہوا
ہزاروں دشمنوں کے آگے گھرا ہوا اڑتا ہوا - یہ کون ذی وقار ہے بلا کا شہسوار ہے
یہ بالیقین حسین ہے نبی کا نور العین ہے

میں پیش کئے مگر کسی پر بھی ان میں سے یہ الزام نہیں لگایا کہ وہ میری مدد سے بیٹھ رہا اور میرا ساتھ چھوڑ دیا، کیونکہ آپ یہ ضرور جانتے تھے کہ صحابہ کا عمل بھی اجتہاد پر ہے، (مقدمہ ابن خلدون مترجم ص ۲۲۱)

حضرت حسین کا یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا دینی طبقے کی رائے عامہ کا مظہر اور بہت بڑی علامت تھا کسی نے اس اقدام کو غلط قرار نہیں دیا[۱]، حضرت حسین کی شہادت پر پوری امت کا اتفاق ہے، تمام آئمہ اہلسنت ان کے طرف دار اور حامی ہیں[۲] امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ یزید کو پسند نہیں کر سکتا - حادثہ کربلا ص ۲۹

۱ے اس طرف لشکر اعدا میں صف آرائی ہے ÷ یاں نہ بیٹا نہ بھتیجا نہ کوئی بھائی ہے
برچھیاں کھاتے چلے جاتے ہیں تلواروں میں ÷ مار لو پیاسے کو ہے شور ستمگاروں میں
خون میں تر ہے پیچ عمامے کے ہیں سر زخمی ہے ÷ ہے جبیں چاند سی پُر نور مگر زخمی ہے
سینہ سب برچھیوں سے تابہ کمر زخمی ہے ÷ تیر بیداد سے دل زخمی جگر زخمی ہے
شدت ضعف سے جس جا پہ ٹھہر جاتے ہیں ÷ سینکڑوں تیر ستم تن سے گذر جاتے ہیں

۲ے جس کا جبرئیل جھولا جھولاتے رہے ÷ خلد سے جنکی پوشاک لاتے رہے
جس کو لب اپنا حضرت چباتے رہے ÷ اس امام ابن حیدر پہ لاکھوں سلام
جا کے جس کو دغا سے بلایا گیا ÷ جس کو گھوڑے سے زخمی گرایا گیا
جسکی گردن پر خنجر چلایا گیا ÷ شام میں جس کے سر کو پھرایا گیا
اس محمد کے دلبر پہ لاکھوں سلام
کوفیوں نے جہنم میں ٹھکانہ کیا ! ÷ جس نے خط دے کے قاصد روانہ کیا
پھر بلانے کے جس کا بہانہ کیا ÷ تین دن جس پہ بند آب ودانہ کیا
ایسے سبط پیغمبر پہ لاکھوں سلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساتواں باب

القول السدید

واقعات حرہ مدینہ المنورہ ومکۃ المکرمہ

احادیث و روایات کے تناظر میں

ساتواں باب

واقعات۔ حرّہ وحرم مکہ

احادیث و روایات کے تناظر میں

حرّہ کا محل وقوع

حرّہ یا حرہ واقم، مسجد نبوی سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر مشرق میں واقع ہے، جہاں بڑے بڑے سیاہ پتھر ہیں، واقم ایک شخص کا نام تھا۔ جو زمانہ قدیم میں یہاں مقیم ہوا تھا۔ اسی مقام پر اہلِ مدینہ اور یزیدی لشکر کے مابین جنگ ہوئی تھی جو جنگ حرّہ کے نام سے مشہور ہے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس جنگ کی پیش گوئی فرمائی تھی جو احادیث میں موجود ہے، چنانچہ احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ملاحظہ کریں۔

جنگ حرّہ کا ذکر زبان رسالت پر

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک بار مدینہ منورہ کے ایک اونچے مقام پر جلوہ گر ہوئے، آپ نے فرمایا: کیا تم دیکھتے ہو جو میں دیکھتا ہوں؟ میں تمہارے گھروں میں فتنوں کے اترنے کی جگہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں، جس طرح بارش کے مقامات نظر آیا کرتے ہیں (بخاری ج ۱ ص ۳۱۴)

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس حدیث میں فتنوں کے نزول کو، بارش کے نزول سے تشبیہ دی ہے، مراد یہ کہ فتنے عام ہو جائیں گے، دیگر پیش گوئیوں کی طرح آپ کی یہ پیش گوئی بھی حرف بحرف پوری ہوئی (اور ان غیبی خبروں کا پورا ہونا، آپ کا جیتا جاگتا معجزہ ہے)

اس پیش گوئی و پیش آمدہ واقعات کے بارے میں امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے کہ، اس پیش گوئی کا مصداق حضرت عثمان غنی کی شہادت کا وقوع ہے اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہا، خصوصاً حرہ کا واقعہ تو اس کا صریح مصداق ہے۔ (فتح الباری باب اُطام المدینہ) ج ۴ ص ۱۱۷

مولوی عبدالرشید دیوبندی نے لکھا ہے، اس حدیث میں جو "رؤیت" کا ذکر ہے اس سے رؤیت علمی بھی مراد ہو سکتی ہے، یعنی آپ کے علم میں ان فتنوں کا وقوع لایا گیا تھا۔ اور رؤیت عینی بھی کہ یہ تمام فتنے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عالم مثال میں دکھا دیئے گئے ہوں، (حادثہ کربلا ص ۳۱۵) فتح الباری ج ۴ ص ۱۱۸

اقول وباللہ التوفیق، رؤیت علمی ہو یا رؤیت عینی، ہر لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خداداد علم غیب ثابت ہوتا ہے، اے کاش! کہ لوگ سرکار، ناظر پروردگار کے خداداد معجزہ علم غیب کو بدل و جان مان لیں۔

مدینہ منورہ کے قریب پتھروں بھرے اس مقام سے گذرتے ہوئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ درج ذیل روایات میں ملاحظہ کریں۔

(۲) ایوب بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

سفر کو تشریف لے گئے اور حرہ زہرہ کے پاس ٹھہر گئے اور "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھنے لگے، صحابہ کرام نے وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کہ میری امت کے وہ اچھے لوگ جو میرے صحابہ کے بعد ہوں گے، اس حرہ کے پاس قتل ہوں گے۔[۱] خصائص کبریٰ ج۲ ص ۱۴۱ سیرت حلبیہ ج۲ ص ۵۳۲ دلائل النبوۃ بیہقی ج۶ ص ۴۷۳، البدایہ والنہایہ ج۶ ص ۲۳۳ الروض الانف ج۲ ص ۱۸۵

(۳) امام بیہقی نے فرمایا کہ ایک آیت کی جو تاویل ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ اس روایت کی تائید میں ہے۔ پھر امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اس آیت کی تاویل ساٹھویں سن کے آغاز میں آئی ہے وہ آیت یہ ہے،

ولو دخلت علیہم من اقطارہا ثم سئلوا الفتنۃ لاتوہا۔ (الاحزاب، آیت ۱۴)

(احزاب آیت ۱۴) (ترجمہ)

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما "لاتوہا" کے معنیٰ "اعطوہا" کے کئے ہیں اور اس کی تفسیر میں یہ تاویل فرمائی کی کہ بنی حارثہ[۲] نے اہل شام (یزیدیوں) کو مدینہ میں داخل کیا ہے۔ فتح الباری ج ۱۳ ص ۸۷/۸۸ تا خصائص کبریٰ ج۲ ص ۱۴۱

(۴) امام بیہقی نے حسن (بصری) حضرت امام سے روایت کیا ہے کہ یوم الحرہ میں مدینہ منورہ کے لوگ اس طرح قتل کئے گئے تھے کہ شاید ہی کوئی بچا ہو

---

[۱] ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں ❊ عشق کی آگ ہے دل میں بجھی تو نہیں
جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی ❊ کٹی ہے برسر میدان مگر جھکی تو نہیں

[۲] قولہ: بنی حارثہ۔ اہل شام کے لشکر پر اللہ تعالیٰ نے زور دار بارش برسائی، وہ بغیر پانی پئے مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔ اہل مدینہ بھی عظیم لشکر کے ساتھ باہر نکلے، جب اہل شام نے دیکھا تو خوفزدہ ہو گئے۔ اور جنگ کرنے سے کنارہ کرنا چاہا۔ شامیوں کے امیر مسلم کو سخت تکلیف تھی۔ اور لوگ لڑائی میں مصروف تھے کہ اچانک اہل مدینہ کے پیچھے، مدینہ کے درمیان سے تکبیر کی آواز آئی! اور وہ بنی حارثہ تھے جو اہل شام سے ملے ہوئے تھے، اور دیواروں پر چڑھ آئے تھے، تو لوگ (اہل مدینہ) بھاگنے لگے کوئی خندق میں گر کر مر گیا اور کوئی خندق کے باہر شہید ہو گیا جو خندق میں بھاگا وہ بہ نسبت باہر والے کے زیادہ تکلیف سے شہید ہوا۔ اسی طرح اہل شام کا لشکر مدینہ منورہ میں داخل ہو گیا۔ البدایہ

(۵) حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یوم الحرہ میں سات سو حافظ قرآن شہید ہوئے، جن میں تین سو صحابی تھے اور یہ واقعہ یزید کی حکمرانی میں پیش آیا۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۴۱

(۶) امام بیہقی نے مغیرہ سے روایت کیا ہے کہ مسلم بن عقبہ معروف (مسرف و مجرم یزیدی) نے مدینہ منورہ کو تین دن تک لٹوایا اور غارت گری کی انتہا کر دی ~~ایک~~ ایک ہزار غیر شادی شدہ لڑکیوں کی عزت پامال کی گئی۔

(۷) لیث بن سعد سے منقول ہے کہ یوم الحرہ کی جنگ سن ترسٹھ میں ماہ ذی الحجہ کے اختتام سے تین دن پہلے، چہارشنبہ (بدھ) کے دن واقع ہوئی تھی۔ دلائل النبوۃ بیہقی ج ۶ ص ۴۷۴ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۴۱، جذب القلوب ص ۲۸، ۲۹، البدایہ ج ۸ ص ۲۲۱ عن المدائنی۔

(۸) حضرت سعید بن عبد العزیز سے مروی ہے کہ ایام حرہ میں تین روز مسجد نبوی (زادھا اللہ شرفا وتعظیما) میں اذان ہوئی نہ ہی تکبیر، حضرت سعید بن مسیب مسجد سے باہر نہ نکلے، وہ نماز کا وقت نہ جانتے تھے، مگر اس خفی آواز سے جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مزار مبارک سے سنتے تھے، رواہ الدارمی، مشکوٰۃ ص ۵۴۵۔

اس روایت کے تحت، ممدوح دیوبند، نواب قطب الدین دہلوی نے لکھا ہے۔

یزید بن معاویہ نے جو لشکر بھیجا تھا، مدینہ پر وہ جانب حرہ سے آیا تھا، اور خراب کیا اس (مدینہ) کو اور برائی اس قضیہ کی حد سے زیادہ ہے کہ بیان میں نہیں آسکتی۔ (مظاہر حق ج ۵ ص ۵۱)

(۹) خود حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ جب نماز کا وقت ہوتا

تھا۔ یں قبر شریف سے اذان کی آواز سنتا تھا..... اور پھر اقامت بھی ہوتی تھی اور میں اسی اقامت سے نماز پڑھتا، ان دنوں مسجد نبوی میں میرے سوا کوئی اور نہ تھا۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۵۶۷، خلاصۃ الوفی ص ۳۸ وفاء الوفا ج ۱ ص ۹۴، ترجمان السنہ ج ۳ ص ۳۰۴ تاریخ المدینۃ المنورہ ص ۸۸، شرح الصدور ص ۸۸ فتح الباری ج ۷ ص ۱۲ ۱۴ - ترک شہود الصلوٰۃ فی مسجد النبی الایام قتل عثمان ویوم الحرہ

(۱۰) اسی واقعہ کو مولوی عبد المعبود وہابی نے، شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بھی نقل کیا ہے۔ تاریخ مدینۃ المنورہ ص ۸۸ جذب القلوب ص ۴۴، اشعۃ اللمعات

(۱۱) عارف باللہ، عاشق رسول اللہ حضرت علامہ الشاہ عبد الحق محدث اعظم ہندوستان، امام قرطبی سے ناقل ہیں۔

ان (یزیدی) بدبختوں نے (مدینہ منورہ) یں فسق و فساد اور زنا، مباح (جائز) قرار دے دیا، یہاں تک کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورت نے اولاد زنا کے بچے جنے، ان ازلی شقیوں نے مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے، اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے روضہ و منبر کے مابین مقام کو جسکے متعلق، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے روضۃ من ریاض الجنۃ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۳) گھوڑے لید اور پیشاب کرتے رہے اور لوگوں سے یزید کی جانب سے اس مضمون کی بیعت لی کہ یزید، چاہے تم کو بیچے، چاہے آزاد کرے چاہے خدا کی عبادت کی طرف بلائے، چاہے معصیت کی طرف، جب حضرت عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیعت تو کم از کم قرآن شریف اور سنت پر لینی چاہیئے، تو ان کو اسی وقت شہید کردیا۔ قرطبی کہتے ہیں کہ اہل اخبار نے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ ان دنوں آدمیوں سے بالکل خالی ہوگیا تھا۔ وہاں کے پھل پھول نصیب جانوران صحرا ہو چکے تھے۔ یہاں تک

ف ۱ سیر تحلیلہ دار ج ۲ ص ۳۵۰
ف ۲ مسند احمد جلیلہ اردو ج ۲ ص ۱۳۵

کہ مسجد نبوی میں کتوں نے ڈیرے ڈال دیئے تھے۔

ترجمہ اردو جذب القلوب صہ ۴۲ جذب القلوب فارسی صہ ۲۹

(۱۱) حافظ ابن کثیر دمشقی نے لکھا ہے کہ،،

بلاشبہ یزید نے مسلم بن عقبہ (مسرف و مجرم) کو مدینہ منورہ میں تین دن لوٹ مار کی اجازت دے کر بڑا ہی فحش گناہ کیا ہے اور پھر اس بڑے گناہ کا کیا کہنا۔ جبکہ اس کے ساتھ صحابہ اور ان کی اولاد کا قتل بھی شامل ہے۔ اور تحقیق پہلے گزرا کہ یزید نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کو عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کرایا تھا، اور ان تین دن میں مدینہ منورہ میں اتنے بڑے مظالم ہوئے کہ ان کا شمار و بیان نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ انہیں خوب جانتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ صہ ۲۲۲)

(۱۲) مولوی عبدالمعبود (وھابی) نے اس واقعہ فاجعہ و حادثہ حب ارحہ کی علت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

اہلیان مدینہ طیبہ نے یزید کے بدقماش، تارک صوم و صلواۃ، ممنوعات کا مرتکب اور شراب نوشی جیسے قبیح افعال کا خوگر ہونے کے باعث اس کی بیعت سے سرتابی کی تو یزید نے مسلم (مسرف) بن عقبہ کی ماتحتی میں بارہ ہزار کا لشکر جرار مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کردیا۔

(تاریخ المدینۃ المنورہ صہ ۸۵ مصدقہ مولوی غلام خان وھابی)

(۱۳) امام اہل سنت شیخ الاسلام الشاہ احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ نے ارقام فرمایا ہے۔

اس خبیث (یزید) نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ سکینہ پر بھیج کر سترہ سو مہاجرین و انصار و تابعین کبار کو شہید کرایا اور اہل مدینہ کو

گھسوٹ اور قتل اور انواع مصائب میں مبتلا رہے) اور فوج اشقیا نے مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے اور کسی کو وہاں تین روز تک نماز نہ پڑھنے دی، اہل حرم سے یزید کی غلامی پر مجبر بیعت لی کہ چاہے بیچے، چاہے آزاد کرے جو کہتا کہ میں، خدا و رسول کے حکم پر بیعت کرتا ہوں اسے شہید کر دیتے۔ (احسن الوعا ص۵۲، عرفان شریعت ص۳۱)

(۱۴) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارقام فرمایا ہے، کہ یزیدی فوجوں نے زوجہ رسول کریم، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا گھر (بھی) لوٹ لیا۔ (سر الشہادتیں ص۳۶ مرج البحرین ص۳۶۴)

(۱۵) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ اور کیا کیا کچھ اعمال قبیح کہ اس مسجد مقدس اور شہر مطہر میں یزید والوں نے نہیں کئے کہ زبانِ قلم اس کی تفصیل سے عاجز ہے

سر الشہادتین ص۳۷ مرج البحرین۔

(۱۶) شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے امام قرطبی سے شہداء اہل حرہ کے جو اعداد و شمار نقل کئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) مہاجرین و انصار (صحابہ کرام) علماء تابعین ۱۷۰۰۔ ایک ہزار سات سو افراد
(۲) عوام الناس ۱۰،۰۰۰۔ دس ہزار افراد
(۳) حفاظ قرآن ۷۰۰۔ سات سو افراد
(۴) قریش ۹۷۔ ستانوے افراد
میزان ۱۲۴۹۷ بارہ ہزار چار سو ستانوے افراد

میدان کربلا کے شہداء بچوں اور عورتوں (کو نیز دمشق اور مکۃ المکرمہ میں شہید کر دیئے جانے والوں کے) علاوہ صرف مدینہ منورہ پر تین روزہ یلغار

میں بارہ ہزار چار سو ستانوے حضرات کو یزید کی فوج نے بحکم یزید پلید، شہید کر دیا۔ لعنۃ اللہ علیہ وعلی اعوانہ وانصارہ الی یوم الدین۔

(جذب القلوب مترجم ص۴۱ وص۴۲)

جنگ حرّہ کے اسباب

جنگ حرہ کے اسباب میں بھی یزید کا کردار بد کارفرما ہے

پہلے صحیح بخاری کی حدیث ملاحظہ کریں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن زید سے روایت ہے کہ واقعہ حرہ کے زمانے میں ایک شخص نے آکر مجھے کہا کہ حنظلہ کے بیٹے لوگوں سے موت پر بیعت لے رہے ہیں۔ (بخاری ج ا ص۴۱۵ ج ۲ ص۵۹۹)

واقعہ حرہ، مدینہ منورہ میں سنہ ۶۳ھ میں یزید بن معاویہ کے زمانے میں پیش آیا۔ (ھامش بخاری)

(۲) وسببھا ان عبداللہ بن حنظلۃ وغیرہ من اھل المدینۃ وفدوا الی یزید بن معاویۃ فرأوا منہ مالا یصلح فرجعوا الی المدینۃ فخلعوہ وبایعوا عبداللہ بن زبیر فارسل یزید۔ مسلم بن عقبۃ فاوقع باھل المدینۃ وقعۃً عظیمۃً قتل من وجوہ الناس الفا وسبع مائۃ ومن اخلاط الناس عشرۃ آلاف سوی النساء والصبیان۔

ھامش بخاری ج ا ص۴۱۵ حاشیہ ۱۱

(۳) التی وقعت بین عسکر یزید واہل المدینۃ فی سنۃ ثلاث وستین بسبب خلع اہل المدینۃ یزید بن معاویۃ واباح مسلم بن عقبۃ امیر جیش یزید المدینۃ ثلٰثۃ ایام

یقتلون ویأخذون الناس ووقعوا علی النساء حتی قیل حملت الف امرأۃ فی ھذہ اللیلۃ من غیر زوج ۔ قسطلانی خیر جاری ۔ (حاشی بخاری ج ۲ ص ۵۹۹ ث ۱۰)

(۴) حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ نے ارقام کیا ہے ۔

عثمان بن محمد بن ابی سفیان (والی مدینہ) نے یزید کی طرف ایک وفد (مدینہ) سے بھیجا، جس میں عبداللہ بن حنظلہ انصاری، عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص، منذر بن زبیر اور بہت سے اشراف مدینہ یزید کے پاس پہنچے تو یزید نے ان کی بہت عزت کی اور اچھا سلوک کیا اور عظیم تحفے دیئے، پھر یہ سارے مدینہ منورہ واپس لوٹے اور منذر بن زبیر اپنے دوست عبیداللہ بن زیاد کے پاس بصرہ چلا گیا، یزید نے ہر کسی کو ایک ایک لاکھ بھی دیا۔ یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچتے ہی یزید کو گالیاں دینے لگے ۔ اس کے عیب بیان کرنے لگے، اور کہتے تھے کہ یزید کا دین سے کوئی تعلق نہیں، وہ شرابی ہے اس کے پاس لونڈیاں ناچتی گاتی ہیں، ہم اہل مدینہ کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم یزید کو حکمران تسلیم نہیں کرتے، مدینہ کے لوگوں نے بھی اس معاملے میں وفد والوں کی متابعت کی اور یزید کی بیعت توڑ ڈالی، حضرت عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر لی،

البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۶، خلاصۃ الوفی باخبار دار المصطفیٰ ص ۴۷ ص ۷۵ طبع مدینہ منورہ۔

(۵) منذر بن زبیر جب بصرہ سے واپس آیا تو اس نے بھی یزید کی بیعت توڑ دی اور اہل مدینہ کی موافقت کی اس نے بھی یہ کہا۔ کہ یزید شراب پیتا ہے، اور مدہوش ہو جاتا ہے۔ نماز چھوڑ دیتا ہے۔ اس نے یزید کے بہت زیادہ عیب بیان کئے۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۶، عمرو بن حفص نے فرمایا۔ لرأیت یزید

بن معاویہ تیرك الصلوٰۃ سکرًا، فاجمع الناس علی خلعانہ، دلائل ج ۶ ص

(۶) اہل مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس گیا، اس وفد کا سر
عبداللہ بن حنظلہ تھے، یہ نہایت شریف، فاضل، سردار اور عابد تھے
ان کے ساتھ ان کے آٹھ بیٹے بھی وفد میں شریک تھے، یزید نے اس ک
ایک لاکھ درہم اور اس کے ہر ایک فرزند کو دس لاکھ درہم دیئے، ی
رقم، لباس اور سواریوں کے علاوہ تھی، جب یہ لوگ مدینہ منورہ لو
تو لوگوں نے پوچھا۔ تمہارے پیچھے کیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن حنظلہ نے جواب دیا، ایسے شخص سے آئے ہی
کہ اگر میں اپنی اولاد کے علاوہ (اس کے پاس) کسی اور کو نہ پاتا۔ تو اس
کے ساتھ اپنے لڑکوں کی معیت میں لڑائی کرتا، لوگوں نے کہا ہم نے سن
ہے کہ اس نے تمہیں بہت کچھ دیا ہے، اور تمہاری عزت اور خدمت کی
فرمایا میں نے اس لئے لے لیا ہے تاکہ اس کے ساتھ لڑتے ہیں مجھے
طاقت آجائے۔ اور لوگوں کو یزید کے خلاف ابھارا (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۱

(۷) علامہ ابن کثیر دمشقی نے بذاتِ خود بھی متعدد مقامات پر یزید
کے فسق و فجور کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ موصوف ۔ امام طبرانی سے یہ روایت
نقل کرتے ہیں کہ یزید اپنی نوعمری میں شراب پینے پلانے کا عادی تھا اور اس
میں نوجوانوں کی سی آزادی تھی ۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۲۸) یعنی اس کی باگ
کھلی ہوئی تھی اس کو کوئی پکڑنے اور کھینچنے والا نہ تھا۔

(۸) یزید خواہشات نفسانی کا متوالا تھا۔ بعض اوقات نمازیں چھوڑ دی
کرتا تھا اور اکثر اوقات ان کو ضائع کر دیا کرتا تھا ۔ (یعنی بے ٹائم پڑھتا تھا)
چنانچہ امام احمد بن حنبل، حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ساٹھ سال کے بعد ایسے نالائق ہوں گے، جو نمازیں چھوڑ دیں گے اور اپنی خواہشات کی پیروی کریں گے اور عنقریب غی جہنم میں (جو جہنم کی بدترین وادی ہے) داخل ہوں گے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۰)

(۹) علامہ ابنِ کثیر نے فرمایا ہے کہ میں کہتا ہوں یزید بن معاویہ پر اس کی بدکرداری کے سلسلے میں سب سے زیادہ جو الزام عائد کیا گیا ہے وہ شراب نوشی اور بعض فواحش کے ارتکاب کا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲)

یہ ہیں وہ عوامل جنہوں نے اہل مدینہ کو یزید کی بیعت توڑنے پر مجبور کر دیا تھا، سیدنا امام حسین اور ابن زبیر نے تو پہلے ہی فرما دیا تھا۔

هو یزید الذی نعرف، ماحدث له عزم ولا مروءة۔

وہی یزید جس کو ہم خوب جانتے ہیں نہ اس میں کوئی مروت ہے نہ عزیمت۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۶۲)

(۱۰) خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ علامہ امام ابنِ حجر مکی متوفی ۹۸۲ھ اور امام اہل تحقیق سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ارقام فرمایا ہے کہ، حضرت عبداللہ بن حنظلہ نے فرمایا۔

اللہ کی قسم! ہم یزید پر خروج نہ کرتے لیکن اس کے حالات اور مختلف جرائم کے سبب ہم خوف زدہ تھے کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہو یزید کے زمانے میں اس کے مقرب لوگ اپنی بیٹیوں، بہنوں اور باپ کی بیویوں سے شادی کرنے لگے تھے، یزید خود شرابی اور تارک نماز تھا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۶۰۔ الصواعق المحرقہ ص ۲۲۱، ماثبت بالسنہ ص ۱۶)

(۱۱) ۶۳ھ میں واقعہ حرہ پیش آیا، اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب

اہلِ مدینہ نے یزید سے بیعت توڑ دی، قریش پر حضرت عبداللہ بن مطیع اور انصار پر حضرت عبداللہ بن حنظلہ کو والی مقرر کیا، اور اس کا اظہار اسی سال کے آغاز میں کر دیا، اور منبر نبوی کے پاس جمع ہوئے۔ ایک آدمی آتا اور کہتا میں نے یزید سے اس طرح بیعت توڑ دی جس طرح میں نے اپنی دستار کو اپنے سر سے علیحدہ کیا پھر دستار کو سر سے اتار کر نیچے پھینک دیتا دوسرا آدمی آتا اور کہتا میں نے یزید کی بیعت اس طرح ختم کی جس طرح اپنے پاؤں سے جوتی کو علیحدہ کیا۔ حتیٰکہ وہاں عمامے اور جوتیاں بکثرت جمع ہو گئیں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۷/۲۱۸، جذب القلوب ص ۳۱)

یزیدی فوج کی تعداد

اس معرکہ میں، مدینہ منورہ کو زیر کرنے کے لئے یزید نے شام سے بارہ ہزار سے لیکر پندرہ ہزار تک فوج روانہ کی۔ چنانچہ علامہ ابنِ کثیر نے ارقام کیا ہے کہ " یزید نے قاصد کو مسلم بن عقبہ، جو بہت بوڑھا اور ضعیف تھا کے پاس بھیجا اور اس کو (اس جنگ کے لئے) برانگیختہ کیا، اس کے ساتھ یزید نے دس ہزار، بارہ ہزار یا پندرہ ہزار گھوڑ سوار لشکر روانہ کیا۔ اور ہر ایک کو سو دینار بھی دیئے۔ اور قتل و قتال کا حکم دیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۸)

(۲) یزید نے مسلم بن عقبہ کی ماتحتی میں بارہ ہزار کا لشکر جرار مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کر دیا، اور اس نے یہ اعلان عام کر دیا تھا کہ جو کوئی حجاز کی جنگ میں شامل ہونا چاہے وہ حکومت کے دفتر خاص سے زادِ راہ اور اسلحہ حاصل کر لے، اس کے علاوہ ایک سو دینار بطور انعام دینے کا اعلان بھی کیا چنانچہ بارہ ہزار آدمی مہم میں شامل ہو گئے، مسلم بن عقبہ شقی ازلی نے باوجود معمر بوڑھا اور مریض ہونے کے یہ ناپاک جسارت کی کہ

نبی مکرم ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مقدس شہر اور معزز و محترم شہریان مدینہ کے قتل و غارت اور خوں ریزی کا بیڑا اٹھایا۔

(تاریخ المدینۃ المنورہ ص۸۵ از مولوی عبدالمعبود وہابی)

(۳) مدائنی نے کہا، کہ یزید نے اہل دمشق پر عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو، اہل حمص پر حصین بن نمیر سکونی کو اور اہل اردن پر جبیش بن دلجہ القینی کو اور اہل فلسطین پر روح بن زنباع جذامی کو اور شریک کنانی کو، اور تنسرین پر طریف بن حسحاس ہلالی کو اور ان سب پر مسلم بن عقبہ مزنی، غطفانی کو سربراہ مقرر کیا تھا۔ سلف نے، مسلم بن عقبہ کا نام، مسرف بن عقبہ رکھا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۲۱۸)

علامہ ابن کثیر نے ارشاد فرمایا

یزید نے اہل مدینہ کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا

ہے کہ نعمان بن بشیر نے یزید کو کہا کہ مجھے ان کا سربراہ مقرر کر دے میں ان کو کافی ہوں، ..... تو یزید نے کہا نہیں؟ ان کے لئے تو یہی ظلم ٹھیک ہے۔ اللہ کی قسم! میں اپنے احسان و عفو کے بعد ان کو قتل کروں گا۔ نعمان بن بشیر نے کہا میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خاندان اور آپ کے انصار کے متعلق۔ اور عبداللہ بن جعفر نے کہا۔ اگر وہ تیری اطاعت میں واپس آ جائیں تو، یزید نے کہا اگر وہ ایسا کر لیں تو ان پر کوئی سبیل نہیں۔ پھر یزید نے مسلم بن عقبہ کو حکم دیا کہ تین دن تک۔ ان کو دعوت (مرجوع) دے ورنہ قتل کر دینا، جب تجھے غلبہ حاصل ہو جائے تو تین دن کے لئے مدینہ مباح کر دینا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۱۸ و ۲۱۹)

(۲) اہل مدینہ نے اپنے اور مسلم بن عقبہ کے مابین ایک خندق بنالی تھی اور اپنا لشکر چار حصّوں میں تقسیم کرلیا اور ہر حصّہ کا سربراہ مقرر کردیا۔ بہترین لشکر وہ تھا جس کے امیر عبداللہ بن حنظلہ تھے، پھر سخت لڑائی ہوئی، اہل مدینہ کو ہزیمت آئی اور ان کی برگزیدہ ہستیاں کام آئیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مطیع اور ان کے سات بیٹے، حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور ان کا بھائی محمد بن ثابت بن شماس اور محمد بن عمرو بن حزام۔ جب مروان اس کے پاس سے گزرا اور یہ خاک وخون میں غلطاں تھے، تو کہا۔ اللہ تم پر رحم کرے، (مسجد نبوی کے) کئی ستون ایسے ہیں، جن کے پاس میں نے تمہیں لمبے لمبے قیام اور سجدے کرتے دیکھا ہے، مسلم بن عقبہ جس کو اسلاف مسرف بن عقبہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس مسلم بن عقبہ کا برا کرے۔ یہ بدکار بڈھا تھا۔ کتنا جہالت سے کام لیا۔ کہ مدینہ منورہ کو تین دن تک اپنے لشکر کے لئے حلال قرار دیدیا، جیسا کہ اس کو یزید نے حکم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس یزید کو بھی جزائے خیر سے محروم رکھے۔ مدینہ منورہ کے سادات اشراف اور قاری قرآن قتل کئے گئے اور ان کا مال لوٹ لیا اور شر عظیم اور فساد عریض پھیلایا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۲۲

یزیدیوں نے ام المؤمنین کا گھر لوٹ لیا

قدوۃ المفسرین، زبدۃ المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بے مثال کتاب سرالشہادتین میں ارقام فرمایا ہے کہ،

یزیدی نوجوانوں نے (مدینہ منورہ میں) زوجہ رسول کریم، ام المؤمنین حضرت سیدہ بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا گھر لوٹ لیا۔ (سرالشہادتین عربی

(اردو ص ۳۶ ، مرج البحرین ص ۳۶۴)

مسلم بن عقبہ نے امام زین العابدین کو دھمکایا

مسلم بن عقبہ (یزیدی) نے علی بن حسین کو بلوایا، آپ، مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک کے درمیان چلتے ہوئے آئے تاکہ ان کے سبب مسلم بن عقبہ سے پناہ مانگیں، جب آپ اس کے سامنے بیٹھے تو مروان نے شراب منگوائی، مسلم بن عقبہ شام سے شراب اپنے ساتھ لے آیا تھا، شراب پینے سے اس کو جوانی آجاتی تھی جب شراب آئی تو مروان نے تھوڑی سی پی کر باقی حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کو دے دی تاکہ آپ اپنے لئے اس وجہ سے امان حاصل کریں۔ جب مسلم بن عقبہ نے یہ دیکھا تو کہنے لگا ہماری شراب مت پینا۔ اور کہا آپ ان دونوں کے درمیان اس لئے آئے ہیں کہ امان حاصل کریں۔ یہ بات سنتے ہی علی بن حسین کے ہاتھ کانپنے لگے۔ آپ برتن نیچے رکھ سکتے تھے نہ ہی پی سکتے تھے۔ مسلم نے کہا اگر یزید نے تیرے متعلق مجھے وصیت نہ کی ہوتی تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲)

فرزند عثمان غنی کی داڑھی نوچ لی

مسلم بن عقبہ نے حضرت عمرو بن عثمان بن عفان کو بلوایا، کیونکہ آپ بنی امیہ کے ساتھ نہ نکلے تھے۔ مسلم نے کہا۔ اگر اہل مدینہ غالب آجاتے تو، تو کہتا میں تمہارے ساتھ تھا۔ اگر اہل شام غالب ہوجاتے تو، تو کہتا میں۔ امیر المؤمنین (عثمان) کا بیٹا ہوں۔ پھر اس نے آپ کی داڑھی نوچ لینے کا حکم دیا تو اس کے سامنے آپ کی داڑھی نوچ لی گئی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲)

حضرت ابوسعید خدری کا حشر نشر

صحابہ کرام کی ایک جماعت روپوش ہو گئی، جن میں حضرت جابر بن عبداللہ بھی تھے اور ابوسعید خدری بھی نکلے اور پہاڑی کی غار میں پناہ لی۔ ان کو اہل شام کا ایک شخص ملا کہتے ہیں کہ جب میں نے اُس کو دیکھا تو اپنی تلوار نکالی اور اس نے بھی میرا ارادہ کیا، اس نے جب میرے قتل کا ارادہ کیا تو میں نے کہا "انی ارید ان تبوء باثمی واثمك فتکون من اصحاب النار وذلك جزاء الظلمین"۔

میں تو یہی چاہتا ہوں کہ (مجھ سے کوئی زیادتی نہ ہو اور) میرا اور تیرا گناہ تیرے ہی سر پڑے پس تو دوزخیوں سے ہو جائے اور یہ ظالموں کی سزا ہے۔ (البیان ص ۱۴۴) از غزالیٔ زماں قدس سرہ العزیز)

جب اس نے یہ (کلام) سُنا تو پوچھا تو کون ہے؟ میں نے کہا ابوسعید خدری ہوں، اس نے کہا رسول ؟ میں نے کہا ہاں، تو وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۱۔

مولوی عبدالمعبود نے، حضرت ابوسعید خدری کے گھر میں، ہونے والے واقعات کا ذکر یوں کیا ہے کہ، سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جیسی مقتدر اور نامور ہستی بھی ان کے جور و ستم کا شکار ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ اس اندوہناک واقعہ کے بعد جب لوگوں نے سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو ان کا چہرہ انور، سنت مصطفوی سے خالی تھا (ریش ندارد) دریافت کرنے پر فرمایا کہ یہ بھی واقعہ حرّہ کی نذر ہو گئی ہے، فرمایا شامی فوج کا گروہ میرے گھر آگھسا اور جو ہاتھ آیا سو اڑا لے گیا، یہاں تک کہ گھر کا صفایا کر دیا، اس کے بعد

دوسری جماعت آئی جب انہیں گھر میں کوئی چیز نظر نہ آئی تو ان کے قہر وغضب کی آگ بھڑک اٹھی اور وہ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور میری داڑھی کا ایک ایک بال اکھیڑ لیا اور مجھے اس حال میں کر دیا جو تم دیکھ رہے ہو۔

(الروض الانف ج ۲ ص ۱۸۵) تاریخ المدینۃ المنورہ ص ۸۸ و ص ۸۹ بحوالہ جذب القلوب ص ۴۴

عورتوں اور بچوں کی حالتِ زار

سعدی بنت عوف مریم نے (مسلم کو) کہلوا بھیجا، کہ تجھے، تیری چچا زاد بہن کہتی ہے کہ اپنے اصحاب کو کہو، کہ فلاں فلاں مقام پر ہمارے اونٹ ہیں۔ ان کو نہ پکڑیں، تو اس (مسلم) نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ ابتداء ہی اس کے اونٹوں سے کرد اور پہلے وہی اونٹ پکڑ لاؤ۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۰)

(۲) ایک اور عورت آئی اور کہا میں تیری باندی ہوں، اور میرا بیٹا قیدیوں میں ہے، مسلم نے کہا۔ اس کے لئے اس کا بیٹا جلدی لاؤ پھر اس کو قتل کر دیا۔ مسلم نے کہا اس عورت کو اس کے بیٹے کا سر دے دو۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۰ و ص ۲۲۱

(۳) مدائنی نے عبداللہ قرشی اور ابو اسحاق تمیمی سے روایت کی ہے کہ جب اہل مدینہ کو حرّہ کے دن شکست ہوئی تو عورتیں اور بچے چیخ رہے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عثمان کو بتایا۔ رب کعبہ کی قسم۔ (یعنی بچے اور عورتیں چیخ رہی تھیں)۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۱

(۴) ایک انصاری عورت کے گھر میں ایک شامی مرد داخل ہوا۔ اور وہ اپنے بچے کو اپنا دودھ پلا رہی تھی۔ شامی مرد نے اس کے گھر کا صفایا کر لیا اور اس کو کہنے لگا کہ سونا لے آ، ورنہ میں تجھے بھی اور تیرے اس بچے کو بھی مار ڈالوں گا، اس عورت نے کہا،

تیرے لئے افسوس! کہ تو نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ابو کبشہ کے فرزند قتل کر ڈالے، اور میں تو ان عورتوں میں سے ہوں کہ جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، اور اس بیعت کے بعد میں نے کسی چیز میں خیانت نہیں کی۔ اس شامی مرد نے اس کی گود سے بچہ کو اچک لیا اور اسے دیوار پر دے مارا، اس بچہ کا مغز زمین پر بکھر گیا اور اس کی ماں کہتی رہی۔ اے میرے پیارے بیٹے اگر کوئی چیز میرے پاس ہوتی تو میں وہ بھی تجھ پر قربان کر دیتی، اس کے بعد اس شامی مرد کا آدھا منہ کالا ہو گیا اور وہ لوگوں میں بدشکل بن گیا، الروض الانف ج ۲ ص ۱۸۵

مسند شافعیہ اردو ج ۲ ص ۳۳۰

اصحاب بیعت رضوانؓ کا بیخ کنی

فتنہ حرہ کی تباہی نے کسی کو نہ چھوڑا، ازواج رسول، اولاد رسول، اصحابہ رسول اور اہل مدینہ سب پر یزیدی فوج کا ظلم و ستم برابر جاری رہا۔ حضرت سعید بن مسیب کا عینی بیان، صحیح بخاری، میں سے ملاحظہ کریں۔ فرماتے ہیں کہ پہلا فتنہ جب واقع ہوا۔ یعنی عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا، تو اس نے بدری صحابہ میں سے کسی کو باقی نہ رکھا (سب وصال فرما گئے) پھر دوسرا فتنہ یعنی جنگ حرہ جب واقع ہوئی تو اس نے اصحاب، بیعت رضوان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ بخاری شریف۔ ج ۲ ص ۵۷۳، مترجم ج ۲ ص ۵۲۲

بچے کھچے مدنیوں سے غلامی یزید کی بیعت

مدینہ میں جو لوگ زندہ بچ گئے ان سے مسلم بن عقبہ نے یزید پلید کی بیعت لینا شروع کر دی چنانچہ امام طبرانی نے بسند نقل کیا ہے کہ مسلم نے ایک جماعت کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا، جس میں حضرت معقل

بن سنان، محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ اور یزید بن عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہم بھی تھے اور باقی لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں ۔ فتح الباری ج ۱۳ ص ۸۸

(۱) قتل خلقا من اشرافها وقرائها...... فکان ممن قتل بین یدیه صبرا معقل بن سنان..... اسمعه فی یزید کلاما غلیظا فنقم علیه بسببه ۔ البدایه والنهایه ج ۸ ص ۲۲۰

(۲) حافظ ابو بکر بن ابی خیثمہ بسند صحیح جویریہ بن اسماء سے ناقل ہیں اور جن کو قتل ہونا تھا ۔ وہ قتل کر دیئے گئے، تو مسلم نے لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں ۔ ان کی جان و مال ۔ بیوی بچوں کے بارے میں جو چاہے حکم کرے ۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۸۸)

(۳) امام طبرانی نے معجم میں بطریق ، محمد بن سعید بن رمانہ ، بیعت یزید کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں پھر جب اہل مدینہ سے یزید کی جو مخالفت ظاہر ہوئی تھی ، ظاہر ہوئی تو یزید نے مسلم کو انکی طرف بھیجا اس نے آکر تین دن تک مدینہ منورہ کو حلال کر دیا (یعنی فوج کو کھلی چھٹی دیدی) پھر لوگوں کو یزید کی بیعت کیلئے اس شرط پر دعوت دی کہ وہ یزید کے زر خرید غلام ہیں، اللہ کی اطاعت ہو یا معصیت ، دونوں صورتوں میں یزید کا حکم بجالانا ضروری ہے ۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۸۹)

(۴) اہل حرم سے یزید کی غلامی پر بجبر بیعت کی کہ چاہے بیچے ، چاہے آزاد کرے ، جو کہتا کہ میں خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر بیعت کرتا ہوں اسے شہید کر دیتے ۔ سیرت حلبیہ ج۱ص ۱۳۱

(احسن لوعا ص ۵۲ ، عرفان شریعت ص ۳۱)

فدخل مسلم بن عقبة المدینة فدعا الناس للبیعة علی انهم خول لیزید بن معاویة ، ویحکم فی دمائهم واموالهم واهلیهم ماشاء ۔ البدایة والنهایة ج ۸ ص ۲۲۲

(۵) مسلم بن عقبہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور لوگوں سے یزید کی غلامی کی بیعت لینے لگا ۔ اور ان کے خون ، مال ، بیوی بچوں کے بارے میں اپنی مرضی سے حکم دیتا رہا ۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۲)

(۶) شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے ارقام فرمایا ہے کہ اہل مدینہ سے، مسلم بن عقبہ نے یزید کی بیعت جبراً لی، ایک آدمی نے کہا میں نے بیعت اطاعت پر کی - معصیت پر نہیں، مسلم بن عقبہ نے اس کو قتل کرا دیا - جذب القلوب فارسی ص ۳۵، مترجم ص ۴۸، -

جنگِ حرہ کا اثر اہلِ مکہ پر

واقدی بطریق عبداللہ بن جعفراز بن عون روایت کرتے ہیں کہ، ۶۳ھ میں لوگوں کو "حج" عبداللہ بن زبیر نے پڑھایا، اس سال کا نام عائذ رکھا گیا - یعنی بیت اللہ کو پناہ میں لینے والا سال، واقعہ حرہ کی خبر بذریعہ سعید آزاد شدہ غلام مسعود بن مخرمہ، یکم محرم کو مکۃ المکرمہ میں پہنچی اہل مکہ بہت غمگین ہوئے اور اہل شام کے ساتھ لڑائی کے لئے تیار ہونے لگے -

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۱)

(۲) ابن عساکر نے مدائنی سے روایت کی ہے کہ جب اہل حرہ قتل ہوئے تو اسی رات کی شام کو مکے کے پہاڑ ابو قبیس پر غیبی آواز سنی گئی، ہ

والصائمون القانتو ن اولوالعبادۃ والصلاح
المھتدون المحنو !! ن السابقون الی الفلاح
ماذا بواقم والبقیر ع من الجحاجحۃ الصباح
وبقاع یثرب ویحھن ن من النوادب والصیاح
قتل الخیار بنو الخیا ر ذوی المھابۃ والسماح

ترجمہ - روزہ دار، فرمانبردار، عبادت کرنے والے نیکی کرنے والے ہدایت پانے والے، نیکوکار، کامیابی کی طرف سبقت کرنے والے، صبح کے وقت گھاس کی طرح روندے گئے، فیاضی کرنے والے بقیع کے سردار، اور

یثرب کا علاقہ ان پر رو رہا ہے، چیخ و پکار کر رہا ہے ندبہ کر رہا ہے، سردار ابن سردار قتل ہوئے، جو صاحب ہیبت اور صاحب سخاوت تھے۔

ابن زبیر نے سن کر فرمایا۔ اے لوگو! تمہارے دوست قتل کر دیئے گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (البدایہ ج ۸ صـ ۲۲۲)

یزید کی خوشی

بہر حال بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ جب یزید کے پاس اہلِ مدینہ کی تباہی اور مسلم بن عقبہ اور اس کی فوج کی کامیابی کی خبر پہنچی تو وہ بہت زیادہ خوش ہوا، حافظ ابن کثیر نے اس کی خوشی کے بارے میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔

فرح بذلک فرحاً شدیداً (البدایہ والنھایہ ج ۸ صـ ۲۲۴)

اور جو شعر یزید کی طرف منسوب ہیں وہ بھی اس کی خوشی پر دلالت کرتے ہیں۔

لیت اشیاخی ببدر شھدوا ∴ جزع الخزرج من وقع الاسل

حین حلت بفنائھم برکھا ∴ واستحر القتل فی عبد الاشل

قد قتلنا الضعف من اشرافھم ∴ وعدلنا میل بدر فاعتدل

ترجمہ: کاش میرے بزرگ بدر میں حاضر ہوتے۔ خزرج گھبرا گئے تلواروں کے واقع ہونے سے۔ جب پڑیں ان کے میدان میں تو گھٹنے ٹکوا دیئے۔ اور قتل کا بازار گرم ہوا عبد الاشل میں۔ تو اب ہم نے ان کے بزرگ دو گنے قتل کر دیئے اور واقعہ بدر کی طرف ہم لوٹے تو برابر ہو گئے۔

اگر یزید نے یہ شعر کہے ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور لعنت کرنے والوں کو بھی لعنت ہو، البدایہ والنھایہ ج ۸ صـ ۲۲۴

علامہ امام ابن حجر مکی نے ارقام فرمایا ہے۔

نقالت طائفۃ انہ کافر لقول سبط ابن الجوزی وغیرہ المشھور:

انه لما جاءه رأس الحسین رضی اللہ عنہ جمع اهل الشام وجعل
ینکت رأسه بالخیزران وینشد ابیات الذبعری:
لیت اشیاخی ببدر شهدوا:
الابیات المعروفة وزاد فیها بیتین مشتملین علی صریح الکفر۔
(الصواعق المحرقہ ص۲۲۰)

مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواری۔ شہادت حسین ص۵۲ پر
رقمطراز ہیں! اکثر اکابر محدثین و بزرگان دین، مثل امام احمد بن حنبل، علامہ ابن جوزی
جلال الدین سیوطی، علامہ سعد الدین تفتازانی و سید آلوسی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ
یزید کے کفر کے قائل ہیں اور سرے سے اسے مسلمان ہی نہیں جانتے (السعید ج ۳ شمارہ ص ۵/۲۴)

اسعاف الراغبین ص۱۶۵ میں ہے، امام احمد بن حنبل نے یزید کو کافر کہا اپنے
علم و پرہیزگاری کے اعتبار سے وہ کافی ہیں اور ان کا علم و تقویٰ اس بات کا مقتضی
ہے کہ انہوں نے یزید کو کافر نہیں کہا۔ مگر جب ان کے نزدیک یزید کا صریح کفر ثابت
ہوگیا۔ ایک جماعت کا جن میں ابن جوزی وغیرہ ہیں یہی فتویٰ ہے: بہرحال یزید کا فسق
اجماعی ہے علماء کے ایک گروہ نے یزید کا نام لے کر اس پر لعنت کرنے کو جائز رکھا ہے۔
(السعید ایضاً)

مسلم بن عقبہ کی خوشی

مسلم بن عقبہ، جس کو اسلاف نے
مسرف اور مجرم بن عقبہ بھی کہا ہے،
اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے، یہ شیخ سوء (بڈھا بدکار) تھا کتنا جہالت سے
کام لیا کہ بحکم یزید پلید مدینہ منورہ کو تین دن تک اپنی فوج کے لئے حلال
قرار دے دیا" اس خبیث، مسلم بن عقبہ نے کہا۔ اے اللہ میں نے کلمہ شہادت
پڑھنے کے بعد۔ اہل مدینہ کے قتال سے کوئی کام زیادہ پسندیدہ نہیں کیا، آخرت

یں جس کام کا ثواب زیادہ ملے گا، وہ کام میرے نزدیک اہلِ مدینہ کو تباہ و برباد کرنا ہے۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۲۵)

قہرِ خدا، بر یزید و مسلم بن عقبہ

یزید نے مسلم بن عقبہ کو (مدینہ منورہ پر) بھیج کر یہی سوچا کہ میری بادشاہی مضبوط ہو گی، اور بغیر کسی اختلاف کے حکومت کروں گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا دی۔ اور اس کے ارادہ کی بیخ کنی کی، یزید اور اس کے ارادہ کے درمیان حائل ہوا اور اس کی گردن کو اس طرح توڑا، جس طرح وہ ظالموں کے ساتھ کرتا ہے، غالب قوت والے نے یزید کو پکڑ لیا، اور اسی طرح ہے تیرے رب کی پکڑ، جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو اور وہ ظلم کرتے ہوتے ہیں، بیشک اللہ کی پکڑ سخت دردناک ہے۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۲۳)

(۲) مُسلم بن عقبہ ..... مر گیا، خدا اس کا برا کرے، اور مسلک میں دفن ہوا..... پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یزید کو موت دی جبکہ ربیع الاول کی چودہ راتیں گذر گئیں تھیں، پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ان کی اُمیدوں کے مطابق کوئی نفع نہ دیا، بلکہ قاہر خدا نے ان پر اپنا قہر (نازل) کیا، اور ان سے ملک واپس لے لیا جیسا کہ اس نے اوروں سے لے لیا تھا (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۵)

(۳) قتل امام حُسین رضی اللہ عنہ اور واقعہ حرّہ کے بعد یزید کو مہلت نہ ملی مگر تھوڑی سی، حتیکہ اللہ قادر قدیر نے اس کی کمر توڑ دی اور اس کو ایسا برباد کر دیا، جیسا کہ اس نے اگلے پچھلے ظالموں کو نیست و نابود کیا ہے، (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۴)

(۴) ابنِ عساکر نے محمد بن سعید سے روایت کی کہ مُسلم بن عقبہ مرّی مدینہ آیا اور

لوگوں کو یزید کی بیعت کی دعوت دی اور کہا کہ تم سب اللہ کی اطاعت و نافرمانی میں غلام محض ہو، تو لوگ اس کی دعوت کی طرف آئے، ایک شخص جو قریشی تھا اور اس کی ماں ام ولد تھی، اس نے کہا کہ صرف اللہ کی اطاعت میں، لیکن مسلم بن عقبہ نے اس کی بات نہ مانی اور اسے قتل کر دیا تو اس کی ماں نے قسم اٹھائی کہ اگر مسلم زندہ یا مردہ مل گیا تو وہ اسے جلا دے گی، جب مسلم مدینہ سے نکلا تو اس کی بیماری زور کر آئی اور وہ مرگیا تو قریشی کی ماں اپنے غلاموں کو ساتھ لے کر اس کی قبر کی طرف گئی اور کھودنے کا حکم دیا اب جو اندر دیکھا تو ایک اژدھا مسلم بن عقبہ کی گردن میں لپٹا ہوا تھا اور اس کی ناک کو چوس رہا تھا۔ (شرح الصدور عربی ص۷۳ مترجم ص۱۶۱، جذب القلوب فارسی ص۳۵ مترجم ص۴۸، ص۴۹)

(۵) یزید کی ہلاکت و ہلاکت کے بہت سارے اسباب کتب معتبرہ میں مرقوم ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے جو سبب لکھا ہے وہ ایک اسلامی ریاست کے سربراہ کے لئے تعجب خیز ہے، چنانچہ انہوں ارقام فرمایا کہ،

(ناصبیوں کا امیر) یزید، بندر کو اٹھا کر اس کو اچھال رہا تھا۔ تو اس بندر نے (یزید بندر باز) کو کاٹ لیا، (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۵)

یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ یزید پلید نے حرم مدینہ کی عزت و آبرو کی پرواہ کئے بغیر، روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے آداب کو نظر انداز کر کے "لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی" کو پس پشت ڈال کر، حرمت مسجد نبوی کو ملحوظ خاطر نہ رکھتے ہوئے، ظلم وستم کا جو طوفان مدینہ میں برپا کیا وہ اس کی شقاوت اور دینی عداوت کا منہ بولتا ثبوت ہے اب ایسی احادیث ملاحظہ کریں جس میں حرم مدینہ کے آداب موجود ہیں یا وہاں پہ

ظلم و زیادتی کرنے والے کیلئے وعید آئی ہے۔

(۱) حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ اہلِ مدینہ سے جو شخص فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا، جس طرح نمک پانی میں گھُل جاتا ہے۔

(متفق علیہ) بخاری ج ۱ صـ ۲۵۲، مشکوٰۃ صـ ۲۴۰، البدایہ والنھایہ ج ۸ صـ ۲۲۳)

نواب قطب الدین دہلوی نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ "یزید پلید کا ایسا ہی حال ہوا کہ چند روز بعد واقعہ حرّہ کے بیماری دق اور سل سے ہلاک ہوگیا۔ مظاہر حق ج ۲ صـ ۴۳۱، کذا قال شیخ المحقق، اشعۃ اللمعات ج ۲ صـ ۲۹۵

(۲) حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو عزت دیتے ہوئے اسے حرم بنایا۔ اور میں نے مدینہ کو عزت دیتے ہوئے اسے حرم بنا دیا ہے، دونوں طرف سے، نہ اس میں خون ریزی کی جائے، نہ اس میں لڑائی کے لئے ہتھیار اُٹھائے جائیں۔ نہ اس کے درختوں کو جھاڑا جائے مگر جانوروں کے لئے۔

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ صـ ۲۳۹)

(۳) حضرت سعد بن ابی وقاص نے اپنے والد حضرت وقاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جس نے اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ کیا، اس کو اللہ تعالیٰ آگ میں ایسے پگھلائے گا جیسے سیسہ (قلعی) یا پانی نمک میں۔ (مسلم ج ۱ صـ ۱۴۱، البدایہ ج ۸ صـ ۲۲۳)

رئیس المحدثین امام قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں۔

جس طرح ان لوگوں کی شان و شوکت ختم ہو کر رہ گئی، جنہوں نے

بنی اُمیہ کے عہد میں اہل مدینہ سے جنگ کی تھی، جیسے مسلم بن عقبہ کہ وہ اسی جنگ سے پلٹتے ہی ہلاک ہوگیا اور پھر اسی طرح اسی مہم پر اس کو بھیجنے والا یزید بن معاویہ بھی اس کے پیچھے موت کا لقمہ بن کر تباہ ہوگیا، شرح مسلم از امام نووی ج ۱ صـ ۴۴۲

(۴) امام احمد نے .... سائب بن خلاد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جس نے اہل مدینہ کو ظلم سے ڈرایا اللہ تعالیٰ اس کو ڈرائے گا، اور اس پر، اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن اس کا فرض و نفل (کوئی نیکی) قبول نہیں کرے گا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ ۲۲۳)

(۵) اس حدیث کو ایک اور طریق سے روایت کیا ہے، نسائی نے علی بن حجر سے، انہوں نے اسماعیل بن جعفر سے آلخ ۔ (البدایہ ج ۸ صـ ۲۲۳)

(۶) اور اسی طرح سے روایت کیا ہے اسے حمیدی نے عبدالعزیز بن ابی حازم سے انہوں نے یزید بن خصیفہ سے ۔ (البدایہ ج ۸ صـ ۲۲۳)

(۷) نیز، روایت کیا ہے اس کو نسائی نے یحیی بن حبیب بن عربی سے انہوں حماد سے انہوں یحیی بن سعید سے الخ ۔ البدایہ ج ۸ صـ ۲۲۳

(۸) ابن وہب نے کہا مجھے حیوۃ بن شریح نے ابن ہاد سے روایت کرتے ہوئے بتایا، انہوں نے ابو بکر سے انہوں نے عطا بن یسار سے انہوں نے سائب بن خلاد سے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا، اللہ تعالیٰ اس کو ڈرائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ صـ ۲۲۳)

(۹) امام دارقطنی نے حضرت جابر بن عبداللہ کے بیٹوں، محمد و عبدالرحمان سے روایت کی ہے، ان دونوں نے کہا کہ ہم نکلے حرہ کے دن اپنے باپ کے ساتھ،

جبکہ وہ نابینا ہو چکے تھے، انہوں نے فرمایا! ہلاک ہوا جس نے ڈرایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو، ان کے بیٹے نے فرمایا۔ ہم نے عرض کیا۔ ابا جان! کیا کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ڈرا سکتا ہے، پس آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سُنا۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنی پیشانی پر رکھ کر فرمایا کہ جس نے انصار کے قبیلہ کو ڈرایا تو اس نے اسے ڈرایا۔ (یعنی اس نے سرکار کو ڈرایا)

(البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۲۳)

احادیث سے یزید پر لعنت کا جواز

حافظ ابنِ کثیر نے ارقام کیا ہے کہ۔ تحقیق استدلال کیا ہے اس حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث سے اس نے جس نے یزید بن معاویہ پر لعنت کرنے کے جواز کا قول کیا ہے، اور وہ روایت ہے احمد بن حنبل سے۔ جسے اختیار کیا ہے۔ خلال اور ابوبکر۔ عبدالعزیز اور قاضی ابویعلی اور اس کے بیٹے قاضی ابوالحسین نے اور مدد دی اس کی۔ ابوالفرج ابن جوزی نے ایک علیحدہ کتاب میں اور انہوں نے یزید پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۲۳)

(۱۰) امام جلال الدین سیوطی اور شیخ محقق رحمہما اللہ تعالیٰ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جس نے اہلِ مدینہ کو ڈرایا، اللہ تعالیٰ اس کو ڈرائے گا، اور اس پر، اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، مسلم تاریخ الخلفاء ص ۱۶۰، ماثبت بالسنہ ص ۱۵

(۱۱) امام ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ نے ارقام فرمایا ہے۔

وصنف القاضی ابویعلی کتابا ذکر فیہ بیان من

یستحق اللعن و ذکر منہم یزید ۔ ثم ذکر حدیث ۔ من اخاف اھل المدینۃ ظلما اخافہ اللہ وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین ۔ ولاخلاف ان یزید غز المدینۃ بجیش واخاف اھلھا انتھی ۔ والحدیث الذی ذکرہ رواہ مسلم ۔ الصواعق المحرقہ ص ۲۲۲

یعنی قاضی ابویعلی (محدث) نے ایک ایسی کتاب لکھی ہے کہ جس میں انہوں نے صرف لعنتی لوگوں کا ذکر کیا ہے اور ان لعنتیوں میں یزید بھی شامل ہے، پھر انہوں نے ایک حدیث بھی لکھی ہے کہ جو کوئی اہل مدینہ کو ظلم سے ڈرائے، اللہ تعالیٰ اس کو ڈرائے گا اور اس ڈرانے والے پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے،، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یزید نے مدینہ منورہ پر لشکر کشی کی ہے اور اس کے باشندگان کو ڈرایا دھمکایا ہے، اور انہوں نے جس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے ۔ موجودہ نسخے میں یہ حدیث بایں الفاظ مروی ہے ۔ من احدث فیھا حدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین ۔ مسلم ج ۱ ص ۴۴۱ یعنی ان محدثین نے احدث کو اخاف کے معنی میں لیا ہے یا دوسرے نسخہ میں بعینہٖ یہی الفاظ ہوں ممکن ہے ۱۲

کنواری لڑکیوں کے بچے

مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا وتعظیماً میں ۔ غیر شادی شدہ عورتوں کے ساتھ زنا کیا گیا ۔ حتیٰکہ انہی ایام میں ایک ہزار باکرہ (کنواری) عورتیں حاملہ ہوئیں ۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۱ حاشیۂ بخاری ج ۲ ص ۵۹۹،

(۲) امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے ارقام فرمایا کہ

"واقعہ حرّہ جانتے ہو کیا ہے، اس کی کیفیت" حسن" نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ اہل مدینہ میں سے کوئی شخص ایسا نہیں رہا تھا جو اس لشکر سے پناہ میں رہا ہو، ہزار ہا صحابہ کرام اور عوام شہید ہوئے مدینہ شریف لوٹ لیا گیا، ہزار لڑکیوں کی کمبخت لشکر نے بکارت زائل کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (تاریخ الخلفاء عربی صفحہ ۱۶۰ مترجم صفحہ ۲۲۵)

(۳) شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے ارقام کیا ہے۔ لوگو! تمہیں کیا معلوم کہ معرکہ حرّہ کیا چیز ہے؟ سنو! معرکہ حرّہ دردناک تکلیف دینے والی جنگ۔ وہ عظیم سانحہ ہے، جس کے بیان کی دل میں قوت نہیں اور کوئی کان اس کے سننے کی طاقت بھی نہیں رکھتا، معرکہ حرّہ اور اس سانحہ عظیم کو حضرت حسن بصری نے اس طرح بیان کیا کہ بخدا یزیدی فوج کی اس دردناک تکالیف دینے والی جنگ میں اکثر صحابہ شہید کئے گئے اور ہزار ہا کنواریوں کی عصمت دری کی گئی اور مدینہ کو لوٹا گیا۔ ماثبت بالسنۃ عربی صفحہ ۱۵

(۴) امام بیہقی نے مغیرہ سے روایت کی ہے کہ،

انھب مسرف بن عقبہ المدینۃ ثلاثۃ ایام فزعم المغیرۃ انہ افتض فیھا الف عذراء۔ دلائل النبوۃ ج ۶ صفحہ ۴۷۵۔

(۵) ان بدبختوں نے (مدینہ منورہ) میں فسق و فساد اور زنا مباح قرار دے دیا۔ یہاں تک کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورت نے اولاد زنا کے بچے جنے۔ (جذب القلوب فارسی صفحہ ۲۹ مترجم صفحہ ۴۲)

(۶) مدائنی نے ابی قرہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہشام بن حسان نے کہا، ایک ہزار کنواری لڑکیوں نے واقعہ حرّہ کے بعد بچے جنے۔

البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۲۲۱،

مسجد نبوی کا حشر

شہر کی ویرانی کے ساتھ ساتھ، مسجد نبوی شریف بھی بالکل ویران ہوگئی اور بے رونق ہوگئی، کوئی شخص مسجد نبوی میں جاکر نماز پڑھنے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ ہر آدمی کی عزت اور مال سخت خطرے میں تھا۔ مسلسل تین دن نہ اذان ہوئی اور نہ جماعت، اور نہ ہی کوئی تنہا مسجد شریف میں نماز پڑھنے والا داخل ہوا، سوائے ایک بزرگ ہستی کے، وہ سیدنا سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ تھے۔ جو بڑے جلیل القدر تابعی تھے، ان کی عظمت شان کے باعث ان کو افضل التابعین کہا جاتا ہے۔ (تاریخ مدینہ منورہ ص ۸۷)

(۲) محدث جلیل امام دارمی نے اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ،

سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ، جنگ حرہ میں، تین دن تک مسجد نبوی میں نہ ہی اذان ہوئی نہ ہی اقامت، البتہ حضرت سعید بن مسیب نے مسجد نبوی کو نہیں چھوڑا، اور وہ نماز کا وقت صرف اس ہلکی سی آواز سے پہچانتے تھے، جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزار مبارک سے وہ سنتے تھے۔

(دارمی، باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ۔ مشکوٰۃ عربی ص ۵۴۵ مترجم ج ۳ ص ۲۰۱، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۵۹۹، مظاہر حق ج ۴ ص ۵۱)

دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۵۶۷، خلاصۃ الوفی ص ۳۸، الوفا ج ۱ ص ۹۴

یہ روایت حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہترین عینی شہادت ہے۔ السعیدی القادری غفرلہ،

(۳) ان ازلی شقیوں نے مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے، گھوڑے لید اور

پیشاب کرتے رہے۔ (جذب القلوب فارسی صہ ۲۹، مترجم صہ ۴۲۔ احسن الوعاء صہ ۵۲، عرفان شریعت صہ ۳۱ صواعق محرقہ صہ ۲۲۲ تکمیل الایمان ص ۱۷۹

یزیدیوں نے بیت اللہ کو آگ لگادی

مدینہ منورہ کو تاخت و تاراج

اور حرم نبوی کی حرمت کو پامال کرنے کے بعد یزیدی فوج نے مکہ مکرمہ کو تباہ و برباد کرنے کیلئے چڑھائی کی۔ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ نے رقام فرمایا ہے۔

(۱) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے گھر کی بے حرمتی کر چکے، خانہ خدا (کی بے حرمتی کرنے) پر چلے راہ میں مسلم بن عقبہ مرگیا۔ حصین بن نمیر نے مع فوج کثیر مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ کو جلا دیا اور وہاں کے رہنے والوں پر طرح طرح کا ظلم وستم کیا۔ (احسن الوعاء صہ ۵۳)

(۲) (یزیدی فوج نے) کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا و جلایا، عرفان شریعت صہ ۳۱۔

۳/۴ خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی اور شیخ محقق رحمہم اللہ رقم طراز ہیں اللہ تعالیٰ، یزید کو غارت کرے اس نے فوج مکہ معظمہ میں صرف حضرت ابن زبیر سے جنگ کرنے کیلئے روانہ کی اس نوبت پر مقرر سردار فوج مرگیا تو یزید نے دوسرا سردار فوج مقرر کیا، جس نے مکہ میں گھس کر حضرت ابن زبیر کا محاصرہ کیا اور ان کے قتل کے لئے منجنیق اور کرین کے ذریعے خوب سنگ باری کی اور اس طرح ماہ صفر ۶۴ھ میں آگ کے شعلوں سے خانہ کعبہ کا غلاف خاکستر ہوگیا اور خانہ کعبہ کی چھت بھی جلا ڈالی اور مینڈھے کے وہ سینگ جو حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کے فدیہ کے خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے وہ بھی جلا

سیدنا شہلہیہ اردو ۱۲۷۷ صہ ۵۳۶

ڈالے۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ربیع الاول ۶۴ھ میں اللہ تعالیٰ نے یزید کو ہلاک کیا اور اس کے مرنے کی خبر دم کے دم میں عام ہوگئی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۶۰، ماثبت بالسنہ ص ۱۵/۱۶ تکمیل الایمان ص ۱۲۹)

(۵) (یزیدی فوج نے) منجنیق سے کعبہ معظمہ کو سنگسار کیا کہ صحن حرم محترم پتھروں سے بھر گیا اور ستون مسجد حرام کے ٹوٹ گئے اور لباس خانہ کعبہ کو جلایا اور دروازہ کعبہ کے پردے کو اتار کے تندور میں جلا دیا، کتنے دن بیت اللہ بن لباس کے اور وہاں کے رہنے والے نہایت ایذا اور ہراس میں رہے۔

(سر الشہادتین کا فائدہ ص ۳۶ و ص ۳۷)

(۶) ممدوح دیوبند مولوی عبد الرب دہلوی نے لکھا ہے۔

اب اس (یزید) نے مکہ معظمہ کی بربادی کے واسطے لشکر روانہ کیا وہاں پہنچ کر اس نے گوپھنوں سے خانہ کعبہ پر پتھر برسائے کہ جائے طواف سب پتھروں سے بھر گئی اور مسجد حرام کے کئی ستون بھی ٹوٹ گئے اور پردہ خانہ کعبہ تندور میں جلا دیا۔

(مرج البحرین ص ۳۶۴)

(۷) وہابیوں کے دینی و سیاسی لیڈر ابو الکلام آزاد نے لکھا ہے۔

(یزیدی فوج نے) جبل ابو قبیس پر چرخیاں لگا کر خانہ کعبہ پر آتش باری کی اور مکہ معظمہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔۔۔۔ جس روز امیر معاویہ نے یزید کو اپنا جانشین بنایا، نظام اسلام ختم ہوگیا تھا۔ انسانیت موت کے دروازے پر ص ۱۲۸

ندوی صاحب نے لکھا ہے۔ ابن زبیر اپنے ورود مکہ سے لے کر حضرت حسین کی شہادت تک سکون و اطمینان کے ساتھ حرم کی پناہ میں بیٹھے رہے کیونکہ اس درمیان میں شامی حکومت حضرت حسین سے نپٹ رہی تھی، آپ کی شہادت کے بعد جب یزید کو حضرت حسین سے فراغت ملی، تو اس نے چند آدمیوں کو ابن زبیر سے بیعت لینے کے لئے مکہ بھیجا، ابن زبیر نے انہیں یہ

جواب دیا کہ میں یزید کی کسی بات کا جواب نہ دوں گا، میں باغی نہیں ہوں۔ لیکن اپنے کو دوسرے کے قبضہ میں بھی نہ دوں گا، ان لوگوں نے یہ جواب جاکر یزید کو سنایا لیکن یزید کسی ایسے شخص کو جس کی جانب سے اس کی حکومت کو خطرہ ہو سکتا تھا بغیر قابو میں لائے چھوڑنے والا نہ تھا...... اس نے دوبارہ سرزمین شام کا ایک وفد بھیجا..... چنانچہ ان لوگوں نے جاکر حرم میں ابن زبیر سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ ابن زبیر نے اس وفد کے ایک رکن سے کہا کیا تم حرم میں خون بہانا پسند کرو گے؟ اس نے جواب دیا اگر تم بیعت نہ کرو گے تو اس میں بھی دریغ نہ کرونگا ابن زبیر نے حرم کے ایک کبوتر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس مقام پر تو اس پرندہ کا خون بھی حرام ہے، اس نے تیر کمان میں جوڑ کر کبوتر کے سامنے کر کے اس سے کہا کیا تو یزید کے حکم سے سرتابی کرے گا؟ پھر ابن زبیر سے کہا اگر یہ اس استفسار پر ہاں کہتا تو خاک وخون میں تڑپتا نظر آتا۔ (سیر الصحابہ ج ۴ ص ۲۴۳)

(۹) ابن زبیر حرم محترم میں پناہ گزین تھے (یزیدی فوج کو ساتھ لیکر) حصین بن نمیر نے مکہ پہنچ کر حرم کا محاصرہ کر لیا اور جبل ابو قبیس پر منجنیق نصب کر کے خانہ کعبہ پر آتش باری شروع کر دی، آتش باری سے کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچا۔ (سیر الصحابہ ج ۴ حصہ ششم ص ۲۴۵)

(۱۰) حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے، ۶۴ھ محرم کی پہلی تاریخ کو مسلم بن عقبہ مکہ کی طرف ابن زبیر کے ساتھ لڑائی کیلئے نکلا...... جب ثنیہ ہرشی پہ پہنچا تو تمام لشکر کو جمع کیا اور کہا بے شک امیر المؤمنین نے میرے ساتھ یہ عہد کیا ہے کہ اگر مجھے موت کا حادثہ پیش آجائے تو میں تم پر حصین بن نمیر کو خلیفہ بنا دوں گا اللہ کی قسم اگر یہ معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں ایسا ہرگز نہ کرتا، پھر اس کو بلا کر کہا اے بردعۃ الحمار کے بیٹے جس چیز کی میں تم کو وصیت کروں اس

کو یاد رکھنا پھر اس کو حکم دیا کہ جب مکہ میں پہنچے تو تین دن سے پہلے ابن
زبیر سے قتال کرنا، پھر کہا اے اللہ میں نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد اہل
مدینہ کے قتال سے کسی اور کام کو زیادہ پسند نہیں کیا اور آخرت میں جس
کام پہ ثواب زیادہ ملے گا وہ کام میرے نزدیک یہی ہے، اگر اس کے بعد آپ
نے مجھے دوزخ میں ڈالا تو میں بدبخت ہوں پھر وہ مرگیا خدا اس کا برا کرے۔
پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یزید بن معاویہ کو موت دی جبکہ ربیع الاول کی
چودہ راتیں گذر گئی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ان کی اُمید کے مطابق
کوئی نفع نہ دیا بلکہ قاہر نے ان پر قہر کیا اور ان سے ملک واپس لے لیا جیسا
کہ اُس نے اوروں سے لے لیا تھا اور حصین بن نمیر لشکر لے کر مکہ کی طرف
روانہ ہوا اور محرم شریف ختم ہونے سے چار دن یا سات دن باقی رہ گئے
تھے کہ وہاں پہنچ گیا۔ اور ابن زبیر کے ساتھ اہل مدینہ کی باقی ماندہ جماعتیں
بھی مل گئیں اور نجدہ بن عامر الحنفی بھی مع اپنی جماعت کے ابن زبیر کے
ساتھ مل گیا تاکہ اہل شام کو بیت اللہ پر حملہ کرنے سے روکیں، اور حصین
بن نمیر نے مکہ کے باہر نزول کیا اور ابن زبیر اہل مکہ وغیرہ کے ساتھ اس کی
طرف گئے اور شدید جنگ لڑے۔ منذر ابن زبیر اور ایک مرد اہل شام
کا آپس میں مقابلہ ہوا اور ایک دوسرے کو قتل کیا، اور اہل شام نے اہل
مکہ پر بہادرانہ حملہ کیا، جس سے اہل مکہ کو ہزیمت ہوئی، اور عبداللہ بن زبیر
کا خچر پھسل گیا پھر اس پر مسعود بن مخرمہ اور مصعب بن عبدالرحمان بن عوف
اور ایک دوسرے گروہ نے حملہ کیا۔ پس آپس میں دونوں گروہ لڑتے رہے
حتیٰ کہ سوائے ابن زبیر کے باقی تمام لڑتے رہے، پھر ابن زبیر نے ان کو حملہ
سے روک دیا، یہاں تک کہ رات ہوگئی پھر اس سے پھرے اور محرم کا

باقی مہینہ اور صفر کا سارا مہینہ لڑتے رہے، جب ربیع الاول کی تین سنیچر کا دن ۶۴ھ تھا تو منجنیق نصب کر کے کعبہ پر آگ پھینکی گئی، یہاں تک کہ کعبہ کی دیواریں ہفتہ کے دن جل گئیں۔ ھذا قول الواقدی۔ وھم یقولون ۔

خطارہ مثل الفتیق المزبد ترمی بہا جدران ھذا المسجد

ترجمہ ۔ اس کے گوپھن ہوشیلے بادشاہ کی طرح

جن سے اس مسجد کی دیواروں کو مارا جاتا تھا

اور عمر بن حوطہ سدوسی کہتا تھا ۔

کیف تری صنیع ام فروہ تاخذھم بین الصفا والمروہ

ترجمہ ۔ ام فروہ گوپھن کا حال تو نے دیکھا تھا ۔

کہ ان کو صفا اور مروہ سے پکڑتی تھی ۔

ام فروہ اسم المنجنیق ۔ البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۲۵

(۱۱) امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، نے یزیدی فوج کی کعبہ پر سنگ باری اور اس کو جلانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

ثم سار جیشہ ھذا الی قتال ابن الزبیر، فرموا الکعبۃ بالمنجنیق واحرقوھا بالنار ۔

فای شیٔ اعظم من ھذہ القبائح التی وقعت فی زمنہ ناشئۃ عنہ وھی مصداق الحدیث السابق ۔ لا یزال امر امتی قائماً بالقسط حتی یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید

(الصواعق المحرقہ ص ۲۲۲

اللہ تعالیٰ نے "بیت الحرام" کو مبارک، ہدیٰ للعالمین، اور مقام امن۔

فرمایا ہے اور وہ اسلامی شعائر میں سے ایک شعار جس کی آس پاس کی دھرتی حرم ہے اور حرم کے درخت کے سائے میں بیٹھنے والے جنگلی جانور کو ڈرا کر اس کی جگہ پر سائے میں بیٹھنا منع ہے، جب اسلام نے حرم کے جنگلی جانوروں کو یہ تحفظ عطا کیا ہے تو وہاں کے انسانوں کا مقام کیا ہوگا؟ مگر یزید کی فوج بے اوج نے مکۃ المکرمہ پر پتھر برسائے، کعبۃ اللہ پر آگ پھینک کر اس کی چھت مبارک اور پردہ مقدس کو جلا دیا تھا، فدیہ سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے سینگ جلا دیئے گئے تھے، اچانک یزید کے کیفر کردار کو پہنچ جانے کی خبر آئی اور یزیدی لشکر، حرم محترم، مکۃ المکرمہ اور خانہ خدا کا محاصرہ اٹھا کر چل دیا۔

---

۱ حضرت عبداللہ بن عمر، مجاہد، قتادہ اور سُدی نے فرمایا آسمان و زمین کی پیدائش کے زمانہ میں پانی کی سطح پر سب سے اول کعبہ کا مقام ظاہر ہوا شروع میں یہ سفید جھاگ تھے (جو منجمد ہو گئے تھے) زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل اسکی تخلیق ہوئی تھی پھر اسی کے نیچے سے زمین پھیلائی گئی۔

۲ امام زین العابدین "علیہ وعلی آبائہ السلام" فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے ایک مکان بنایا جس کا نام بیت المعمور ہے اور آسمان کے فرشتوں کو اس کے طواف کرنے کا حکم دیا۔ پھر زمین پر رہنے والے فرشتوں کو فرمایا کہ تم بھی بیت المعمور کی طرح زمین پر ایک مکان بناؤ۔ فرشتوں نے حسب الحکم کعبہ کی تعمیر کی اور بحکم رب ذوالجلال اسکا طواف کیا۔

۳ بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے فرشتوں نے کعبہ کی تعمیر کی تھی اور اسکا حج کیا کرتے تھے حضرت آدم علیہ السلام نے حج کیا تو فرشتوں نے کہا تمہارا حج مبرور (مقبول) ہے، (وغیرہ من الروایات) "بکۃ" کا معنی ہے اژدھام۔ مکہ میں ایام حج میں لوگوں کی بھیڑ ہوتی ہے اس لئے اسکو بکہ کہتے ہیں۔ اور مکہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ "مک" کا معنی ہے پانی کی قلت۔ تفسیر مظہری ج ۲ ص ۹۲، خازن ج ۱ ص ۲۷۵

سیرت حلبیہ اردو ج ۱ ص ۵۲

۱۲ ص ۱۲۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آٹھواں باب

القول السدید

مقامِ شہیدِ کربلا و اہلِ بیتِ اطہار

ولادت امام حسین رضی اللہ عنہ

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ۵ شعبان المعظم ۴ھ کو ہوئی

ولادت شریف کے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لعاب دہن سے آپ کی تحنیک فرمائی اور آپ کے کانوں میں بذات اقدس اذان واقامت کہی۔ اور اپنا لعاب دہن آپ کے دہن مبارک میں ڈالا، اور ساتویں دن ایک دُنبہ ذبح کر کے عقیقہ کیا، اور آپ کا نام حسین رکھا اور حکم فرمایا کہ سر مبارک منڈوا کر بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی جاوے۔ فضائل صحابہ واہلبیت ص ۲۱۳ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴۹ و ص ۱۵۰،

ام الفضل کا خواب

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئیں۔ یا رسول اللہ آج رات میں نے بُرا خواب دیکھا ہے۔ فرمایا وہ کیا ہے؟ عرض کیا۔ کہ سخت ہے فرمایا کیا ہے؟ عرض کیا کہ آپ کے جسم انور کا ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھا گیا ہے، آپ نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشاء اللہ فاطمہ لڑکا جنے گی جو تمہاری گود میں ہوگا۔ پس حضرت فاطمہ نے حسین کو جنا اور وہ میری گود میں تھے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو میں نے حسین کو اُٹھا کر آپ کی گود مبارک میں رکھ دیا۔ میری توجہ اِدھر اُدھر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا بات ہے؟ فرمایا، جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھے بتایا کہ عنقریب میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کر دے گی۔ میں نے کہا انہیں، فرمایا ہاں انہیں۔ اور میرے پاس

اس جگہ کی مٹی لائے جو سُرخ ہے، مشکوٰۃ صـــ۵۷۲ـــ۔

اس حدیث سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، امت کے خوابوں کی حقیقت کو جانتے ہیں۔

(۲) آپ کی بشارت و تعبیر کے مطابق حضرت فاطمہ کو اللہ تعالیٰ نے بچہ عطا فرمایا۔

(۳) امام حسین کے مصائب کو یاد کرکے رونا سُنت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

(۴) حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین کی شہادت اور اُنکی قتل گاہ و قاتلوں سے باخبر تھے۔

امام حُسین کا حلیہ مُبارک

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حسن سینے سے سر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اور حسین اس سے نیچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہیں۔ مشکوٰۃ صـــ۵۷۱ـــ ترمذی ج ۲ صـــ۲۱۸ـــ۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ صـــ۱۵۰ـــ

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حسن بن علی سے زیادہ مشابہت رکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ اور حضرت حسین کے متعلق بھی فرمایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ مشکوٰۃ صـــ۵۶۹ـــ۔ بخاری ج ۱ صـــ۵۳۰ـــ

(۳) زبیر بن بکار نے کہا کہ محمد بن ضحاک نے مجھے بتایا کہ امام حسن کا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے مشابہ تھا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کا جسم مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسد انور سے مشابہ تھا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ صـــ۱۵۰ـــ۔

(۴) حضرت انس سے روایت ہے کہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین کا سر مبارک لایا گیا۔ تو طشت میں رکھا گیا۔ وہ چھیڑنے لگا اور آپ کے حسن پر نکتہ چینی کی، حضرت انس کا بیان ہے کہ میں نے کہا، اللہ کی قسم یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے ہیں۔ مشکوٰۃ ص ۵۷۲ بخاری ۔ ج ۱ ص ۵۳۰ ۔ ترمذی ۔ ج ۲ ص ۲۱۸ ۔

(۵) ترمذی کی روایت میں ہے کہ میں (یعنی انس) ابن زیاد کے پاس تھا کہ حضرت حسین کا سر مبارک لایا گیا۔ تو وہ چھڑی ان کی ناک مبارک پر مارنے لگا اور کہا کہ میں نے ایسے حسن والا کوئی نہیں دیکھا۔ میں نے کہا معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ (ترمذی ۔ ج ۲ ص ۲۱۸ مشکوٰۃ ص ۵۷۲ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۰)

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن بے مثال کا نمونہ تھے! حسنین کریمین کے آئینہ جسد میں محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کے حسن و جمال کی مکمل تصویر نظر آتی تھی

بی بی فاطمہ کی لوری ہے انت شبیہ بابی ⁂ لست شبیہا بعلی

شیخ الاسلام، مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ نے کیا خوب منظر کشی کی ہے ؎

معدوم نہ تھا سایۂ شاہ ثقلین ⁂ اس نور کی جلوہ گہ تھی ذات حسنین
تمثیل نے اس سایۂ کے دو حصے کئے ⁂ آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین

نواسے بھی اور بیٹے بھی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم

ثم نبتهل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین (۳/۶۱)

ترجمہ: پھر اے محبوب جو آپ سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں۔ بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا تو ان سے فرما دو آؤ، ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر سنائی اور نصاریٰ نجران کو مباہلہ کی دعوت دی، تو وہ کہنے لگے ہم مشورہ کر لیں اور کل جواب دیں گے ..... مشورہ ہونے کے بعد وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ آپ کی گود مبارک میں امام حسین ہیں اور دست مبارک میں امام حسن کا ہاتھ اور سیدہ فاطمہ و حضرت علی آپ کے پیچھے ہیں (صلی اللہ علی نبینا و علی الہ وبارک وسلم) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سب سے فرما رہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ نجران کے سب سے بڑے پادری نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا۔ اے جماعت نصاریٰ میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے پہاڑ کو ہٹا دینے کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو جگہ سے ہٹا دے گا ان سے مباہلہ نہ کرنا۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔ یہ سن کر نصاریٰ نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ نجران والوں پر عذاب قریب آہی چکا تھا، اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ کر دیئے جاتے اور ایک سال کے عرصہ میں تمام عیسائی ہلاک ہو جاتے۔ خزائن العرفان ص ۹۲ تفسیر عثمانی ص ۷۵

* دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۳۵۴ تا ص ۳۵۵

تفسیر حسینی ص ۱۲۰ ، خازن و مدارک ج ۱ ص ۲۵۸ و کشاف ج ۱ ص ۳۶۸ تفسیر گوڑ گانوی ، غیر مقلدین ص ۶۹ ، عظمت صحابہ و اہلبیت ص ۱۰۶ از مولوی اسمعیل دہلوی ۔

(۱) اراد بالابناء الحسن والحسین ۔ تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۵۸ *

(۲) امام المفسرین علامہ فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اس آیت کے تحت ارقام فرمایا ہے ۔

یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضرات حسنین علیہما السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے تھے ، حضرت نے وعدہ فرمایا کہ اپنے بیٹوں کو مباہلہ کے لئے بلائیں گے ۔ پھر آپ نے حسنین کو بلایا سو ضروری ہوا کہ یہ دونوں سرکار کے (بھی) بیٹے ہوں ۔

(تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۷)

(۳) حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی ، فاطمہ حسن اور حسین کو بلایا اور کہا ، اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ، مسلم ج ۲ ص ۲۸۳ مشکوۃ ص ۵۶۸ ۔

نواب صدیق غیر مقلد نے لکھا ہے کہ ، آل سے مراد بنی ہاشم ہیں جن پر صدقہ حرام ہے ، بالخصوص اولاد فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اور درود شریف میں جہاں کہیں بھی آل کا لفظ آیا ہے اس سے مراد بھی یہی لوگ ہیں نہ کہ تمام صالحین اُمت (مسک الختام ج ۱ ص ۸)

(۴) حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ ایک رات میں بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا ، آپ تشریف لائے تو کوئی چیز آپ کو لپٹی ہوئی تھی جب میں اپنی معروضات سے فارغ ہوا تو عرض کیا حضور ! یہ کیا

چیز پٹی ہوئی ہے۔ آپ نے اسے کھولا تو آپ کے دونوں رانوں پر حسن
اور حسین تھے فرمایا! یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں
اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ، اور جو ان
سے محبت رکھے اس سے بھی محبت رکھ، ترمذی ۔ج ۲ ص ۲۱۷ مشکوٰۃ ص ۵۷۰

آیت ۲: قولہ تعالیٰ۔ ونوحا ھدینا من قبل ومن ذریتہ
داود وسلیمان....... وزکریا ویحیٰی وعیسیٰ (۱۲ الانعام آیت ۸۴-۸۵)

ترجمہ: اور ہدایت دی ہم نے نوح کو پہلے سے اور اس کی
اولاد میں سے داود کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ
کو اور ہارون کو اور اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو
اور زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو سارے نیکوں سے تھے

(۱) یحییٰ بن یعمر خراسان میں رہتے تھے۔ وہاں کے لوگوں کو بیان
کرتے تھے۔ کہ حضرات حسنین علیہما السلام، حضرت رسول کریم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں، اس واقعہ کو اتنی شہرت ہوئی کہ عراق میں حجاج
کو معلوم ہوا تو اس نے خراسان کے گورنر قتیبہ بن مسلم کو لکھا کہ میرے پاس
یحییٰ بن یعمر کو گرفتار کر کے بھیج دو، جب وہ آئے تو حجاج نے ان سے
کہا کہ اگر تم اپنے دعویٰ کی مظبوط دلیل نہیں دو گے تو میں تمہارا اسر اڑا
دوں گا۔ اس پر یحییٰ نے سورہ انعام کی مندرجہ بالا آیت پڑھی اور
کہا، حضرت عیسیٰ، حضرت نوح کی کتنی پشتوں کے بعد پیدا ہوئے
ان کو اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کی اولاد فرمایا ہے، اور حضرات حسنین
رضی اللہ عنہما تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں پیدا

ہوئے آپ کی گود مبارک میں رہے ہے، وہ کیوں نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہوں گے۔ اس پر حجاج بولا تم نے ایسی دلیل پیش کی، جس سے تمہاری جان بخشی کی جاتی ہے۔ بخدا میں نے یہ آیت تو پڑھی مگر مطلب نہیں سمجھا (بحوالہ ماہنامہ السعید سید الشہداء نمبر ۱۹۹۵ء) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۵۸

(۲) ابن خلکان نے لکھا ہے کہ یحییٰ کا یہ استنباط عجیب و غریب اور نادر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، کیسی اچھی بات ظاہر کی اور کیا باریک نکتہ نکالا۔ تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۲۲۷، مرآۃ الجنان ج ۱ ص ۲۷۱

(۳) مفسر شہیر علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر ج ۲ ص ۱۵۸ پر ارقام کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اولاد ابراہیم یا بقول دیگر حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں ذکر کرنے سے اس پر دلالت ہے کہ بیٹیوں کی اولاد بھی انسان (نانا) کی اولاد میں داخل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ان کی ماں مریم کی وجہ سے بیان کیا ہے، کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے تھے...... نواسے اپنے نانا کی اولاد میں اس دلیل سے داخل ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نواسے سیدنا حسن بن علی کے بارے میں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے تفسیر ابن کثیر تحت آیت ہذا

(۴) غیر مقلدوں کے معتبر رہبر نواب صدیق حسن بھوپالی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے۔

اس آیت میں اس پر دلیل ہے کہ ماں کی طرف سے بھی نسب ثابت ہوتا ہے، کیونکہ عیسیٰ السلام کو نوح علیہ السلام کی اولاد شمار کیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے صرف ماں کی وجہ

سے ملتے ہیں۔ (فتح البیان تحت آیت ہذا)

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کے اہلِ بیت میں سے آپ کو سب سے پیارا کون ہے فرمایا! حسن اور حسین آپ حضرت فاطمہ سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس لاؤ، پس ان کی خوشبو سونگھتے تھے۔ اور انہیں اپنے ساتھ لپٹا لیا کرتے تھے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸ مشکوٰۃ ص ۵۷۱ جامع صغیر ج ا ص ۱۱ الالاخیر

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے حسن و حسین سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ ابن ماجہ ص ۱۳۔

(۷) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ حسن و حسین آئے ان کے اوپر سرخ رنگ کی قمیضیں تھیں وہ گرتے پڑتے چلے آرہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اُترے، دونوں کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھا لیا، پھر فرمایا! اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔ میں نے ان دونوں بچوں کی طرف دیکھا کہ گرتے پڑتے آرہے ہیں تو میں صبر نہ کرسکا اور اپنی بات توڑ کر ان دونوں کو اٹھا لیا۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸ مشکوٰۃ ص ۵۷۱ ابوداؤد نسائی۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۵ و ص ۲۰۶

(۸) حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرے۔ حسین اسباط

میں سے ایک سبط ہیں۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸ مشکوٰۃ ص ۵۷۱، جامع صغیر ج ا ص ۱۵۳
مولوی اسمٰعیل دہلوی نے سبط کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ امام حسین ...... کی
بہت نسل جاری ہوگی۔ (عظمت صحابہ واہلبیت ص ۱۰۳)۔

(۹) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا ..... فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے اور بلاشبہ حسن و
حسین بہشتی جوانوں کے سردار ہیں۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸ مشکوٰۃ ص ۵۷۱ والبدایہ
ج ۸ ص ۲۰۶ عن علی وحسین، وعمرؓ وابن عمرؓ وابن عباسؓ وابن مسعودؓ جامع صغیر ج ا ص

؎ کیا بات رضا اُس چمنستانِ کرم کی ⁂ زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول۔

(۱۰) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کا دروازہ پکڑ کر فرمایا۔ کہ میں نے نبی
کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے، آپ نے فرمایا۔ خبردار۔ تم
میں، میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے، جو اُس میں سوار
ہوگیا، وہ نجات پاگیا اور جو پیچھے رہ گیا ہلاک ہوگیا۔

رواہ احمد۔ مشکوٰۃ ص ۵۷۳

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حسن اور حسین دونوں، دنیا سے میرے پھول ہیں
بخاری۔ ج ا ص ۵۳۰۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸، مشکوٰۃ ص ۵۶۹ و ص ۵۷۰

(۱۲) امام نسائیؒ اور سوید بن سعید نے حضرت ابی سعید خدری سے اور امام احمد
ابو سابط سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت امام حسین، مسجد میں آئے تو جابر
بن عبداللہ نے کہا، جو کوئی، نوجوان جنتیوں کے سردار کو دیکھنا چاہے تو
وہ ان کو دیکھ لے۔ کیونکہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے سنی ہے۔ نسائیؒ۔ البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۰۶

میرا بیٹا حسین (کربلا میں) شہید ہوگا

(۱) اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ میرے بعد میرا بیٹا حسین، سرزمین طف میں شہید کیا جائے گا۔ جبریل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس کی تربت کی یہ مٹی لائے تھے، جہاں انہیں دفن کیا جائیگا۔

(ابنِ سعد، طبرانی کبیر) ماثبت بالسنہ عربی ص۱۰ مترجم ص۲۵

(۲) ام فضل بنت حارث نے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ میری امت کے لوگ عنقریب میرے اس بیٹے حسین کو شہید کریں گے اور ان کی تربت کی سرخ مٹی جبریل میرے پاس لائے۔ ابو داؤد ومستدرک حاکم۔ ماثبت بالسنہ ص۱۱

(۳) ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جبریل نے مجھے اطلاع دی ہے کہ میرا بیٹا حسین سرزمین فرات میں شہید کیا جائیگا۔ میں نے جبریل سے کہا، جس زمین پر وہ قتل کیا جائے گا وہاں کی مٹی لاکر مجھے دکھاؤ، چنانچہ وہ مٹی لائے اور کہا ملاحظہ فرمائیے۔ ان کی شہادت گاہ کی مٹی ہے۔ (ابن سعد) دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۶۸ بیہقی

(۴) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ میرا بیٹا حسین سرزمین عراق کے مقام کربلا میں شہید کیا جائے گا۔ لھذا اس وقت جو کوئی موجود ہو وہ حسین کی مدد کرے۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۹۹) دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۵۵۴ اس روایت کو علامہ بغوی ابن سکن۔ ماوردی، ابن مندہ اور ابن عساکر نے بھی انس بن حارث بن منبہ راوی کے ذریعہ تحریر کیا ہے۔ (ماثبت بالسنہ ص۱۱ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۵

(۵) ام المومنین بی بی ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جبریل نے مجھے اطلاع دی ہے کہ میرے اس فرزند حسین کو میرے بعض امتی شہید کریں گے۔ قاتلین پر اللہ تعالیٰ کا شدید قہر و غضب نازل ہوگا۔ ابن عساکر۔ ماثبت بالسنہ ص۱۱

(۶) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ جبریل نے آکر مجھے بتایا ہے کہ میری امت کے کچھ افراد میرے بیٹے حسین کو شہید کریں گے اور میرے مطالبہ پر جبریل نے ان کی تربت کی سرخ مٹی لاکر مجھے دکھائی (طبرانی کبیر ماثبت بالسنہ ص۱۱

(۷) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تعجب خیز خبر یہ ہے کہ میرے پاس ابھی ابھی فرشتہ آیا۔ جو پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا، کہ آپ کے اس بیٹے (حسین) کو قتل کیا جائے گا، اگر آپ فرمائیں تو میں اُنکی تربت کی مٹی دکھا دوں، اتنا کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور سرخ مٹی لاکر مجھے دکھائی۔ طبرانی کبیر ماثبت بالسنہ ص۱۱

(۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ قاتل و ملعون یزید کو اللہ تعالیٰ برکت نہ دے، کیونکہ اس نے میرے پیارے بیٹے حسین کے ساتھ بغاوت کی اور انہیں شہید کرایا، حسین کی تربت کی مٹی میرے پاس لائی گئی اور مجھے ان کا قاتل بھی دکھایا گیا اور جتایا گیا کہ جن کے روبرو حسین قتل کئے جائیں گے وہ ان کی مدد نہ کریں گے اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک عام عذاب مسلط کر دیا ہے۔ (ابن عساکر۔ ماثبت بالسنہ ص۱۱)

(۹) ام الفضل بنت الحارث سے روایت ہے کہ (ام الفضل نے کہا) کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت حسین کو لے کر گئی اور میں

نے انھیں آپ کی آغوش اطہر میں دیدیا، میں نے دیکھا کہ چشماں مبارک سے آنسو بہ رہے ہیں، اور آپ نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے یہ خبر دی کہ میری اُمت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی۔ جہاں یہ قتل ہوں گے اس مقام کی سرخ مٹی بھی جبرئیل میرے پاس لے کر آئے خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۵۔

(۱۰) حضرت مولی علی مرتضیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، جبریل نے مجھے اطلاع دی ہے کہ حسین دریائے فرات کے ساحل پر شہید کئے جائیں گے۔ رواہ ابن سعد، ماثبت بالسنہ ص ۱۰، جامع صغیر ج ۱ ص ۱۳۔

(۱۱) بی بی ام سلمہ سے مروی ہے کہ جبریل نے قتل گاہ حسین کی مٹی مجھے دکھائی، حسین کے خون بہانے والے پر اللہ تعالیٰ کا شدید غضب نازل ہوگا۔ اس کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مجھے بے حد حُزن و ملال ہے کہ میری اُمت میں کون ایسا ہوگا۔ جو میرے بعد حسین کو شہید کرے گا۔ ابن سعد۔ ماثبت بالسنہ ص ۱۱

(۱۲) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ پہلے میرے پاس جبریل کھڑے تھے، پھر کہا دریائے فرات کے ساحل پر حسین قتل کئے جائیں گے، اگر آپ کہیں تو میں آپ کو ان کی تربت کی مٹی سونگھاؤں؟ میں نے کہا سونگھا دیجئے، اس پر انہوں نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور مٹھی بھر مٹی لاکر میرے حوالہ کردی اس نوبت پر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔
حضرت علی۔ ابی اُمامہ، انس، اور حضرت عائشہ صدیقہ

کے حوالہ سے مندرجہ بالا روایت احمد، ابو یعلی، ابن سعد اور طبرانی نے لکھی ہے۔ ماثبت بالسنۃ ص۱۱

(۱۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام کرنے کیلئے لیٹے۔ پھر آپ ایسے حال میں بیدار ہوئے کہ غمگین تھے اور آپ کے ہاتھ مبارک میں سرخ مٹی تھی، جسے آپ الٹ پلٹ رہے تھے، میں نے عرض کیا

یا رسول اللہ! یہ کیسی مٹی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جبریل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ حسین سرزمین عراق میں قتل ہوں گے اور یہ اسی جگہ کی مٹی ہے۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۵

(۱۴) حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن و حضرت حسین میرے مکان میں کھیل رہے تھے، کہ جبریل علیہ السلام آگئے اور کہا۔

یا رسول اللہ! آپ کی امت آپ کے بعد آپکے اس فرزند کو قتل کرے گی اور حضرت حسین کی طرف اشارہ کیا، آپ کے پاس جبریل اس جگہ کی مٹی لائے، آپ نے اسے سونگھا اور فرمایا کرب اور بلا کی بو ہے اور آپ نے فرمایا اے ام سلمہ! جس وقت یہ مٹی خون ہو جائے تو جان لینا کہ میرا بیٹا حسین قتل ہو گیا ہے۔ ام سلمہ نے اس مٹی کو ایک شیشی میں رکھدیا۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۵، تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۲۶)

ابن حبان ج ۹ ص ۲۶۲ وفی روایۃ الملا وابن احمد فی زیادۃ المسند، قالت ثم ناولنی کفا من تراب احمر وقال ان ھذا من تربۃ الارض التی یقتل بھا فمتی صار دما فاعلمی انہ قد قتل قالت ام سلمۃ فوضعتہ فی قارورۃ عندی وکنت اقول ان یوما یتحول فیہ دما لیوم عظیم

وفی روایۃ عنہا فاصبتہ یوم قتل الحسین وقد صار دما وفی اخری ثم قال یعنی جبرئیل الا اریک تربۃ مقتلہ فجاء بحصیات فجعلہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قارورۃ قالت ام سلمۃ فلما کانت لیلۃ قتل الحسین سمعت قائلا یقول۔ ایہا القاتلون جہلا حسینا قالت فبکت وفتحت القارورۃ فاذا الحصیات قد جرت دماء" الصواعق المحرقہ ص ۱۹۳

(۱۵) ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت حسین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، اس وقت آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر جلوہ گر تھے، اور آپ کے پاس جبریل امین بھی موجود تھے، حضرت جبریل نے کہا ان کو آپ کی امت قتل کرے گی اگر آپ چاہیں تو میں اُس زمین کے بارے میں بھی بتا دوں، جہاں یہ قتل ہوں گے، اس نے ہاتھ مارا اور آپ کو سُرخ مٹی دکھلائی اور عراق کی جانب اشارہ کیا۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۵ و ص ۱۲۶

مولیٰ علی اور میدان کربلا

(۱) یحیٰ حضرمی سے روایت ہے کہ وہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ صفین گئے۔ نینوی کے بالمقابل آپ نے فرمایا۔ اے ابو عبد اللہ! کنارہ فرات پر ٹھہر جاؤ، میں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے بتایا حسین فرات کے کنارے پر قتل کئے جائیں گے اور اس جگہ کی مٹی بھی مجھے دکھلائی۔

(۲) اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضرت علی کے ساتھ

حضرت حسین کی قبر کی جگہ پر آئے۔ تو حضرت علی نے فرمایا۔ اس جگہ ان کے اونٹ اتریں گے۔ اس جگہ ان کے کجاوے رکھے جائیں گے اور یہ جگہ ان کے خون کے بہنے کی ہے۔ ایک گروہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس جگہ قتل کیا جائے گا۔ اور ان پر آسمان و زمین روئیں گے۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۵۸۲، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۶)

(۳) یحییٰ حضرت علی کے ساتھ صفین جا رہے تھے جب نینویٰ میں پہنچے تو حضرت علی نے کہا۔ اے ابو عبداللہ ذرا فرات کے ساحل پر رکئے! اس نے عرض کی کیا بات ہے؟ فرمایا میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ اشکبار تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیونکر آبدیدہ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ ابھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس سے گئے ہیں۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ حسین فرات کے ساحل پر شہید ہوں گے۔ اس نے کہا قتل گاہ کی مٹی سونگھنا چاہتے ہو چنانچہ اس نے مشت بھر خاک مجھے دی اور میرے آنسو بے ساختہ جاری ہو گئے (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۹)

(۴) محمد بن سعد نے عامر شعبی سے اس جیسی روایت کی ہے (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۹)

(۵) محمد بن سعد وغیرہ نے متعدد اسانید سے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ وہ صفین جاتے ہوئے مقام کربلا میں تمے کی بیلوں کے پاس سے گذرے تو اس مقام کا نام دریافت کیا۔ بتایا گیا۔ کربلا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کرب و بلا رنج و غم اور درد و دکھ، پھر آپ نے سواری سے اتر کر وہاں حنظل کی بیل کے پاس نماز پڑھی اور فرمایا یہ شہیدوں کا مقتل ہے ۔ــــ یہ صحابہ کرام کے علاوہ سب سے افضل شہید ہوں گے اور جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ آپ نے ایک مخصوص

مقام کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے اس پر نشان لگا دیا۔ چنانچہ حضرت
حسین اسی مقام پر شہید ہوئے (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۹۹)

(۶) ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی صفین جاتے ہوئے
کربلا سے گذرے، جب فرات کے کنارے پر نینوی میں پہنچے، رک گئے
اور اس زمین کا نام پوچھا۔ بتایا گیا۔ کربلا۔ تو آپ اتنا روئے کہ آپ کے
آنسو سے زمین تر ہوگئی پھر فرمایا۔ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ گریہ کناں تھے! میں نے عرض کیا حضور!
کیوں اشک بار ہیں؟ فرمایا۔ ابھی ابھی جبرئیل خبر دے گئے ہیں کہ آپ
کا بچہ حسین فرات کے کنارے پر کربلا میں شہید ہوگا۔ جبریل نے اس
جگہ کی مٹی بھی مجھے سونگھائی ہے اور میرے آنسو بے ساختہ جاری
ہوگئے ہیں۔ (صواعق محرقہ ص ۱۹۳)

(۷) روی الملا ان علیا مر بقبر الحسین فقال ھنا مناخ رحالھم
وھنا مھراق دمائھم فتیۃ من آل محمد یقتلون بھذہ العرصۃ تبکی
علیھم السماء والارض۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۹۳ ترجمہ)

قاتل کی علامت

ابن عساکر نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ اور ام فضل زوجہ حضرت عباس رضی اللہ عنہم
کے حوالہ سے اور ابن سعد نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے وسیلہ
سے اور ابو یعلی نے ام المؤمنین حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) کے ذریعہ
سے یہ روایات قلم بند کی ہیں کہ سرکار نے فرمایا! گویا میں وہ چتکبرا کتا دیکھ
رہا ہوں جو میرے اہلبیت کا خون پی رہا ہے۔ ابن عساکر۔ ماثبت بالسنۃ ص ۱۱

دین خدا کے اکمل حامل حسین کا، چتکبرا موذی ہوگا قاتل حسین کا۔ (غازی ادیبی)

(۴) محمد بن عمرو بن حسن سے مروی ہے کہ ہم لوگ، حضرت حسین کے ساتھ کربلا کی نہر کے پاس تھے، آپ نے شمر بن ذی الجوشن کو دیکھا اور فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں کبرے کتے کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ میرے اہل بیت کا خون پی رہا ہے، شمر ملعون مبروص تھا (یعنی کبرا تھا) خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۵ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۸ حیاۃ الحیوان ج ۲ ص ۱۸۷ ارد ۱۴۷

امام پاک کا بدلہ

(۱) حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی بھیجی اور فرمایا کہ میں نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے عوض ستر ہزار آدمیوں کا قتل مقدر کیا تھا۔ اور آپ کے نواسے کے عوض ستر ہزار اور ستر ہزار (ایک لاکھ چالیس ہزار) کا قتل مقدر کرتا ہوں۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۱، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۶ کنز العمال ج ۱۲ ص ۵۸

(۲) سیدہ زینب بنت جحش سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی مجھے بتایا ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا کے قتل کے عوض ہم نے ستر ہزار لوگوں کو قتل کرایا تھا۔ اور آپ کے نواسے کے بدلے ستر ہزار ضرب ستر ہزار قتل کراؤں گا۔ حاکم، مستدرک مرفوعاً وصححہ۔ فیض الباری ج ۴ ص ۶۹

دفی ھامشہ ھذا حدیث صحیح الاسناد، قال الذھبی صحیح علی شرط مسلم ۱۲ السعیدی القادری غفرلہ،

علامہ ابن کثیر نے ارقام فرمایا ہے کہ "وہ روایات وآثار جو قاتلین حسین کے بارے میں منقول ہیں، وہ اکثر وبیشتر صحیح ہیں، کاروان حسین

کا کوئی قاتل بھی ناگہانی قتل و آفت اور مصیبت سے نہ بچ سکا۔ بعض ان میں سے مختلف امراض و مصائب میں مبتلا رہے اور اکثر دیوانے اور پاگل ہو گئے۔ البدایہ ج ۸ ص ۲۰۱ و ص ۲۰۲

شہادت کا سن و دن

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضرت حسین ۶۱ھ کی ابتدا میں قتل کئے جائیں گے۔ اس روایت کو طبرانی نے اپنی کبیر میں تحریر کیا ہے ماثبت بالسنہ ص ۱۲ مترجم ص ۲۷

(۱) شہادت حسین کا سانحہ بروز جمعہ ۱۰ محرم ۶۱ھ میں واقع ہوا ...... یہ قول صحیح و درست ہے آپ عراق کی زمین کربلا میں شہید ہوئے۔ ۵۷ سال کی عمر میں۔ یا معمولی کمی و بیشی کا البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۸، صواعق محرقہ ص ۱۹۳

وقت شہادت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ کے سر مبارک کے بال اُلجھے ہوئے اور گرد آلود تھے، اور آپ پریشان تھے ہاتھ مبارک میں ایک خون کی شیشی تھی، ابن عباس نے عرض کی یہ کیا شئی ہے؟ فرمایا حسین اور ان کے اصحاب کا خون ہے، آج اول دن سے میں اس خون کو جمع کر رہا ہوں، جس دن ابن عباس نے یہ خواب دیکھا وہ دن یاد رکھا، جس دن حسین شہید ہوئے وہی دن نکلا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۱

مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۲، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۶ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۰ عن الامام احمد۔ وابن ابی الدنیا۔ وھابی مکتبہ فکر کے سردار مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ۔ اس حدیث

قال ابو معشر (?) قتل الحسین یوم الجمعۃ یوم عاشوراء سنۃ احدی و ستین، و لہ اربع و خمسون سنۃ و ستۃ اشہر و نصف شہر و ھکذا قال اللیث و ابو بکر بن عیاش و الواقدی و الخلیفۃ بن خیاط و ابو معشر و غیر واحد انہ قتل یوم عاشوراء عام احدی و ستین و زعم بعضھم انہ قتل یوم السبت۔ والاول اصح البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۱

سے معلوم ہوا کہ امام حسین کے شہید ہونے سے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے روح مبارک کو کمال تشویش ہوئی اور گھبرا گئے اور یہاں
جو حضرت امام پر رنج اور تکلیف ہوئی اس کا حال دریافت کر کے عالم ار[واح]
میں حضرت کو رنج ہوا اور مغموم ہوئے۔ تو مسلمان کو چاہیئے کہ جب امام [کا]
حال سنے تو افسوس کرے اور انا للہ وانا الیہ راجعون؟ پڑھے اور جا[نے]
کہ عبیداللہ بن زیاد اور عمر بن سعد اور شمر اور خولی وغیرہ مردوں نے باجازت
یزید پلید کے حضرت امام کو رنج پہنچایا۔ نہایت بری حرکت کی۔ عظمت صحابہ واہلبیت ص۳[۰]

(۲) حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و[سلم]
کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر مبارک اور ریش پاک پر مٹی لگی ہوئی ہے، انہو[ں]
نے خیریت دریافت کی تو سرکار نے فرمایا۔ میں ابھی ابھی حسین کی قتل گاہ موجود تھا۔
مشکوٰۃ شریف ص۵۷۳۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص۱۲۶۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۲۰۰، صواعق المحرقہ ص۱۹۳

شہید زندہ ہیں

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے شہداء اسلام کی صفت [و]
ثنا بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن
لا تشعرون ۵ $\frac{۲}{۱۵۴}$

(ترجمہ) اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو، بلک[ہ]
وہ زندہ ہیں۔ ہاں تمہیں خبر نہیں۔

(۲) ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم
یرزقون ۵ تا و ان اللہ لا یضیع اجر المؤمنین $\frac{۳}{۱۶۹ تا ۱۷۱}$

(ترجمہ) اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کر[و]
بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ رزق پاتے ہیں، خوش ہیں۔

اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہے اپنے پچھلوں کی اور ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے نہ کچھ غم خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا اجر مسلمانوں کا۔

(۳) مَن عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون ہ ۱۶/۹۷

(ترجمہ) جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مومن ہو تو ضرور ہم اسے زندہ رکھیں گے پاکیزہ زندگی کے ساتھ اور ہم انہیں ضرور صلہ دیں گے ان کے بہترین کاموں کا جو وہ کرتے تھے (البیان ص ۳۶۰)

پہلی دو آیات میں حیات شہداء کی صراحت قرآن مجید سے ثابت ہے اور تیسری آیت سے نیک مؤمنین ومؤمنات کی حیات برزخی پر استدلال کیا گیا ہے۔ چنانچہ تفسیر خازن میں ہے کہ " الحیاۃ الطیبۃ تحصل فی القبرلان المؤمن یستریح بالموت من نکد الدنیا وتعبھا (خازن ج ۳ ص ۱۳۲)

سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی جو بفرمان سرکار من وعن پوری ہوئی۔ لھذا آپ کی شہادت اور آپ کے شہید ہونے میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں ہے اور شہید کی حیات جاودانی کی خوشخبری قرآن سے ثابت ہے، سیدنا امام حسین بھی اللہ تعالیٰ کے اس فضل وکرم سے سرفراز ہوئے چنانچہ منہال بن عمرو سے مروی ہے کہ میں دمشق میں تھا، لوگ حضرت حسین کا سر (مبارک) لے جا رہے تھے اور ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا۔ ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا

من ایتنا عجبا۔ تو حضرت امام حسین کے سر مبارک سے آواز آئی۔ اعجب من اصحاب الکهف قتلی و حملی۔ اصحاب کہف سے زیادہ تعجب خیز میرا قتل اور میرے سر کو اٹھا کر لے جانا ہے ۱۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۷ و شرح الصدور ص ۸۸

چشم دید واقعہ

ایک مردِ خدا حج کے ارادے سے بحری جہاز میں سفر کر رہا تھا، جہاز طوفان میں غرق ہو گیا۔

(اُس مردِ خدا نے کہا)، میں ایک تختے پر بیٹھ کر کنارے جا لگا۔ میں کنارے پر جا رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بلند دیوار ہے، جس میں کوئی دروازہ نہیں ہے، دیوار کے پاس ایک درخت تھا، میں درخت پر چڑھ کر اندر داخل ہوا۔ وہاں ایک باغ تھا جس میں رنگ رنگ کے پھول تھے: چمن تھے اور خوبصورت درخت تھے، اس باغ میں نہایت شاندار محلات تھے لیکن آدمی زاد کوئی نہیں تھا، مجھے خیال آیا کہ شاید جنات کا مقام ہے، رات کے وقت ہوا سے کچھ سوار نمودار ہوئے اور محلات میں چلے گئے، اس کے بعد ان کے پاس ہوا سے قسم قسم کے کھانے آنے لگے۔ ان کے سردار نے کہا کہ آج ایک مہمان ہے اس کو بھی کھانا دے دو، چنانچہ ایک خادم میرے پاس کھانا لایا میں نے اس سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ اس نے کہا یہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین ہیں اور ان کے ساتھ دوسرے شہداء ہیں۔ یہ شہداء کا مقام ہے اور یہ لنگر بھی انکا ہے۔ میں نے کہا میں شرف قدمبوسی حاصل کرنا چاہتا ہوں، اس نے کہا میرے ساتھ چلو۔ میں نے جا کر انکی زیارت کی انہوں نے دریافت کیا کہ تم یہاں کیسے آئے ہو، میں نے ماجرا سنایا اور عرض کیا کہ مجھے حج پر پہنچایا جائے۔ انہوں نے فرمایا یہیں رہ جاؤ، میں نے کہا حج سے واپس آکر رہونگا اور مجھے یہاں آنے کی توفیق بھی عطا فرمائیں۔ ابھی حج میں نو دس مہینے باقی تھے۔ میں وہاں رہنے لگا۔ جب حج قریب آیا تو انہوں نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ اسے مکہ معظمہ پہنچا دو

اس نے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہاتھ اُٹھائے
تو میں نے دیکھا کہ مکہ معظمہ میں ہوں، میں نے حج ادا کیا اور حج کے بعد مدینہ منورہ
کی زیارت کیلئے چلا گیا اس کے بعد شہداء کے مقام پر جانے کا شوق ہوا
اس شوق میں رات دن روتا تھا ایک رات روکر سویا۔ جب بیدار ہوا تو اپنے
آپکو شہداء کے مقام پر پایا۔ اور ان حضرات کی زیارت سے مشرف ہوا
جب وہاں رہتے ہوئے کافی مدت گذر گئی تو وطن جانے کیلئے دل میں ملال
پیدا ہوا، جب میری بے چینی زیادہ ہوئی تو انہوں نے ایک آدمی کو حکم دیا
کہ اس کو وطن پہنچا دو۔ چنانچہ اس نے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھا اور تھوڑی
دیر بعد ہاتھ اُٹھا لیا، جب میں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپکو وطن میں پایا۔ مقابیس المجالس جلد سوم ص ۴۶۸

شہادت حسین علیہ السلام کا غم و اثرات

امام احمد، عبدالرحمن بن مہدی
ابن مسلم، عمار سے بیان کرتے
ہیں کہ ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے جنات کو حسین پر روتے اور نوحہ کرتے سُنا
ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۱

(۲) حسین بن ادریس، ہاشم بن ہاشم اپنی والدہ سے یہ ام سلمہ سے نقل
کرتی ہیں۔ کہ ام سلمہ نے کہا کہ میں نے جنات کو حسین پر نوحہ کرتے سُنا ہے
اور وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ ے

ایہا القاتلون جہلاً حسینا ابشروا بالعذاب والتنکیل
کل اھل السماء یدعوا علیکم ونبی مرسل وقبیل
قد لعنتم علیٰ لسان ابن داؤد وموسیٰ وصاحب الانجیل

(ترجمہ) اے ناحق حسین کو قتل کرنے والو، عذاب اور سزا کی بشارت
مبارک ہو، سارے آسمان والے اور نبی، رسول اور قبیلے تم پر بددعا

کرتے ہیں۔ تم پر لعنت کی ابن داؤد اور موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ علیہم السلام نے (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۹۸ و ص ۲۰۱ الصواعق المحرقہ ص ۱۹۳ شواہد النبوۃ ص ۳۰۸)

(۳) اس سند کے علاوہ بھی ام سلمہ سے اور اشعار مروی ہیں۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۰۱)

(۴) ابو نعیم نے حبیب بن ابی ثابت سے روایت کی ہے کہ انہوں نے جنوں سے حضرت حسین پر نوحہ کرتے ہوئے یہ اشعار سُنے۔

مَسَحَ النَّبِیُّ جَبِیْنَہٗ فَلَہٗ بَرِیْقٌ فِی الْخُدُوْدِ
اَبَوَاہُ فِیْ عُلْیَا قُرَیْشٍ وَجَدُّہٗ خَیْرُ الْجُدُوْدِ

(ترجمہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسین کی پیشانی پر ہاتھ مبارک پھیرا ہے، جس سے ان کے رخساروں میں نور دمک اُٹھا ہے۔ ان کے والدین قریش کے اعلیٰ ترین افراد ہیں اور ان کے دادا بہترین دادا ہیں خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۷
مشکوٰۃ ھو النبوۃ ص ۳۰۷

صحرا کو ہے بسایا جس نے نور بنکر ؛ ہنگامہ جسکے دم سے کاشانۂ چمن میں

(۵) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا تو میں نے جنوں کو نوحہ کرتے نہیں سُنا۔ مگر آج کی رات وہ نوحہ کر رہے ہیں۔ یقیناً میرے فرزند حسین قتل کر دیئے گئے ہیں۔ بی بی ام سلمہ نے کنیز کو باہر بھیجا تاکہ معلوم کرے لوگوں نے اس کو بتایا کہ حضرت حسین شہید ہو گئے ہیں۔ اور ایک جنیہ کو یہ نوحہ کرتے سُنا گیا۔

اَلَا یَا عَیْنُ فَابْتَہِلِیْ بِجُھْدٍ وَمَنْ یَّبْکِیْ عَلَی الشُّھَدَاءِ بَعْدِیْ
عَلٰی رَھْطٍ تَقُوْدُھُمُ الْمَنَایَا اِلٰی مُتَجَبِّرٍ فِیْ مُلْکِ عُبَیْدٍ

(ترجمہ) جہاں تک ہو رو خوب اے چشم تر۔ کوئی مثل تیرا نہ پھر بعد ہو، غضب ہے کہ ان ظالموں کے قریب۔ اجل کھینچ لائی ہے شبیر کو خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۷

(۶) محمد بن سعد، محمد بن عبداللہ انصاری سے وہ قرہ بن خالد سے وہ عامر بن عبدالواحد سے وہ شہر بن حوشب سے بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم ام سلمہ کے پاس بیٹھے تھے کسی لونڈی کی آواز سُنی پھر اس نے ام سلمہ کے پاس آکر بتایا کہ حسین شہید ہو گئے ہیں تو آپ نے فرمایا، وہ (یزیدی) یہ کر گزرے اللہ تعالیٰ ان کے گھروں یا قبروں کو آگ سے بھر دے، پھر آپ بیہوش ہو کر گر پڑیں۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۰۱)

(۷) مزیدہ بن جابر حضرمی سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی ماں سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت حسین پر جنوں کو نوحہ کرتے اور یہ شعر پڑھتے سنا ہے۔

اَنْعِیٰ حُسَیْناً هَبَلاً　　　كَانَ حُسَیْناً جَبَلاً

خبر حسین کی شہادت کی سُناتا ہوں۔ جو صبر کرنے میں پہاڑ سے زیادہ تھے

خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۷

(۸) ابن لہیعہ کے واسطے سے ابو قبیل سے روایت ہے کہ جب حضرت حسین شہید ہو گئے اور ان کے سر مبارک کو لوگوں نے ان کے جسم پاک سے جدا کیا اور وہ لوگ پہلی منزل پر بیٹھے، شراب نبیند پی رہے تھے تو ان کے سامنے لوہے کا ایک قلم دیوار میں سے نکلا اور اس نے ایک سطر خون سے لکھی ہے

اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَیْناً　　　شَفَاعَةَ جَدِّهٖ یَوْمَ الْحِسَابِ

(ترجمہ) کیا قتل کیا جنہوں نے حسین پیارے کو۔ ہے کیا اُمید شفاعت انہیں بھی محشر میں (خصائص ج ۲ ص ۱۲۷، البدایہ ج ۸ ص ۲۰۰ شواہد النبوۃ ص ۳۰۸ الصواعق المحرقہ ص ۱۹۴)

(۹) ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔ کہ روم کے علاقہ میں لوگ جہاد کی خاطر

گئے تو ایک گرجا میں یہ شعر تحریر پایا۔ ؎

اترجوا امۃ قتلت حسینا شفاعۃ جدہ یوم الحساب

کیا حسین کے قاتل قیامت کے روز اس کے نانا کی سفارش کے اُمیدوار ہیں؟ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کس نے تحریر کیا ہے تو انہوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل تین سو سال سے لکھا ہوا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۰) الصواعق المحرقہ ص ۱۹۴ مشہور صواعق محرقہ ص ۲۰۱

(۱۰) ابن ہشام، عمرو بن حیزوم کلبی سے وہ اپنی والدہ سے روایت کرتا ہے کہ اس نے یہ غیبی آواز سُنی، لیث اور ابو نعیم کہتے ہیں، بروز ہفتہ یہ آواز سنی، امام حاکم نیسابوری وغیرہ بعض متقدمین کے اشعار قتل امام حسین کے بارے میں نقل کرتے ہیں ؎

جاء وابرسك یا ابن بنت محمد متزملا بدمائہ تزمیلا

وکانما بك یا ابن بنت محمد قتلوا جهارا عامدین رسولا

قتلوك عطشانا ولم یتدبروا فی قتلك القرآن والتنزیلا

ویکبرون بان قتلت وانما قتلوا بك التکبیر والتھلیلا

(ترجمۃ) اے نواسہ رسول! وہ تیرے سر کو خون میں لت پت لائے ہیں۔ (۲) اے نواسہ رسول! آپ کا قتل گویا بر ملا رسول کا قتل ہے (۳) ان لوگوں نے آپ کو پیاسا قتل کیا اور اس قتل میں انہوں نے قرآن اور کلام اللہ کو نظر انداز کر دیا (۴) آپ کے قتل پر وہ نعرہ تکبیر بلند کرتے ہیں دراصل آپ کے قتل کے باعث وہ تکبیر و تہلیل کے قاتل ہیں۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۸

امام حُسین کا قتل گویا رسول کریم اور تکبیر و تہلیل کا قتل ہے۔

(۱۱) بصریۃ الازدیہ سے روایت ہے کہ جب امام حسین شہید ہوئے

تو آسمان سے خون کی بارش ہوئی اور ہم نے صبح کو دیکھا کہ ہماری ہر شئی خون سے بھری ہوئی تھی۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۶، عن البیھقی وابی نعیم، صواعق محرقہ ص ۱۹۴ وفیھا اسمھا نضریۃ الازدیہ

(۱۲) زہری سے روایت ہے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ جس دن امام حسین شہید ہوئے بیت المقدس میں ہر پتھر کے نیچے سرخ خون پایا گیا۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۶، عن البیھقی وابی نعیم۔

(۱۳) ام حبان سے روایت ہے کہ جس روز حضرت حسین شہید کئے گئے تین روز تک ہم لوگوں پر تاریکی چھائی رہی اور ہم لوگوں میں سے کسی نے اپنے زعفران کو ہاتھ نہ لگایا، جس نے اپنے چہرے پر ملا اس کا چہرہ جھلس گیا اور بیت المقدس میں ہر پتھر کے نیچے سرخ خون پایا گیا۔

خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۶ عن البیھقی

(۱۴) جمیل بن مرہ سے روایت ہے کہ جس دن حضرت امام حسین شہید ہوئے لوگوں کو آپ کے لشکر کا ایک اونٹ ملا، لوگوں نے اسے ذبح کیا، اس کا گوشت پکایا تو وہ تلخ، کڑوا ہوگیا، اور کوئی بھی اسے نہ کھا سکا،

خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۶، عن البیھقی

(۱۵) سفیان اپنی دادی سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت حسین شہید ہوئے تو ورس گھاس جل گیا اور گوشت آگ ہوگیا۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۶ عن البیھقی واخرج ابوالشیخ، الا الاخیر۔ صواعق محرقہ ص ۱۹۴

(۱۶) علی بن مسہر اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ جن دنوں سیدنا حسین شہید ہوئے تھے آسمان بہت دنوں تک گرم رہا تھا۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۷، عن البیھقی،

(۱۷) سفیان نے اپنی جدہ سے نقل کیا کہ سیدنا حسین کے قتل میں دو جعفی بھی شریک تھے، ایک کا آلہ تناسل اتنا دراز ہوگیا کہ وہ اسکو لپیٹ لیتا تھا۔ اور دوسرا مشک پانی کی پی جاتا۔ مگر سیراب نہ ہوتا تھا۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۷ عن ابی نعیم۔

اخرج منصور بن عمار ان بعضہم ابتلی بالعطش۔ وکان یشرب راویۃ ولا یروی، وبعضہم طال ذکرہ حتی کان اذا رکب الفرس لواہ علی عنقہ کانہ حبل۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۹۵)

(۱۸) غیر مقلدوں کے سرپرست نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے۔ زمخشری نے ربیع الابرار میں ہند بنت الجون سے نقل کیا ہے کہ حضرت خیمہ ام معبد میں اترے وہ میری خالہ تھی جب سو کر اُٹھے پانی مانگا ہاتھ دھو کر کلی کی، اور ایک درخت عوسج جو پاس خیمے کے تھا اُس کی جڑ میں پانی کلی کا ڈال دیا، صبح کو وہ ایک بڑا جنگی درخت ہوگیا اور بہت بڑا میوہ برنگ ورس ورائحہ عنبر وطعم شہد لایا جو شخص اس کو کھاتا سیر شکم ہوجاتا اور جو کوئی پیاسا ہوتا وہ سیراب ہوجاتا اور بیمار صحت پاتا اور جو شتر وگوسفند اس کی پتی چرتا وہ خوب سا شیر دیتا ہم نے اس کا نام شجرہ مبارکہ رکھا تھا کچھ لوگ جنگل کے آکر اس سے استشفا کرتے اور زاد راہ لے جاتے ایک دن کیا ہوا کہ اس کے پھل گر گئے اور پتی چھوٹی ہوگئی ہم گھبرائے، ہم کو حضرت کے انتقال کی خبر ملی، پھر وہ بعد تیس برس کے از پا تا سر خار دار ہوگیا نہ پھل تھا نہ تازگی معلوم ہوا کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ مقتول ہوئے پھر اس دن سے اس میں پھل نہ لگا ہم اس کے پتوں سے نفع لیتے، ایک دن اس کی ساق سے خون سرخ بہنے لگا اور پتے مرجھا گئے ہم اس

فکر و رنج میں تھے کہ اتنے میں خبر قتل حسین بن علی کے آئی پھر وہ درخت سوکھ کر جاتا رہا۔ الشمامۃ العنبریہ صہ ۳۵ و صہ ۳۶ مطبوعہ ۱۳۰۵ھ

(۱۹) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ ام سلمہ کو میدان کربلا کی مٹی و کنکریاں دیں اور فرمایا جب یہ خون بن جائیں تو جان لینا کہ حسین شہید کر دیئے گئے ہیں۔ بی بی نے فرمایا کہ میں نے یوم شہادت امام حسین ان کو دیکھا تو وہ واقعی خون بن چکی تھیں (الصواعق المحرقہ صہ ۱۹۳)

(۲۰) جب آپ کی شہادت واقع ہوئی تو دنیا میں سات دن تک اتنا اندھیرا رہا کہ دیواروں پر دھوپ کا رنگ زعفرانی رہا اور ستارے ایک دوسرے پر ٹوٹ کر گرتے رہے۔ صواعق المحرقہ صہ ۱۹۴ عن عثمان بن ابی شیبہ، تاریخ الخلفا صہ ۱۵۸ و ماثبت بالسنہ صہ ۱۵

(۲۱) آپ کی شہادت کی وجہ سے آسمان سرخ ہوگیا۔ سورج کو گہن لگ گیا دوپہر کو ستارے چمکنے لگے، لوگوں نے قیامت قائم ہونے کا گمان کر لیا۔ ملک شام کا جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون نظر آتا۔ صواعق محرقہ صہ ۱۹۴

(۲۲) علامہ ابن جوزی نے حضرت ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ تین دن دنیا ظلمت کدہ بن گئی پھر آسمان پر سرخی ظاہر ہوئی، صواعق صہ ۱۹۴

(۲۳) ابو سعید نے کہا، جہاں کہیں بھی پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون ہوتا، اور آسمان سے خون کی بارش ہوئی جس کا اثر کپڑوں کے پھٹنے تک ان پر باقی رہا۔ الصواعق المحرقہ صہ ۱۹۴

(۲۴) ثعلبی اور ابو نعیم نے بھی خونی بارش کا ذکر کیا ہے۔ نیز ابو نعیم نے یہ زیادہ کہا کہ ہر شئی خون سے لبریز ہوگئی۔ صواعق المحرقہ صہ ۱۹۴

(۲۵) ایک روایت میں ہے کہ خراسان، شام اور کوفہ کے مکانوں و دیواروں پر

خون کی مثل بارش ہوئی۔ صواعق محرقہ صـ۱۹۴

(۲۶) نیز جب امام حسین کا سر مبارک دار زیاد میں لایا گیا، تو دیواروں سے خون جاری ہوگیا۔ صواعق محرقہ صـ۱۹۴ امام بیہقی نے فرمایا۔ شہادت امام حسین پر خون کا جاری ہونا صحیح ہے۔ الصواعق المحرقہ صـ۱۹۵

(۲۷) ثعلبی نے کہا ہے کہ شہادت امام حسین پر آسمان بھی رو دیا تھا اس کا رونا اس کی سرخی ہے۔ (صواعق المحرقہ صـ۱۹۴)

(۲۸) آپ کی شہادت کے بعد چھ ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے اور پھر یہ سرخی افق رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی افق آسمان پر جو سرخی اب موجود ہے یہ شہادت حسین سے پہلے نہ تھی۔ صواعق محرقہ صـ۱۹۴، تاریخ الخلفاء صـ۱۵۹، ماثبت بالسنہ صـ۱۵ علامہ امام ابن جوزی نے فرمایا ہے کہ ہماری ناراضگی چہرے کی سرخی سے ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے، اس لئے اس نے قاتلین حسین پر اپنی ناراضگی کا اظہار آسمان کے کناروں کی سرخی سے کیا ہے۔ الصواعق المحرقہ ۱۹۴

غنیخ فرمایا قید بدر میں حضرت عباس کے کراہنے نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ سونے دیا۔ امام کی شہادت اور کراہنے سے آپ پر کیا گذری ہوگی۔ وحشی قاتل امیر حمزہ کو اسلام لانے کے بعد آپ نے فرمایا تھا کہ میرے سامنے نہ آیا کر۔ کیونکہ میں اپنے پیارے چچا کے قاتل کو دیکھنا پسند نہیں کرتا حالانکہ اسلام سے سابقہ گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔ پس آپ کے دل مبارک پر کیا گذرتی اگر آپ (اس دنیا میں رہکر) امام حسین کو ذبح ہوتا دیکھتے، اور ان کے شہید کر دیئے جانے کا حکم سنتے اور اپنی مستورات مخدرات کو اونٹوں کے پالانوں پر بیٹھا دیکھتے۔ صواعق محرقہ صـ۱۹۴ وصـ۱۹۵

(۲۹) ایک شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کوئی کلمہ گستاخانہ کہا تو آسمان سے اللہ تعالیٰ نے اس پر ستارہ گرا دیا۔ جس سے اس کی آنکھیں جاتی رہیں

ریخ الخلفاء ص ۱۵۹ و صواعق محرقہ ص ۱۹۶ عن احمد

(۳۰) ابوالشیخ کی روایت ہے کہ جس نے بھی امام حسین کے قتل پر اعانت کی ہے، مرنے سے پہلے وہ مصیبت میں مبتلا ہوا ہے ایک شخص نے کہا میں نے بھی مدد کی تھی! مجھے تو کچھ نہیں ہوا، پھر وہ دیا جلانے لگا تو آگ نے اس کو دھر لیا اور وہ آگ آگ پکارتا ہوا فرات میں گھس کر مر گیا۔ الصواعق المحرقہ ص ۱۹۵ جمال الاولیاء

(۳۱) سبط ابن جوزی نے واقدی سے ایک حکایت بیان کی ہے کہ ایک شخص صرف امام کو قتل ہوتے دیکھنے گیا۔ تو وہ اندھا ہو گیا، اس سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ، اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ آستین چڑھائے ہوئے تھے اور آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی اور آپ کے سامنے قاتلوں کے لئے چمڑے کا فرش بچھا ہوا تھا۔ اور اس نے دیکھا کہ امام حسین کے دس قاتل آپ کے سامنے ذبح ہوتے پڑے تھے، آپ نے ان پر لعنت کی اور ان کی برائی بیان فرمائی۔ پھر آپ نے امام حسین کے خون سے آلودہ سلائی اس کی آنکھوں میں لگائی تو وہ اندھا ہو گیا۔ صواعق محرقہ ص ۱۹۵، جمال الاولیاء ص ۳۵

(۳۲) نیز انہوں نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھوڑے کے سینہ پر امام حسین کے سر مبارک کو باندھ دیا، چند دنوں کے بعد اس کے منہ کو دیکھا گیا تو وہ بہت زیادہ کالا پڑ چکا تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو تو عربوں میں خوب صورت چہرے والا تھا، تو اس نے کہا کہ جب سے میں نے اس سر کو اٹھایا ہے مجھ پر کوئی رات ایسی نہیں گذرتی۔ مگر دو شخص مجھے پکڑ کر آگ پر لے جاتے ہیں اور اسمیں دھکیل دیتے ہیں۔ میں ہٹ جاتا ہوں۔ اس کی تپش نے مجھے ایسا کر دیا ہے۔ جیسا تم دیکھ رہے ہو۔ پھر وہ بہت بری حالت پر مر گیا۔

الصواعق المحرقہ ص ۱۹۵ و ص ۱۹۶، جمال الاولیاء ص ۳۵ و ص ۳۶

براہ صفحہ ۲۷۹

ان عمر بن سعد امر عشرة فرسان فداسوا الحسین بحوافرهم خیولهم حتی الصقوه بالارض یوم المعركة
وقال لہ من اتہ نوار بنت مالک: جئتک بغنی الدهر، فقالت وما هو؟ قال
عنہ من الفراش واستدعی بامرأة لہ اخری... قالت... واللہ ما رأیت اسری النور ساطعا من ملاءة الدار

(۳۳) ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک تھال رکھا ہے اس میں خون ہے۔ اور لوگ آپ پر پیش کئے جارہے ہیں۔ آپ ان سے پوچھ گچھ فرمارہے ہیں۔ (اس نے کہا) یہانتک کہ میری باری آگئی۔ میں نے عرض کی میں نہیں گیا تھا.... پھر آپ نے اپنی انگلی سے میری طرف اشارہ کیا تو میں اندھا ہو گیا۔ الصواعق المحرقہ ص ۱۹۶

امام زھری نے ان واقعات کی صحت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ لم یبق ممن قتلہ الا من عوقب فی الدنیا اما بقتل او عمی او سواد الوجہ او زوال الملک فی مدۃ یسیرۃ۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۹۵) بحوالہ الدور ص ۳۶

علامہ حافظ ابن کثیر دمشقی نے ان حالات کی صحت کا قرار یوں کر لیا ہے

واما ماروی من الاحادیث والفتن التی اصابت من قتلہ فاکثرھا صحیح فانہ قل من نجامن اولٰئک الذین قتلوہ من آفۃ وعاھۃ فی الدنیا۔ فلم یخرج منھا حتی اصیب بمرض، واکثرھم اصابھم الجنون۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۱ و ص ۲۰۲

یعنی وہ روایات و آثار جو قاتلین حسین کے بارے میں منقول ہیں وہ اکثر بیشتر صحیح ہیں، کاروان حسین کا کوئی قاتل بھی ناگہانی قتل و آفت اور مصیبت سے نہ بچ سکا۔ بعض ان میں سے مختلف امراض و مصائب میں مبتلا رہے اور اکثر دیوانے اور پاگل ہو گئے۔

علامہ ابن کثیر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا سوگ منانے کا حکم دیتے ہوئے ارقام کیا ہے۔

فکل مسلم ینبغی لہ ان یحزنہ قتلہ رضی اللہ عنہ۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲)

یعنی ہر مسلمان کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا غم منانا چاہیے

رئیس الوھابیہ مولوی محمد اسمعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ۔ مسلمان کو چاہیئے کہ جب

امام حسین کا حال سُنے تو افسوس کرے اور اِنا للہ و انا الیہ راجعون پڑھے اور جانے کہ عبیداللہ بن زیاد اور عمرو بن سعد اور شمر اور خولی وغیر مردودوں نے اجازت یزید پلید کے حضرت امام کو رنج پہنچایا، نہایت بری حرکت کی۔ (عظمت صحابہ و اہلبیت ص۱۰۳ مطبوعہ مکتبہ نذیریہ لاہور)

دِمشق میں شہادت کا ردِعمل

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب کوفہ کا وفد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لے کر جامع دمشق پہنچا تو مروان نے ان سے پوچھا تمہارا کیا طریق کار تھا تو انہوں نے کہا کہ اہل بیت کے ۱۸ افراد آئے ہم نے سب کو تہس نہس کر دیا' یہ ان کے سر ہیں اور قیدی ہیں تو مروان (بن حکم) جلدی سے اٹھ کر چلا گیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۶

(۲) مروان کا بھائی یحییٰ (بن حکم) آیا اور اس نے کاروائی پوچھی تو انہوں نے پہلے سا جواب دیا تو یحییٰ نے کہا تم قیامت کے روز محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرمندہ اور پنہاں ہوگے۔ اب میں تمہارے کسی کام میں شریک نہیں ہوں گا۔ پھر وہ بھی چلا گیا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۶

(۳) جب مدینہ منورہ میں (شہادت امام کی) خبر پہنچی تو بنی ہاشم کی خواتین روئیں اور صف ماتم بچھائی (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۶

(۴) یزید نے ان خواتین و بچوں کو اپنے محل میں ٹھہرایا۔ آل معاویہ کی عورتیں روتی تھیں اور تین دن تک صف ماتم بچھی رہی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۵)

(۵) جب اہل بیت کو یزید نے رخصت کیا تو علی زین العابدین سے کہا۔ اللہ ابن سمیہ کا برا کرے۔ اگر میں حسین کے مقابل ہوتا تو ان کی ہر بات منظور کر لیتا اور میں ہر ممکن طریقہ سے ان کی حفاظت کرتا خواہ ایسا کرنے میں میرے کسی

بیٹے کی جان چلی جاتی لیکن خدا کو وہی منظور تھا جو ہو چکا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۵)

قارئین گرامی: یہ ہے یزید کی طفل تسلی اور سب کچھ کر گذرنے کے بعد تھپکی حالانکہ آپ اس کتاب کے اوراق میں باحوالہ اور مدلل شہادت دیکھ چکے ہیں کہ نواسہ رسول جگر گوشہ بتول کی شہادت کے جملہ علل واسباب کا محرک خود یزید ہے۔ حافظ ابن کثیر کے یہ الفاظ اس حقیقت کی خوب ترجمانی کر رہے ہیں کہ یزید کی پوری مشینری امام پاک کی دشمنی تھی، ولکن الدولة الیزیدیة کلھا اتباعہ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۱)

جو کچھ کنویں میں ہوگا برآمد بھی وہی ہوگا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور امارت میں مشینری مخالفت اور مزاحمت پر آمادہ کیوں نہ ہوئی؟ اور یزید کے ملک کی باگ ڈور سنبھالتے ہی مشینری متحرک ہوگئی آخر کس نے اس کے کل پرزوں کو چھیڑ دیا تھا؟ ابن زیاد بدنہاد نے یہ کیوں کہا کہ میں ایک فاسق یزید کے لئے دو برائیاں اکٹھی سرانجام نہیں دے سکتا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر دمشقی نے اس کو یوں روایت کیا ہے۔

وقد کان یزید کتب الی عبید اللہ بن زیاد ان یسیر الی الزبیر فیحاصرہ بمکة، فابی علیه وقال! واللہ لا اجمعھما للفاسق ابداً اقتل ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم واغزو البیت الحرام۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۹)

یعنی یزید نے عبید اللہ بن زیاد کو لکھا تھا کہ ابن زبیر کا مکہ میں محاصرہ کرے تو اس نے انکار کر دیا اور کہا۔ اللہ کی قسم! میں ایک فاسق کے لئے دو گناہ اکٹھے نہیں کروں گا۔ ایک گناہ تو نواسہ رسول اللہ کا قتل اور دوسرا گناہ بیت اللہ کا محاصرہ اور وہاں قتل وقتال کرنا۔

امام پاک کے معصوم قتل میں

یزید کا یہ اظہار تلطف و ندامت محض مسلمانوں کی لعنت و پھٹکار کی وجہ سے تھا ورنہ وہ اندرونی طور اپنے اس حکم اور فعل پر مسرور و محظوظ تھا۔ چنانچہ امام المحدثین حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ارقام فرمایا ہے۔

ولما قتل الحسین وبنوابیہ بعث ابن زیاد برؤسہم الی یزید فسر بقتلہم اولا ثم ندم لما مقتہ المسلمون علی ذلک وابغضہ الناس وحق لہم ان یبغضوہ

تاریخ الخلفاء ص ۱۵۹

یعنی جب حضرت حسین اور ان کے بھائی شہید کر دیئے گئے تو ابن زیاد نے ان شہیداء کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا۔ وہ اول تو اس پر بہت خوش ہوا، پھر جب مسلمانوں نے اس وجہ سے اس پر پھٹکار شروع کی اور اس سے سخت نفرت کرنے لگے تو اس نے اظہار ندامت کیا اور مسلمانوں کا حق ہے کہ یزید سے نفرت کریں۔

جب یزید کے ہاتھ سے تیر نکل گیا اور ابن زیاد نے اس کو منزل مقصود تک پہنچا دیا تو یزید خوش بھی ہوا اور ابن زیاد کی مقبولیت میں اضافہ بھی کیا، جب منفی ردعمل دیکھا تو کف افسوس ملتا رہ گیا چنانچہ مؤرخ شہیر حافظ کثیر نے لکھا ہے کہ۔ جب ابن زیاد نے امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کیا تو ان کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا۔ پہلے تو یزید اس قتل پر خوش ہوا اور ابن زیاد کا مقام و مرتبہ اس کے ہاں زیادہ ہو گیا، پھر کچھ دیر کے بعد شرمسار ہوا۔ اور کہنے لگا۔ یہ بات مجھ پر کوئی مشکل نہ تھی کہ میں تکلیف برداشت کرتا اور امام کو اپنے گھر میں مہمان رکھتا اور ان کی مرضی کے مطابق حکم دیتا۔ اگرچہ اس میں میری سلطنت میں کمزوری واقع ہوتی اور میں سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے اور آپ کی قرابت کا لحاظ کرتے ہوئے

کرتا۔

اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ پر لعنت کرے کہ اس نے ان کو تکلیف میں ڈال اور پریشان کیا........ ان کو قتل کر دیا اور مسلمانوں کے دلوں میں میرا بغض بھر دیا اور ان کے دلوں میں میری دشمنی کا بیج بو دیا۔ پس مجھ سے نیک و بد سبھی بغض رکھنے لگے اس وجہ سے کہ انہوں نے حسین کو میری طرف سے قتل کروانا بہت بڑا جرم جانا گیا ہے میرے لئے اور ابن مرجانہ کے لئے، اللہ اس کا برا کرے اور اس پر قہر ڈالے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲

وقت پر کافی تھا قطرہ آب خوش ہنگام کا
جل گیا جب کھیت برسا مینہ تو پھر کس کام کا

قاتلین حسین پر ابن عمر کا تازیانہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی (یزیدی) عراقی نے پوچھا کہ محرم مکھی مارے تو کیا فدیہ ہے؟ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کے قاتل (جن کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا گلدستہ اور آرام و راحت جان قرار دیا تھا) پوچھتے ہیں کہ احرام کی حالت میں مکھی مارنے سے کیا فدیہ لازم آتا ہے۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۳۰

البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۵،

(۲) امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ، کسی (یزیدی) عراقی نے پوچھا کہ مچھر کا خون کپڑے کو لگ جائے تو؟ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا۔ (یزیدی) عراقیوں کو دیکھو، ان کے دین و دانش کا جنازہ نکل گیا ہے۔ نواسۂ رسول کے قاتل مچھر کے خون کا مسئلہ پوچھتے ہیں؟ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۵

ان روایات سے بھی بیعت ابن عمر کی قلعی کھل جاتی ہے۔ اور صحابہ کرام کا

صاً حضرت عبداللہ بن عمر کا یزید اور اس کے پرستاروں کے بارے میں نظریہ
سامنے آجاتا ہے۔ کہ وہ مقدس حضرات۔ یزید پلید اور اس کے حواریوں سے
کتنا نفرت کرتے تھے اور ان سے کتنا مجتنب تھے کہ ان کے دینی سوالوں کے
جوابات دینے سے بھی احتراز کرتے تھے یہ ہے عظمت امام کی پاسداری
اور یزیدیوں سے بیزاری۔

امام حسین حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے محبوب ہیں

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
نے فرمایا، حسن اور حسین میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ
میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ پس تو بھی ان سے محبت رکھ اور اس سے بھی
جو ان دونوں سے محبت رکھے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۷، مشکوٰۃ ص ۵۶۹، بخاری ج ا ص ۵۳۰ الا الاخیر
یعنی حسنین کریمین سے محبت کرنے والا، اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔

(۲) سیدہ عائشہ و سیدہ ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہمارے
گھر میں جبریل موجود تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
سے پوچھا کیا حسین آپ کو پیارے لگتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ اس دنیا میں وہ میرے
محبوب ہیں۔ جبریل نے کہا، عنقریب انکو آپکی امت میدانِ کربلا میں شہید کرے گی،
پھر جبریل مقتل کی مٹی لائے اور ہم دونوں نے وہ مٹی دیکھی۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر
ما ثبت بالسنہ ص ۱۱

(۳) ابو یعلی موصلی نے انس بن مالک سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ والہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ آپ کو اہل بیت میں سے کون زیادہ
پیارا ہے۔ تو آپ نے فرمایا حسن اور حسین۔ آپ ان کی (خوشبو) سونگھتے تھے

کنز العمال ج ۱۲ ص ۱۰۵
ترمذی شریف

اور انکو سینے سے لگاتے تھے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸، مشکوٰۃ ص ۵۷۱، البدایہ ج ۸ ص ۲۰۵

(۴) مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دونوں کندھوں پر حسن اور حسین سوار تھے، آپ کبھی اس کا بوسہ لیتے اور کبھی اس کا، اور اسی حالت میں ہمارے پاس تشریف لائے تو کسی نے عرض کیا۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دونوں آپ کے محبوب ہیں؟ آپ نے فرمایا جس نے ان سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۵۔

حسنین کریمین سے محبت حضور علیہ السلام کی محبت ہے اور ان سے بغض خود نبی کریم کا بغض ہے۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارش کے فرشتے نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی آپ نے اجازت عنایت فرمادی، اتنے میں حضرت امام حسین تشریف لائے اور آپ کے شانۂ اطہر پہ بیٹھنے لگے، فرشتے نے عرض کیا، کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں۔ فرمایا۔ بے شک۔ فرشتے نے کہا، آپ کی امت ان کو قتل کرے گی اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ بھی دکھلادوں جہاں یہ قتل ہوں گے، چنانچہ اس نے ہاتھ مارا اور سرخ مٹی آپ کو دکھلائی اس مٹی کو لے کر ام سلمہ نے کپڑے میں باندھ لیا۔ (حضرت انس نے کہا) ہم سنا کرتے تھے کہ حضرت حسین کربلا میں شہید ہوں گے۔

صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۲۶۲۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۵۵۳، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۲۵، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۹، فیہ استأذن ملک القطر

مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جس نے حسن اور حُسین سے پیار
کیا اس نے مجھ سے محبت کا اظہار کیا اور جس نے ان سے بغض و عناد رکھا اس
نے مجھ سے بغض رکھا۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۰۵)

نیز مسند احمد کی روایت حضرت ابو ہریرہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے، حضرت علی، امام حسن، امام حُسین اور سیدہ فاطمہ کو دیکھ کر فرمایا۔
جو کوئی تم سے لڑے (دشمنی رکھے) میں اس سے لڑوں گا، اور جو تم سے صلح
رکھے (محبت کرے) میری اس سے صلح ہے۔
(البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۰۵، ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸، مشکوٰۃ ص ۵۶۸ بالفاظ متقاربہ۔

۸) امام ترمذی نے حضرت براء سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والہ وسلم نے امام حسن اور امام حُسین کو دیکھ کر فرمایا۔
اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔
(ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸ وقال ھذا حدیث حسن صحیح (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۰۵)

۹) امام ابی داؤد طیالسی نے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی
ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
سے حسن اور حُسین کے بارے میں یہ الفاظ سُنے ہیں۔
من احبنی فلیحب ھذین۔ جو میری محبت کا دعویٰ کرے اس کو چاہیئے
کہ وہ ان دونوں سے بھی محبت کرے۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۰۷)

۱۰) مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے
حسنین کو سینہ اقدس سے لگا کر یہ دُعا فرمائی۔
اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔

البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۲۰۷، عن اسامہ بن زید و سلمان فارسی،

(۱۱) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے، حضرت حسین تشریف لا رہے تھے، ان کو دیکھ کر فرمایا

ھذا احب اھل الارض الی اھل السماء یہ (آپ) دنیا والوں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۲۰۷)

(۱۲) حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، حضرت حسین کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھے اور حسین نے اپنے پاؤں سرکار کے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے اور سرکار فرما رہے تھے اے ننھے ننھے قدموں والے چڑھ آ چڑھ آ۔ چنانچہ حسین آپ کے جسم اطہر پر چڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ حسین نے اپنے قدم سرکار کے سینے پر رکھ دیئے۔ پھر آپ نے فرمایا! حسین۔ اپنا منہ کھول۔ آپ نے لعاب دیا اور حسین کا منہ چوم کر فرمایا۔

اے اللہ! اس کو محبوب بنا لے۔ کیونکہ میں نے اس کو محبوب بنا لیا ہے۔

الاصابہ (ابن حجر عسقلانی) ترجمۃ الحسین، رحمۃ للعالمین ج ۲ صفحہ ۱۱۴

مسئلہ۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت اور آپ کے اقارب کی محبت دین کے فرائض میں سے ہے۔ خزائن العرفان صفحہ ۷۷۳،

خازن ج ۴ صفحہ ۹۵ و جمل و مظہری ج ۸ صفحہ ۳۱۸

روی انه لما نزلت " الا المودة فی القربی" قیل یا رسول اللہ من قرابتک ھؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم! قال! علی۔ و فاطمۃ و ابناھما۔ مدارک۔

سجدہ میں حسنین پشت رسول پر

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ باجماعت نماز عشاء پڑھی، جب آپ سجدہ ریز ہوتے تو حسنین آپ کی پشت پاک پر بیٹھ جاتے، جب آپ سجدہ سے سر اٹھاتے تو آرام سے ان کو پکڑ کر زمین پر بٹھا دیتے۔ فاذا عاد، عادا، آخری سجدہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ سلام کے بعد آپ نے ان کو پکڑ کر اپنے زانو پر بٹھا لیا۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ ان کو ان کی والدہ کے پاس چھوڑ آؤںلہ۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ اچانک بجلی کی تجلی نمودار ہوئی تو آپ نے ان کو فرمایا، اپنی والدہ کے پاس چلے جاؤ، ان کے جانے تک بجلی کی روشنی قائم رہی۔ البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۵۲ ج ۸ ص ۲۰۷، عنہ وعن بن عمرو ابی سعید۔ جامع صغیر ۲ ص ۱۲۳ عن ابن مسعود۔

(۲) عن عبد اللہ بن شداد عن ابیہ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی احدی صلاتی العشاء وھو حامل حسنا او حسینا فتقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضعہ ثم کبر للصلوٰۃ فصلی فسجد بین ظھرانی صلاتہ سجدۃً اطالھا قال ابی فرفعت راسی واذا الصبی علی ظھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو ساجد فرجعت الی سجودی فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ قال الناس یا رسول اللہ انک سجدت بین ظھرانی صلاتک سجدۃ اطلتھا حتی ظننا انہ قد حدث امر اوانہ یوحی الیک قال کل ذلک لم یکن ولکن ابنی ارتحلنی فکرھت ان اعجلہ حتی یقضی حاجتہ،
(سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۱، ص ۱۷۲)

لہ آئین مشیت کا شناسا ایسا ✤ جسکے قدموں میں ہو کوثر وہ پیاسا ایسا
کیوں فخر سے جھومیں نہ رسول عربی ✤ تقدیر سے ملتا ہے نواسہ ایسا!

ترجمہ
و الرجح ...

امام شافعی کے اشعار لکھنے ہیں۔

آل کی محبت فرض ہے

امام حسین اور اقارب رسول اللہ کی محبت دین کے

فرائض میں شامل ہے

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے فرمایا۔ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ (۴۲/۲۳)

ترجمہ: (اے محبوب) آپ فرمائیں۔ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔

یعنی، ہدایت وارشاد وتبلیغ رسالت پر تم سے میں کچھ اُجرت نہیں چاہتا لیکن میرے رشتہ داروں کے حقوق تم پر واجب ہیں۔ ان کا لحاظ کرو، انہیں ایذا نہ دو، خزائن ص۷۷۳، خازن، ومظہری وغیرہ۔

حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ قرابت والوں سے مراد حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آل پاک ہے۔ بخاری ج ۲ ص۷۱۳

اھل قرابت میں حضرت علی، فاطمہ، وحسنین کریمین تو ہیں۔ مگر بعض نے آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس کو بھی اس میں شامل مانا ہے اور بعض نے کہا اس سے وہ بھی مراد ہیں کہ جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ مخلصین بنی ہاشم وبنی مطلب ہیں، (ازواج مطہرات بہرحال اہل بیت رسول میں داخل ہیں۔ خزائن العرفان ص۷۷۳) تفسیر مظہری ج ۸ ص۳۱۹ تفسیر خازن ج ۴ ص۹۵

(۱) امام قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ نے ارقام فرمایا ہے۔

قال بعض العلماء معرفتھم ھی معرفۃ مکانھم من النبی صلی اللہ

علیہ والہ وسلم واذا عرفہم بذلک عرف وجوب حقہم وحرمتہم

بسببہ (شفاء شریف ج ۲ ص ۳۸)

(۲) امام علاؤالدین متوفی ۷۴۱ھ نے ارقام فرمایا ہے

ان مودة النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم وکف الاذی عنہ

ومودة اقاربہ من فرائض الدین (تفسیر خازن ج ۴ ص ۹۵)

(۳) امام عبداللہ النسفی حنفی متوفی ۷۰۱ھ نے ارقام فرمایا ہے۔

روی انہ لما نزلت قیل یا رسول اللہ من قرابتک ھؤلاء الذین

وجبت علینا مودتہم قال علی وفاطمة وابناھما (تفسیر مدارک علی الخازن

ج ۴ ص ۹۴ وص ۹۵۔ تفسیر کشاف ج ۴ ص ۲۱۹، ۲۲۰ للزمخشری متوفی ۵۲۸ھ)

(۴) بیہقی وقت علامہ قاضی ثناء اللہ نقشبندی متوفی ۱۲۲۵ھ نے ارقام فرمایا ہے۔

ان مودة النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم وکف الاذی عنہ

وکذا مودة اقاربہ من فرائض الدین قلت لا شک ان مودة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم واقاربہ فریضة

محکمة (تفسیر مظہری ج ۸ ص ۳۱۸) وقال فیہ ایضاً انا نسلم ان حب علی وفاطمة وابناھما واجب۔

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت اور ہر دکھ

کو آپ سے دور کرنا اور آپ کے اقارب سے محبت کرنا تو دینی فرائض

میں سے ہے۔ میں کہتا ہوں اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

والہ وسلم سے اور آپ کے اقارب سے محبت کرنا فرض محکم ہے۔

(۵) مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے کہ کوئی شبہ نہیں کہ اہل بیت

اور اقارب نبی کریم کی محبت وتعظیم اور حقوق شناسی امت پر لازم وواجب اور

جزو ایمان ہے اور ان سے درجہ بدرجہ محبت رکھنا حقیقت میں حضور کی محبت پر متفرع

ہے ، تفسیر عثمانی ص ۶۳ ۔

(۶) علامہ ابن کثیر نے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور انکے ادب و احترام کرنے کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ولا ننکر الوصاۃ باھل البیت والامر بالاحسان الیھم واحترامھم واکرامھم فانھم من ذریۃ طاھرۃ من اشرف بیت وجد علی وجہ الارض فخرا وحسبا ونسبا ولا سیما اذا کانوا متبعین للسنۃ النبویۃ الصحیحۃ الواضحۃ الجلیلۃ کما کان علیہ سلفھم کالعباس وبنیہ وعلی واھل بیتہ وذریتہ رضی اللہ عنھم اجمعین۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۲ و ص ۱۱۳ ج ۴ ۔ نشر الطیب ص ۳۱۶

امام حسین رضی اللہ عنہ اہلبیت نبوت ملیں ہیں

حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جس شرف و مجد سے نوازا ہے اس کا احاطہ الفاظ کی دنیا میں ممکن نہیں ۔ مہر نبوت کے سوار کی شان قرآن مجید کی اس آیت میں بھی موجود ہے ۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا ۥ (۳۳/۲۲)

ترجمہ ۔ اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ اے رسول کے گھر والو تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور فرمادے اور تمہیں اچھی طرح پاک کرکے خوب پاکیزہ کردے البیان فی ترجمۃ القرآن ۔ از سیدی غزالی زمان علیہ الرحمۃ والرضوان ص ۵۴۷

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ، ایک روز صبح کے وقت باہر تشریف لے گئے آپ کے اوپر سیاہ بالوں سے مخلوط چادر تھی ۔ پس حسن بن علی آئے تو انہیں اسمیں داخل کرلیا پھر حسین آئے تو انہیں بھی ان کے ساتھ داخل کرلیا

پھر فاطمہ آئیں تو انہیں بھی داخل کرلیا۔ پھر علی آئے تو انہیں بھی داخل کرلیا۔ پھر فرمایا۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۳، مشکوۃ ص ۵۶۸

علماء دیوبند وغیر مقلدوں کے پیشوا محمد اسمٰعیل دہلوی نے تحریر کیا ہے

اس آیت سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ آیت صرف حضرت کی ازواج کے حق میں ہے۔ سو حضرت نے امام حسن اور امام حسین اور علی مرتضٰے اور بی بی فاطمہ کو ایک کملی میں اپنی گود میں لے کر یہ آیت پڑھی تو مطلب یہ تھا کہ ان کے حق میں یہ دعا بھی ہو جائے اور لوگ سمجھ لیں کہ اس آیت کے حکم میں یہ پانچوں شخص بھی شامل ہیں۔ صرف بیویاں نہیں۔ (عظمت صحابہ واہلبیت ص ۱۰۵)

لی خمسۃ اطفی بہا حر الوباء الحاطمہ

المصطفیٰ والمرتضٰے وابناھما والفاطمہ۔

(۲) عمرو بن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت الخ۔ نازل ہوئی ام سلمہ کے گھر میں تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فاطمہ، حسن و حسین کو بلایا اور ان کو ردائے مبارک کے نیچے اکٹھے بٹھا دیا۔ حضرت علی سرکار کی پشت کی جانب چادر کے نیچے بیٹھ گئے تو آپ نے کہا۔

اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا ٥

اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں پس دور کردے ان سے ناپاکی اور انہیں خوب اچھی طرح پاک کردے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۹)

(۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ۳/۶۱ نازل ہوئی تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت) علی۔
(سیدہ) فاطمہ اور (امام) حسن و (امام) حسین (علیہم السلام) کو بلایا اور
کہا ۔ یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ۔ مسلم ج ۲ ص ۲۷۸ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۶۸

مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی پیغمبر خدا
نے علی مرتضٰے کو اور بی بی فاطمہ اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلا کر اپنے
ساتھ لیا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ الٰہی یہ میرے گھر والے ہیں یعنی میرے بیٹے
اور گھر والے یہ ہیں ۔ عظمت صحابہ واہلبیت ص ۱۰۶

فائدہ ۔ آیت تطہیر اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے
تحت پنج تن پاک ۔ کی اصطلاح کا مطلب ۔ بھی یہی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
حضرت علی سیدہ فاطمہ ۔ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم ۔ اور اگر تن کو تا کی زیر سے
پڑھا جائے تو حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان بھی ست اہل ہیں ۔

مقام اہل بیت قرآن سے

یہاں ہم صرف وہی آیات اور تشریح
نقل کر رہے ہیں جن کو محقق وقت
مناظر اسلام شیخ المحدثین علامہ مولانا حضرت منظور احمد فیضی مدظلہ العالی نے
اپنے رسالہ " القول السدید فی محاسن الشہید و ذمائم یزید " میں نقل
کیا ہے (عن الامام ابن حجر مکی ، الصواعق المحرقہ ص ۱۴۳ تا ص ۱۷۱)

(۱) انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت
ویطھرکم تطھیراً (پ ۲۲ احزاب آیت ۳۳)

(ترجمہ) اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور
رکھے اور تمہیں خوب پاک رکھے ۔

یہ آیت پانچ حضرات کے حق میں اتری ہے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۔ سیدنا علی، ۳۔ سیدہ فاطمہ، ۴۔ سیدنا امام حسن ۵۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔ (رواہ ابن جریر مرفوعاً، والطبرانی، واخرجہ احمد عن ابی سعید بخاری و مسلم

(۲) ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً (پ ۲۲ احزاب آیت ۵۶)

ترجمہ ۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے اس نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں ۔ تو اے ایمان والو! تم بھی نبی پر صلوٰۃ وسلام بھیجو، خوب سلام بھیجو،

حضرت کعب بن عجرہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا مجھ پر درود پڑھو اور میری آل پر بھی درود پڑھو، الصواعق المحرقہ ص ۱۴۶

ہر نماز میں درود ابراہیمی پڑھ کر سرکار کے اس حکم پر بھی عمل کیا جاتا ہے ۔

(۳) سلام علی آل یٰسین، (فی قراءۃ) (پ ۲۳ الصافات آیت ۱۳۰)

ترجمہ سلام ہو آل محمد پر (صلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم) (ابن عباس) فتاوی عزیزی ص ۲۶۱

(۴) وقفوھم انھم مسئولون ۔ (پ ۲۳ الصافات آیت ۲۴)

(ترجمہ) اور انہیں ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے ۔

ولایت حضرت علی اور اہل بیت کے بارے میں پوچھا جائے گا ۔

(الدیلمی عن ابی سعید مرفوعاً)

(۱) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، قرآن اور اہلبیت کو لازم پکڑنا (مسلم عن زید بن ارقم والترمذی واحمد وغیرہ)

(۲) معرفۃ آل محمد براءۃ من النار وحب آل محمد جواز علی الصراط والولایۃ لآل محمد امان من العذاب ۔ الصواعق المحرقہ ص ۲۳۲، شفاء شریف ج ۲ ص ۳۷

(۵) واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ۔ (پ ۴ آل عمران آیت ۱۰۳)

ترجمہ ۔ اور اللہ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے تھامو اور تفرقہ نہ ڈالو،

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم حبل اللہ ہیں۔ (اخرجہ الثعلبی فی التفسیر)

(۶) ام یحسدون الناس علی ما اٰتاھم اللہ من فضلہ۔ (پ ۵ نسا آیت ۵۴)

ترجمہ۔ یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم وہ لوگ ہم ہیں۔ (اخرجہ ابوالحسن المغازی)

(۷) وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ (پ ۹ الانفال آیت ۳۳)

ترجمہ، اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو،

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے اہل بیت میں اس معنی ومفہوم کی موجودگی کا اشارہ فرمایا۔ جیساکہ حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ اھل بیتی امان لامتی، میری اہل بیت میری امت کے لئے امان ہے (صححہا الحاکم علی شرط الشیخین)

(۸) وانی غفار لمن تاب واٰمن وعمل صالحا ثم اھتدیٰ (پ ۱۶ طٰہ آیت ۸۲)

(ترجمہ) اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔

یعنی ولایت اہل بیت کی طرف ہدایت پاگیا۔ (ثابت بنانی وامام باقر)

(۹) فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم (آیت مباھلہ) (پ ۳ آل عمران آیت ۶۱)

(ترجمہ) پس ان سے فرما دو، آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے۔

نصاریٰ نجران سے مباھلہ میں ہیں اصحاب کساء علی، فاطمہ، حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں

(۱۰) ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ (پ ۳۰ والضحیٰ)

(ترجمہ) آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جاؤ گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت سے جو توحید اور میری تبلیغ کا اقراری ہوگا اللہ اس کو عذاب نہ دے گا۔ (صححہ الحاکم) اہل بیت سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ (قرطبی عن ابن عباس)

(۱۱) ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریہ (پ ۳۰ البینہ آیت ۷)

(ترجمہ) بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ اے علی وہ تو اور تیرا گروہ ہے۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۶۱)

(۱۲) وانہ لعلم للساعۃ۔ (پ ۲۵ الزخرف آیت ۶۱)

(ترجمہ) اور بیشک وہ .... قیامت کی خبر ہے۔

وہ امام مھدی ہیں۔ (قالہ مقاتل بن سلیمان)

(۱۳) وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم (پ ۸ الاعراف آیت ۴۶)

(ترجمہ) اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے کہ دونوں فریق کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ اعراف عالیمقام پر حضرت علی اور ان کے قریبی رشتہ دار ہوں گے۔ (الثعلبی فی التفسیر)

(۱۴) قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی۔ (پ ۲۵ الشوری آیت ۲۳)

(ترجمہ) تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مروی ہے کہ میری قرابت والے، علی، فاطمہ، حسن اور حسین ہیں۔

(احمد، طبرانی، ابن ابی حاتم، حاکم عن ابن عباس) رواہ الشیخ عن

علی کرم اللہ وجہہ، والبزاز والطبرانی عن الحسن والطبرانی عن زین العابدین

وقال السدی عن ابی الدیلم قال: لما جئی بعلی ابن الحسین اسیرا فاقیم علی درج دمشق قام رجل من اھل الشام. فقال الحمد للہ الذی قتلکم واستأصلکم وقطع قرن الفتنۃ فقال لہ علی ابن الحسین أ قرأت القرآن؟ قال نعم. قال أقرأت آل حم؟ قال قرأت القرآن ولم أقرأ آل حم! قال ما قرأت قل لا أسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ؟ قال وانکم لانتم ھم؟ قال نعم. تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۱۲

فضائل اہلبیت احادیث میں

حدیث خم کا ترجمہ و تشریح امام الوھابیہ مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کے قلم سے ملاحظہ کریں۔

(ترجمہ) مشکوٰۃ کے باب مناقب اہل البیت میں لکھا ہے کہ مسلم نے ذکر کیا ہے کہ زید بن ارقم نے نقل کیا کہ کھڑے ہوئے رسول خدا ایک دن ہمارے بیچ میں خطبہ پڑھنے کو پانی پر جس کو کہتے ہیں خُم و مکہ اور مدینہ کے بیچ میں، سو تعریف کی اللہ کی اور ثنا کہی اللہ پر نصیحت کی اور پندوی اور فرمایا کہ بعد اس کے یہ ہے کہ خبردار ہو اے لوگو کہ میں تو آدمی ہی ہوں اب آوے گا میرے پاس قاصد میرے رب کا سو میں کہا مانوں گا، سو میں چھوڑتا ہوں تم میں دو چیزیں اول ان میں سے کتاب اللہ ہے کہ وہ رسی ہے اللہ کی طرف سے جو اس پر چلے وہ نیک راہ پر ہے اور جس نے اس کو چھوڑا وہ گمراہی پر ہے اس میں نیک راہ اور نور ہے، تو عمل کرو اللہ کی کتاب پر اور مضبوط پکڑو اس کو تو چونپ دلائی اللہ کی کتاب پر اور رغبت دلائی اس میں پھر فرمایا اور میرے اہل بیت یاد دلاتا ہوں تم کو اللہ کو اپنے اہل بیت میں، اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ فرمایا عترت میرے، گھر والے میرے، اور ہرگز جدا نہ ہوں گے عترت اور کتاب جب تک کہ وارد ہوں میرے پاس حوض کوثر پر سو لحاظ رکھو کہ کیسا میرے پیچھے تم کرو گے ان کے مقدمہ میں، ایک روایت میں یوں ہے،

فرمایا! اے لوگو میں نے چھوڑیں تم میں دو چیزیں اگر تم اختیار کرو اس کو تو ہرگز گمراہ نہ ہو، اللہ کی کتاب اور میری عترت، گھر میرے والے۔ عظمت صحابہ و اہلبیت ص ۱۱۳ ، ۱۱۵ (مسلم ج ۲ ص ۲۷۹، مشکوٰۃ ص ۵۶۸، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۸۶، مظاہر حق ج ۵ ص ۱۴۷ جامع صغیر ج ۱ ص ۶۵، ترمذی ج ۲ ص ۲۱۹)

ف۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلام اللہ اور اہل بیت کا مرتبہ ایک ہی ہے، جیسے اس کی تعظیم چاہئے، ویسے ہی ان کی تعظیم چاہئے، اور جیسے کلام اللہ سبب ہدایت کا ہے ویسے ہی اہلبیت سبب ہدایت کے ہیں۔ چنانچہ یہی سبب ہے کہ اولیاء اللہ کے طریقے سب اہلبیت پر منتہی ہوتے ہیں۔ (عظمت صحابہ و اہلبیت ص ۱۱۵)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو آپ کے حج کے موقع پر عرفات میں دیکھا کہ اپنی قصواء اونٹنی پر خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو! میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ کہ اگر انہیں پکڑے رہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے، وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت ہیں۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۹، مشکوٰۃ ص ۵۶۹)

(۳) (ترجمہ) مشکوٰۃ کے باب مناقب اہل بیت میں لکھا ہے کہ امام احمد نے ذکر کیا کہ ابی ذر نے نقل کیا کہ میں نے سنا پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے کہ خبردار رہو کہ مثل میرے اہل بیت کے تمہارے بیچ میں ایسی ہے جیسے ناؤ حضرت نوح کی کہ جو سوار ہوا اس پر بچا اور جو چھوٹ رہا ہلاک ہوا۔ عظمت صحابہ و اہلبیت ص ۱۱۵ و ص ۱۱۶ مشکوٰۃ ص ۵۷۳، جامع صغیر ج ۱ ص ۹۹

ف۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اہل بیت سے محبت رکھے اور ان کا طریقہ اور رویہ اختیار کرے اور اہل بیت کے طریق میں داخل ہو وہ کفر اور دوزخ سے نجات پاوے، جیسے حضرت نوح کی کشتی میں جو لوگ سوار ہوئے تھے وہ طوفان

سے بچ گئے، اور جو شخص اہل بیت، سے پھرے اور مخالفت کرے اور اہل بیت کے طریق میں داخل نہ ہو تو وہ ہلاکت میں پڑے۔ جیسے نوح علیہ السلام کے وقت میں جو لوگ کشتی میں نہ سوار ہوئے وہ سب ڈوب گئے۔ (عظمت صحابہ و اہلبیت۔ ص ۱۱۶)

شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان قادری نے کیا خوب فرمایا۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

(۴) (ترجمہ) مشکوٰۃ کے باب مناقب اہلبیت میں لکھا ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ ابن عباس نے نقل کیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ محبت رکھو اللہ سے اس واسطے کہ وہ تم کو کھلاتا ہے اپنی نعمتیں اور محبت رکھو مجھ سے اللہ کے سبب، اور محبت رکھو میرے اہل بیت، سے میری محبت کے سبب۔

(عظمت صحابہ و اہلبیت ص ۱۱۵) (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۹، مشکوٰۃ ص ۵۷۳، جامع صغیر ج ۱ ص ۱۲)

امام حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت

آیتِ تطہیر و آیتِ مباھلہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ صحبت نبوی سے خصوصاً فیض یاب اور مشرف ہو کر صحابی رسول ہونے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں۔ یعنی آپ کی صحابیت پر بھی قرآن پاک کی یہ دونوں آیتیں اور ان کا شان نزول شاہد ہیں۔

یہ کہنا کہ میں صحابی رسول ہوں یا فلاں صحابی رسول ہے۔ جب عظمت کا سبب ہے تو خود رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جس کو اپنا بیٹا اور "حسین منی وانا من الحسین" فرما کر اپنا جز و جان قرار دیں، اپنی گود اپنا سینہ فیض گنجینہ بلکہ اپنا کندھا حالت سجدہ میں جس کے لئے وقف فرمائیں وہ کیونکر صحابی رسول نہیں؟

(۳) اس پر مستزاد یہ کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اڑھائی سو سال بعد، صحابی ہونے کے جو شرائط وضع کئے ہیں وہ سب کے سب آپ کی ذات، ستودہ صفات میں پائے جاتے ہیں۔ (دیکھئے بخاری باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

(۴) ہمارے نزدیک حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار نہ صرف صحابہ کرام میں تھا بلکہ آپ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اس اعلیٰ و افضل طبقے میں سے تھے جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے "نجبا" (خاص برگزیدہ اصحاب) اور "رقبا" (جو آپ کے احوال کے نگران ہوں) مقرر فرمایا ہے۔ جامع ترمذی کی حدیث اس پر دلیل ہے۔

حضرت سیدنا علی کریم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ ہر نبی کے سات نجبا اور رقباء ہوئے ہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے چودہ عنایت فرمائے ہیں۔ ہم نے عرض کیا یہ کون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ (میں یعنی حضرت علی) اور میرے دونوں بیٹے (حسن[2] و حسین[3])، جعفر، حمزہ[5]۔ ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال[9]، سلمان[10]، عمار[11]، عبداللہ[12] بن مسعود، ابوذر[13]، اور مقداد[14] رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ترمذی ج ۲ ص ۲۱۹، مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۸۰ کنز العمال ۱۱۲ ص ۳۴۶

نجیب کے معنی برگزیدہ اور رقیب کے معنی نگران احوال کے ہیں۔ ان اصحاب کی شان بیان کرتے ہوئے شیخ اجل حضرت الشاہ عبدالحق محدث دہلوی ارقام فرماتے ہیں۔

(۵) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چودہ بزرگوں کو نجابت و رقابت کے اعتبار سے وہ امتیاز و خصوصیت حاصل ہے جو اوروں کو نہیں ہے۔ اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۱

(۶) امام المحدثین حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ کے حوالہ سے علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

قال مسلم بن الحجاج لہ رؤیۃ من النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم...

ان الحسین عاصر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وصحبہ الی ان توفی وھو عنہ راض۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۰)

امام مسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت امام حسین کی رؤیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم ثابت ہے۔۔۔۔ بلا شبہ حضرت امام حسین رضی اللّٰہ عنہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم کے ہم عصر اور آپ کے صحابی ہیں۔ یہاں تک کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا تو آپ حضرت امام حسین سے راضی تھے۔

(۷) خود علامہ ابن کثیر نے آپ کو صرف صحابی نہیں مانا ہے بلکہ علماء صحابہ اور سادات مسلمین میں شمار کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

فانہ من سادات المسلمین وعلماء الصحابۃ وابن بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم التی ھی افضل بناتہ وقد کان عابداً وشجاعاً وسخیا۔۔۔۔ وقد کان ابوہ افضل منہ۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۳)

بیشک امام حسین مسلمانوں کے سردار تھے اور علماء صحابہ میں انکا شمار تھا وہ رسولِ اکرم صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم کی افضل لختِ جگر کے فرزند ارجمند تھے، وہ عابد، بہادر اور سخی تھے اور ان کے والد بزرگوار ان سے بھی افضل تھے۔

(۸) زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ جعفر بن محمّد نے اپنے والد سے بیان کیا ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم نے، امام حسن، وامام حسین وابن عباس اور عبداللّٰہ بن جعفر سے بچپن میں قبل از بلوغت، بیعت قبول فرمائی تھی اور کم سنی میں صرف انہیں سے بیعت لی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۷)

(۹) حضرت عبدالرحمن بن عوف کے بھانجے۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللّٰہ عنہما صحابی ہیں۔ حالانکہ حضور پُر نور صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم کے وصال پر ملال کے وقت انکی عمر تقریباً آٹھ سال تھی اور وہ ۸ ھ میں مکۃ المکرمہ سے مدینۃ المنورہ

آئے۔ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت سے پھر وہ مکۃ المکرمہ، منتقل ہو گئے یزید کی بیعت کو مکروہ سمجھا جب یزید نے مکۃ المکرمہ کے محاربہ کیلئے لشکر بھیجا تو یزیدی فوج کی سنگ باری سے وہ بحالت نماز شہید ہو گئے۔ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۴۵۴)

(۱۰) ضحاک بن قیس الفہری جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست راست اور نہایت معتمد تھے، کے بارے میں مرقوم ہے کہ "ولد الضحاک قبل وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم بسنتین۔ یعنی حضرت ضحاک کی ولادت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال سے دو سال قبل ہوئی اور یہ بھی آیا ہے کہ" ادرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسمع منہ قبل البلوغ۔ یعنی اس نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پایا اور آپ سے قبل از بلوغ حدیث سنی، اور یہ حکم بھی موجود ہے، احد الصحابۃ علی الصحیح۔ سچی بات ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال سے دو سال پہلے پیدا ہونے کے باوجود قبل از بلوغت سرکار سے حدیث سننے کے باوجود صحابی ہیں۔

(دیکھئے البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۴۳)

امام حسین علیہ السلام اور ان کے محب قیامت و جنت میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ہونگے

(۱) مسند احمد میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے میں سو رہا تھا۔ حسن یا حسین نے پانی مانگا۔ آپ نے بکری دوھی، تو دوسرا بھی آگیا، آپ نے اس کو ہٹا دیا۔ یہ منظر دیکھ کر فاطمہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ صلی اللہ علیک وسلم۔ آپ کو یہ دوسرے سے پیارا ہے؟ فرمایا۔ بالکل نہیں! بات یہ ہے کہ اس نے پہلے طلب کیا ہے، پھر آپ نے فرمایا۔ میں۔ اور تو،

اور یہ دونوں اور یہ سونے والا سب قیامت کے دن ایک مکان میں ہونگے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۰۷)

(۲) ورواہ ابو داؤد الطیالسی عن عمرو بن ثابت عن ابیہ عن ابی فاختۃ عن علی فذکر نحوہٗ۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۷)

(۳) منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابو داؤد ۲/۱۲۹۔ (بحوالہ حاشیہ خلاصہ تذہیب الکمال ج ا ص ۲۲۸ حاشیہ ۵)

(۴) حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے (حضرت) حسن اور (حضرت) حسین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، جس کو مجھ سے محبت ہے اور ان دوسے اور ان کے باپ اور ان کی ماں سے محبت ہے وہ قیامت کے دن میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۱۴، شفاء شریف ج ۲ ص ۱۶ وص ۳۸ والصواعق المحرقہ ص ۱۵۳ عن احمد،

(۵) حضرت علی کریم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ مجھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بتایا۔ بیشک سب سے پہلے بہشت میں۔ میں۔ اور فاطمہ وحسن وحسین داخل ہوں گے، میں نے عرض کی ہمارے محب؟ فرمایا وہ تمہارے پیچھے ہونگے۔ اخرج ابن سعد۔ الصواعق المحرقہ ص ۱۵۳

علامہ زمخشری متوفی ۵۲۸ھ کی تفسیر سے چند احادیث ملاحظہ کریں۔

(۶) روی انھا لما نزلت (الا المودۃ فی القربیٰ) قیل یا رسول اللہ۔ من قرابتک ھؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم؟ قال! علی و فاطمۃ وابناھما۔ ویدل علیہ ماروی عن علی رضی اللہ عنہ! شکوت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسد الناس لی۔ فقال اما ترضی ان تکون رابع اربعۃ! اول من یدخل الجنۃ

انا وانت والحسن والحسین وازواجنا عن ایماننا وشمائلنا و ذریتنا خلف ازواجنا۔

(۷) وعن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم! حرمت الجنۃ علی من ظلم اهل بیتی وآذانی فی عترتی! ومن اصطنع صنیعۃ الی احد من ولد عبد المطلب ولم یجازہ علیھا فانا اجازیہ علیھا غداً اذا لقینی یوم القیامۃ۔

(۸) وروی ان الانصار قالوا فعلنا وفعلنا، کانھم افتخروا فقال عباس اوابن عباس۔ رضی اللہ عنہما۔ لنا الفضل علیکم! فبلغ ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتاھم فی مجالسھم فقال! یا معشر الانصار، الم تکونوا اذلۃ فاعزکم اللہ بی؟ قالوا بلی یا رسول اللہ۔ قال! الم تکونوا ضلالا فهداکم اللہ بی؟ قالوا بلی یا رسول اللہ۔ قال! افلا تجیبوننی. قالوا ما نقول یا رسول اللہ؟ قال! الا تقولون: الم یخرجک قومک فآویناک اولم یکذبوک۔ فصدقناک، اولم یخذلوک فنصرناک: قال: فما زال یقول حتی جثوا علی الرکب وقالوا! اموالنا وما فی ایدینا للہ ولرسولہ۔ فنزلت الآیۃ۔

(۹) وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ من مات علی حب آل محمد مات شھیداً۔ الا ومن مات علی حب آل محمد مات مغفوراً لہ، الا ومن مات علی حب آل محمد بشرہ ملک الموت بالجنۃ، ثم منکر ونکیر، الا ومن مات علی حب آل محمد یزف الی الجنۃ کما تزف العروس الی بیت زوجھا الا ومن مات علی حب آل محمد فتح لہ فی قبرہ بابان الی الجنۃ۔ الا ومن

مات علی حب آل محمد جعل اللہ قبرہٗ مزار ملائکۃ الرحمۃ ، الا و من مات علی حب آل محمد مات علی السنۃ والجماعۃ -

الا و من مات علی بغض آل محمد جاء یوم القیامۃ مکتوب بین عینیہ! آیس من رحمۃ اللہ - الا و من مات علی بغض آل محمد مات کافراً - الا و من مات علی بغض آل محمد لم یشم رائحۃ الجنۃ. تفسیر کشاف ج ۴ صفحہ ۲۲۰ و ص ۲۲۱۔

(۱۰) شفاعتی لامتی من احب اھل بیتی۔ کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق ج ۱ ص ۱۵۲

سرکار نے فرمایا - جو میرے اہل بیت سے محبت کریگا میں اس امتی کی شفاعت کرونگا

جوانانِ جنت کے سردار

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ — ترمذی ج ۲ ص ۲۱۷ ۔مشکوۃ مناقب اھل بیت ۔

ترجمہ: حسن اور حسین دونوں سردار ہیں بہشت کے جوانوں کے ۔ عظمت صحابہ و اہلبیت از مولوی اسمٰعیل دہلوی ص ۱۰۴

سیدنا امام حسین علیہ السلام صحابہ کرام کی نظر میں

رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قرابت اور محبت کی وجہ سے آپ کا مرتبہ و مقام صحابہ کرام کی نظر میں بہت زیادہ تھا۔یہاں تک کہ وہ صحابہ بھی آپ کا احترام کرتے تھے جو عمر و صحبت دونوں میں آپ سے زیادہ تھے۔ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت سیدنا ابی بکر صدیق اور ثانی خلیفہ راشد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما اپنی اولاد اور رشتہ داروں سے آپ کا زیادہ خیال کرتے تھے اور یہی حال دوسرے صحابہ کرام کا تھا، غرض ہر شخص آپ سے محبت کرتا تھا اور ہر جگہ آپ کا احترام کیا جاتا تھا۔

صدیق اکبر

(۱) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیدۃ نساء اہل الجنۃ (بخاری ج ۱ ص ۵۲۶)

بی بی فاطمہ نے حضرت ابو بکر صدیق کے پاس آدمی بھیج کر ان سے اپنی میراث طلب کی یعنی وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریمؐ کو فیئے[1] کے طور پر دی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصرف خیبر جو مدینہ منورہ اور فدک میں تھا اور خیبر کی آمدنی کا پانچواں حصہ، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، آل محمد (علیہ السلام) اس مال یعنی خداداد مال سے کھا سکتے ہیں، ان کو یہ اختیار نہیں کہ کھانے سے زیادہ لے لیں، خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات کی جو حالت آپ کے زمانہ میں تھی میں اس میں کوئی تبدیلی نہ کروں گا۔ بلکہ وہی عمل کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تشہد پڑھا، پھر فرمایا۔ اے ابو بکر ہم آپ کی فضیلت و بزرگی سے خوب واقف ہیں، اس کے بعد آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قرابت اور حق کو واضح کیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کی خدمت کرنا اپنے رشتہ داروں کی خدمت کرنے سے زیادہ محبوب ہے،

(بخاری ج ا صفحہ ۵۲۶)

حدثنا عبد اللہ بن عبد الوھاب ثنا خالد ثنا شعبہ عن واقد بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر قال سمعت ابی یحدث عن ابن عمر عن ابی بکر الصدیق قال ارقبوا محمدا فی اھل بیتہ ای احفظوہ فیہم ای راعوہ واحترموہ (حاشیہ بخاری ج ا صفحہ ۵۲۶ ۱۲)

(۲) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خوشنودی آپ کے اہل بیت کی خدمت اور محبت میں سمجھو۔ بخاری ج ا صفحہ ۵۲۶ و صفحہ ۵۳۰، مترجم ج ۲ صفحہ ۴۰۷ و صفحہ ۴۱۷، شفاء جلد ۲ صفحہ ۳۸

(۳) تاریخ شاہد ہے کہ اسی ارشاد کے مطابق آپ کا عمل بھی تھا آپ کے زمانہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام بہت کم عمر تھے مگر آپ اور آپ ہی کی طرح حضرات عمر و عثمان

---

[1] فیئے وہ مال ہے جو بغیر جنگ کیئے حاصل ہو، (دیکھئے، سورۃ الحشر آیت ۶ و ۷)

بھی حضرت حسین کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ تاریخ ابن کثیر ص ۱۵۰، ج ۸، شہید مظلوم سیدنا امام حسین

فاروق اعظم

حضرت عمر نے جب صحابہ کرام کے وظائف بیت المال سے مقرر کئے تو حضرات حسنین کا وظیفہ اہل بدر کے برابر پانچ پانچ ہزار درہم مقرر فرمایا اور اپنے صاحبزادہ کا تین ہزار درہم۔ حالانکہ وہ عمر میں حضرات حسنین سے بڑے تھے (شہید مظلوم ص ۴۹، فتوح البلدان ص ۴۵۵)

(۲) حضرت (امام) محمد باقر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ کچھ حلے (لباس) یمن سے حضرت عمر کے پاس آئے آپ نے مہاجرین و انصار میں تقسیم کر دیئے۔ لیکن اتفاق سے حضرات حسنین کے جسم پر کوئی حلہ ٹھیک نہیں ہوا تو آپ نے حاکم یمن کو فرمان بھیجا کہ حضرات حسنین کے جسم کے موافق حلے بنوا کر بھیج دیں، جب وہاں سے حلے بن کر آ گئے اور حضرات حسنین نے پہن لئے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ میں دوسروں کو پہنے ہوئے دیکھتا تھا تو میرا دل خوش نہ ہوتا تھا۔ اب میرا دل خوش ہوا۔ شہید مظلوم ص ۵۰

(۳) حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ حضرت حسن و حسین کی تعظیم کرتے تھے، اور ان کو گود میں بٹھاتے تھے اور جتنا ہدیہ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کی خدمت اقدس پیش کرتے تھے اتنا ہی حضرت حسن و حسین کو دیتے تھے، ایک دفعہ یمن سے کچھ کپڑے آئے آپ نے صحابہ کرام کی اولاد میں تقسیم کر دیئے اور حضرت حسن و حسین کو حصہ نہ دیا، تو فرمایا ان میں کوئی کپڑا ان شہزادوں کی شان کے مطابق نہ تھا، پھر آپ نے امیر یمن کو پیغام بھیجا تو اس نے ان کے مناسب حال کپڑے تیار کرائے۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۰۷)

(۴) ایک مرتبہ حضرت حسین حضرت عمر سے ملنے گئے مگر یہ دیکھ کر لوٹ آئے کہ عبداللہ بن عمر بھی ملنے کے لئے کھڑے ہیں مگر ان کو ملاقات کی اجازت نہیں ملی، جب حضرت عمر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے تم کیوں واپس

چلے گئے تمہاری اور عبداللہ کی برابری ؟ تم ان سے زیادہ اجازت کے حقدار ہو

شہید مظلوم ص۵، تاریخ خطیب ص۱۴۱ ج ۱ - ازالۃ الخفاء ص۸ مقصد دوم

(۵) ابن عساکر نے ابوالبختری سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت عمر منبر پر خطبہ فرما رہے تھے کہ حضرت حسین نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میرے باپ کے منبر سے نیچے اترو، آپ نے فرمایا بیشک منبر تمہارے ہی باپ کا ہے میرے باپ کا نہیں۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تمہیں کس نے سکھلایا ہے ؟ حضرت علی کھڑے ہو گئے اور فرمایا - واللہ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ پھر آپ امام حسین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بتاؤ - یہ کس نے کہا تھا ؟ حضرت عمر نے کہا آپ ان کو سچی بات پر نہ جھڑکیں۔ واقعی منبر تو ان کے باپ کا ہے۔ (اسنادہ صحیح، تاریخ الخلفاء ص۱۱۱)

(۶) یہ بات بارہا بزرگوں سے سنی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر کو فرمایا، ہمارے غلام کے بیٹے ادھر آؤ، آپ ناراض ہو کر خلیفہ وقت حضرت عمر کی خدمت میں پہنچے اور یہ بات بتائی، حضرت عمر نے فرمایا جاؤ اور ان سے یہ بات لکھوالو، وہ پھر آئے اور عرض کی جو بات ابھی آپ نے فرمائی تھی وہ لکھ دو، چنانچہ آپ نے لکھا۔ (ترجمہ)

~~~ جہاں میں مقبول

~~~ یہ فیصلہ ہمارا خاص و عام ہے ؛ یعنی عمر ہمارا قدیمی غلام ہے

حضرت عمر نے آپ سے پوچھا کیا یہ آپ نے لکھا ہے ؟ عمر ہر تیسے حسین کی میٹھی نوشتہ یہ
لے جاؤں گا کفن میں دلیل بہشت یہ -

فرمایا۔ ہاں حضرت عمر نے فرمایا، جب میں اس دنیا سے روانہ ہوں تو یہ پرچہ میرے ساتھ رکھ دینا تاکہ میں منکر نکیر کو دکھا کر یہ کہہ سکوں کہ

ع من و دست و دامان آل رسول

حضرت عثمان غنی رضی اللہ

حضرت ابن جعفر مدینہ سے حج کے لئے اور حضرت حسین بھی حضرت عثمان کے ساتھ حج کے لئے گئے تھے، لیکن بیماری

کی وجہ سے ایک جگہ جس کا نام سقیا تھا۔ ٹھہر گئے، جب حضرت ابن جعفر وہاں پہنچے، جہاں حضرت حُسین تھے تو وہیں رُک گئے اور اس وقت روانہ ہوئے جب حج کے فوت ہو جانے کا خوف ہوا۔ (موطا امام مالک۔ جامع الہدیٰ) شہید مظلوم صفحہ ۵۰

علامہ ابنِ کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے پانچ سال یا اس کے لگ بھگ پائے۔ (بعد از انقضائے مدت شیر خوارگی) اور آپ سے حدیثیں روایت کیں ...... اور ہم عنقریب ذکر کریں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان دونوں بھائیوں کی کس طرح عزت افزائی فرمایا کرتے تھے اور ان کے بارے میں کس قدر محبت و شفقت کا اظہار فرماتے تھے اور مقصود تو یہ بتانا ہے کہ حضرت حُسین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا زمانہ مبارک پایا تھا اور وفات نبوی تک آپ کی صحبت حاصل کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب اس دنیا سے رحلت فرمائی تو اس وقت آپ حضرت حُسین سے خوش ہو کر گئے تھے۔ لیکن ابھی آپ کم سن تھے، پھر حضرت ابوبکر صدیق اور اسی طرح حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ان کا اکرام و تعظیم کرتے رہے[1] حضرت حسین برابر اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہے ان سے حدیثیں روایت کیں اور تمام غزوات حیدری میں، جن میں جمل، وصفین بھی شامل ہیں، حضرت علی کے ساتھ جہاد میں شریک رہے ہیں۔ آپ ہر زمانے میں معظم و محترم تھے اور ہمیشہ اپنے والد ماجد کی اطاعت میں سرگرم رہے۔ تا آنکہ حضرت علی علیہ السلام و کرم اللہ وجہہ نے شہادت پائی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۱۵۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم، حضرات حسنین (علیہما السلام) کی رکاب پکڑ کر چلا کرتے تھے اور اس کو اپنے لئے نعمت سمجھتے تھے (شہید مظلوم صفحہ ۵۱، البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۳۶)

[1] کان عثمان بن عفان یکرم الحسن والحسین ویحبھما۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۳۶

حضرت عمرؓ کے گواہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ابن سمان کی کتاب الموافقہ، کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ایک دن حضرت عمر نے حضرت علی سے اپنی پریشانی بیان کی کہ اتنے دنوں میں نے خلافت کی مبادا کسی حق میں مجھ سے بے انصافی ہو گئی ہو، حضرت علی نے کہا کہ، اللہ کی قسم! آپ کا عدل اور انصاف ایسا اور ایسا ہے، اس وقت حضرت عمر کے داہنے و بائیں حضرات حسنین بھی تھے آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ اے میرے بھتیجو کیا تم (خدا کے سامنے) گواہی دوگے؟ یہ سن کر دونوں صاحبزادے خاموش ہو گئے اور اپنے والد کی طرف دیکھنے لگے تو حضرت علی نے فرمایا، اشهدا وانا معكما شهيد (ابرالائمہ کی تعلیم ص۶) یعنی تم دونوں گواہی دینے کا وعدہ کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہی دونوں گا۔

حسنین کریمین امیر معاویہ کی نگاہ میں

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

كان الحسين يتردد اليه مع اخيه الحسن فيكرمهما معاوية اكراماً زائداً۔ ويقول لهما! مرحبا واهلا، ويعطيهما عطاء جزيلاً، وقد اطلق لهما في يوم واحد مائتي الف، وقال! خذاها وانا ابن هند، والله لا يعطيكماها احد قبلي ولا بعدي، فقال الحسين والله لن تعطي انت ولا احد قبلك ولا بعدك رجلا افضل منا۔ ولما توفي الحسن كان الحسين يفد الى معاوية في كل عام فيعطيه ويكرمه۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۰ و ص ۱۵۱) و ص ۳۷ للحسن،

ترجمہ۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہمراہ امیر معاویہ کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ امیر معاویہ ان کی نہایت درجہ عزت واحترام کرتے تھے اور آپ کو خوش آمدید (پروٹوکول) کہتے تھے اور بہت

مال و دولت عطا فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک روز ہی دو لاکھ کا عطیہ پیش کیا۔ اور عرض کیا ابن ہند کا عطیہ قبول فرمائیے۔ اللہ کی قسم قبل ازیں و بعدہ آپ کو اس قدر تحفہ نہ ملا ہے نہ ملے گا۔

حضرت حسین نے فرمایا۔ واللہ، آپ بھی اس سے پہلے اور اس کے بعد ہم سے کسی اعلیٰ شخص کو نہ دے سکیں گے۔ امام حسن (علیہ السلام) کی وفات کے بعد بھی حضرت حسین ہر سال برابر امیر معاویہ کے پاس جاتے رہے وہ نہایت تعظیم و تکریم سے آپ کی خدمت میں تحائف پیش کرتا تھا (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۷)

(۲) ایک مرتبہ زیاد نے سعد بن سشریح کا گھر اور سامان ضبط کر لیا، سعید نے حضرت حسین کے پاس جا کر اس کی اطلاع دی، آپ نے ایک سفارشی خط زیاد کو لکھ دیا۔ اس لئے کہ زیاد پہلے حضرت علی کے مخصوص لوگوں میں تھا اور ان کی طرف سے گورنر بھی رہ چکا تھا۔ مگر زیاد نے آپ کی سفارش ماننے کی بجائے آپ کے خط کا نہایت گستاخانہ جواب دیا۔ آپ نے وہ خط اپنے خط کے ساتھ حضرت معاویہ کے پاس بھیج دیا، اس پر حضرت معاویہ نے زیاد کو خط لکھا۔ جس میں پہلے تو ان کو اس گستاخی پر بہت ملامت کی لکھا کہ "سعید" کا ضبط کیا ہوا سامان واپس کرو، میں نے حضرت حسین کی سفارش مان لی اور ان کو لکھ دیا ہے کہ وہ سعید کو اس کی اطلاع کر دیں، سعید کا دل چاہے تو ان کے ساتھ مدینہ میں رہیں اور دل چاہے تو اپنے شہر واپس آ جائیں۔ تم ان کو کسی قسم تکلیف نہیں دے سکتے نہ ہاتھ سے نہ زبان سے (تحفہ اثنا عشریہ مطاعن طعن اول، شہید مظلوم ص ۵۱)

(۳) حضرت معاویہ نے یزید کو جو وصیت کی تھی اس میں خصوصیت کے ساتھ حضرت حسین کے لئے فرمایا تھا۔

واما الحسین فان اهل العراق لم یدعوه حتی یخرجوه فان خرج

علیك فظفرت به فاصفح عنه فان له رحمًا ماسّة وحقًا عظیمًا۔

ترجمہ۔ اور بہرحال حسین تو اہل عراق ان کو نہ چھوڑیں گے یہانتک کہ تمہارے مقابلے پر لے آئیں تو اگر وہ تمہارے مقابلہ کے لئے نکلیں اور تم کامیاب ہو جاؤ تو ان سے درگذر کرنا اس لئے کہ ان کی قرابت قریبہ اور ان کا حق بہت بڑا ہے۔

(شہید مظلوم ص۵۱ و ص۵۲، طبری ص۸۰ ج ۶، ابن خلدون ص۱۸ ج ۳)

۱۰۔ حافظ ابنِ کثیرؒ نے لکھا ہے۔

امیر معاویہ نے یزید کو وصیت کی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص برتاؤ رکھنا وہ عوام میں بہت مقبول اور محبوب ہیں، ان سے صلۂ رحمی کرنا، اور ان کے ساتھ سلوک کرنا، تیری حکومت ٹھیک ٹھاک چلے گی۔ (البدایہ ج ۸ ص۱۶۲)

مگر یزید نے اپنے باپ کی وصیت کو لات مار کر اپنے باپ کی نافرمانی کا ارتکاب کیا

فیصلہ کُن نظریہ

بفضل الٰہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نورِ نبوت سے وہ جان لیا تھا، جو امام حسین رضی اللہ عنہ اور لوگوں کے مابین واقع ہونے والا تھا۔ اس لئے ظاہر فرما دیا کہ میں اور حسین وجوب محبت اور حرمۃ تعرض و محاربہ میں ایک جیسے ہیں اور اس کی مزید تاکید یوں فرمائی کہ حسین کا محب، اللہ کا محبوب ہے، گویا حسین کی محبت، رسول اللہ کی محبت ہے اور سرکار کی محبت خود اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ (۱۲ کذا فی الطیبی ترمذی ج ۲ ص۲۱۸ حاشیہ ۵)

مندرجہ بالا آیات و احادیث و روایات اور ائمہ اسلام کی تشریحات کے تحت ایک مذہبی نقطہ نگاہ قائم ہو جاتا ہے اور اس مذہبی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو جن نفوس قدسیہ کو اللہ تبارك و تعالیٰ نے پاک

بنایا ہے، اس کے برحق رسول نے کتاب اللہ کا رفیق ٹھہرایا ہے، جن کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم خود اس قدر محبت کرتے کہ اپنا جزو قرار دیتے خطبہ چھوڑتے، سجدہ طویل کر دیتے، زبان چوساتے، سینۂ اقدس پر بٹھاتے ان کی ہر بات پوری فرماتے، ان کا رونا برداشت نہ کرتے بلکہ بارگاہ رب العلمین میں عرض کرتے کہ ان سے اور ان کے غلاموں، محبوں سے محبت کر، اور جن کی حمایت، نصرت و مدد کی تاکید کر دی، جن کو اپنا بھی فرزند کہا، اور اپنی دنیا کا پھول اور جنت کا سردار بنایا۔ پھر ان کی شہادت پر غبار آلود اور غمگین نظر آئے، جن کے قاتلوں کو جہنمی قرار دیا، ممکن نہیں کہ اس مقام کا مالک، رسول کریم کا پروردہ، زہراء و علی کا نور دیدہ، حب جاہ اور بغاوت کے گناہ کا مرتکب ہو۔ اس صورت کے پیش نظر لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یا تو شیوخ المحدثین امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ و امام مسلم متوفی ۲۶۱ھ و امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ و امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۵ یا ۲۷۹ھ، امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ / ۲۷۵ھ و امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ اور دوسرے جامعین احادیث و معتبر شارحین احادیث شیعی یا سبائی یا باطل پرست تھے جو ان حضرات کے فرضی و من گھڑت مناقب و فضائل تصنیف کر گئے؟ یا معاذ اللہ صحابہ کرام خصوصاً شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ان کی تعظیم و توقیر میں مبالغہ کر گئے؟ یا خود بانی اسلام، رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ارشادات اور دعائیں غلط تھیں؟ اور علام الغیوب رب ذوالجلال نے بھی اس سلسلہ میں اپنے نبی کی صحیح رہنمائی نہیں فرمائی؟ یا پھر یزید علیہ ما علیہ اور اس کے عمال و اعوان ہی ظالم، جابر، فاسق و فاجر تھے، ظاہر ہے۔ اس آخری بات کو تسلیم کر لینا ہی صحیح نقطۂ نظر ہے۔ یہی موقف صحابہ کرام، تابعین عظام، اتباع تابعین، ائمہ اعلام، ائمہ مجتہدین، ائمہ شارحین احادیث، ائمہ مفسرین، اولیاء کاملین اور جمہور مسلمین کا ہے۔

علامہ امام سعد الدین تفتازانی نے مندرجہ بالا طبقات کی ترجمانی کرتے ہوئے عقائد کی مشہور و معتبر کتاب میں لکھا ہے۔

اتفقوا علی جواز اللعن علی من قتلہ او امر بہ او اجازہ ورضی بہ والحق ان رضا یزید بقتل الحسین واستبشارہ بذلک واہانتہ اھل بیت النبی علیہ السلام مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلہ احادا فنحن لانتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ۔ (شرح عقائد ص ۱۱۳)

انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس پر لعنت کرنا جائز ہے کہ جس نے حضرت حسین کو قتل کیا یا جس نے اس کا حکم دیا یا جس نے اس کی اجازت دی اور اس پر راضی ہوا، اور حق یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر یزید کا راضی ہونا اور اس پر خوش ہونا اور اہل بیت نبوی کی اہانت کرنا ان تمام امور کی تفصیلات گو بطریق احاد مروی ہوں۔ لیکن معنی کے لحاظ سے متواتر ہیں۔ اس لئے ہمیں تو اس کے بارے میں کیا، اس کے ایمان کے بارے میں بھی کوئی تردد نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو اور اس سلسلے میں اس کے اعوان و انصار پر بھی۔

ان ادلہ قاہرہ کے ہوتے ہوئے ایک یزید کو بچانے کے لئے۔ تمام اکابر امت کی تضلیل اور اجماع اہلسنت کی تردید اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ارشادات اور رب ذوالجلال کے فرمودات کے انکار کا مظلمہ اپنے سر لینا کہاں کی دانائی و دیانت ہے؟

اگر تاریخی زاویہ نظر سے غور کیا جائے تو بھی امام عالی مقام حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کا موقف بالکل صحیح اور واضح ہے آپ برائی العین دیکھ رہے تھے کہ اموی گروہ جس ڈگر پر گامزن ہے وہ راہ آپ کے جد بزرگوار کے مسلک اور ان کی شریعت مطہرہ سے کوسوں دور ہے۔ اس لئے اس پر اعتراض کرنے کا سب سے زیادہ حق آپ کا تھا۔ اور آپ نے ایسا کر کے بارگاہ الوہیت و بارگاہ نبوت میں سرخروئی حاصل کر لی۔ بالفرض

آپ کا احتجاج اور ایثار غیر صحیح تھا تو لازم آئے گا کہ آپ سے پہلے اور آپ کے بعد ہزاروں مردانِ حق نے حق کے لئے جو جد وجہد کی ہے اور جو زبردست قربانیاں پیش کی ہیں وہ سراسر بے حاصل اور بغتی و معصیت میں داخل تھیں۔ حالانکہ ایسا تصور خود بغی و معصیت اور غوایت وضلالت ہے۔

شہباز ولایت، قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت پیر سید مخدوم جہانیاں بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم مبارک۔

روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ابنی ھذا سید ویصلح اللہ تعالیٰ بہ بین فئتین من المومنین فالنبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل الفئتین مومنین وفی ھذا دلیل علی ان معاویۃ کان لہ حق الخلافۃ بعد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جوز الصلح فیما بینھما وکان عادلاً بعد الصلح مع الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (خزانہ جلالی قلمی ص ۲۵۴)

(۲) ویزید لعنۃ اللہ در مدت سلطنت خود در حق جگر گوشگان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کرد آنچہ کرد، وبعد قتل یزیدیاں از حسین شہید دو پسر ماندیکے را عمر نام و دوم را علی اصغر گفتندے ہر دو خورد ماندہ بودند (البدایہ ج ۸ ص ۱۹۵) اگر بزرگ بودندے ایشاں را ہم یزیدیاں شہید کردندے۔ عمر ہم در جوانی شہید شد و علی اصغر بزرگ شد او را میان امت زین العابدین خواندندے،

خدمت سید السادات نفع اللہ المسلمین بطول بقائہٖ فرمود کہ در تمہید ابو شکور سالمی گفتہ است، اِختلفوا فِی اللعن علیٰ یزید قال بعضھم لا یجوز اللعن علیہ لانہ کان امام المسلمین فی سنین وقال بعضھم یجوز لانہ کفر باللہ حیث اجاز قتل حسین ورضی بذلک وقال بعضھم بان یزید لم یامر القوم بقتل الحسین وانما امر بطلب البیعۃ او یاخذہ وحملہ الیہ فھم قتلوہ

بغیر امرہ والاصح ان تقول بان یزید لو امر بقتل الحسین او رضی واجاز وجوز اللعن علیہ فانہ یجوز اللعن علیہ والا فلا وکذا قاتلہ لا یکفر من غیر استحلال ۔ (خزانہ جلالی قلمی ص ۲۵۴)

(۳) یزید کی لعنت کا ذکر چلا، شیخ الاسلام نے پوچھا کہ قصیدہ لامیہ میں جو یہ کہا ہے ہے

ولم یلعن یزید بعد موت ۔ سوی المکثار فی الاغراء غال

سو اس منع لعنت کا کیا سبب ہے ۔ مخدوم نے فرمایا کہ لامیہ والے نے تو اس کے واسطے ایک جگہ برعکس اس کے یہ بیت کہی ہے ہے

ولعنۃ عالمین علی یزید ۔ شقاوتہ مبین فی الفعال

بعد اس کے شیخ الاسلام نے کہنا شروع کیا کہ قصیدہ لامیہ کا کیا اعتبار ہے میں نے اس کو پڑھا ہے لیکن ایک خلق سے سنا ہے کہ ظالم پر لعنت کرنا روا ہے۔ کیونکہ اس نے ظلم کیا ہے اور لعنت ظلم کی کفر نہیں کر سکتی ہے لیکن اس نے جو کام کیا ہے مآل اس کا کفر ہے، مخدوم نے فرمایا کہ شارع کے واسطے روا ہے کہ وہ لعنت کریں یعنی خدا و رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یہ بات لائق ہے لیکن یزید نے قتل کو حلال سمجھا یا تھا اس لئے کہ امیر المومنین حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو کنگرے کے سر پر لٹکایا تھا جس طرح کہ دشمنوں کے سر کو لٹکاتے ہیں یہ دلیل استحصال قتل کی ہے ۔ پس اس کے حق میں یہ لعنت راست آئے گی ۔ (الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم ج ۲ ص ۹۶۸)

شیخ الاسلام امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ۔

اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں ۔ ایک وہ کہ قبل فتح مکہ شریف بایمان ہوئے اور راہ

بحث باش
گرنے والا
دعوئے باز
درو غگو ۔

خدا میں مال خرچ کیا، جہاد کیا، دوسرے وہ کہ بعد۔ پھر فرمایا" وکلا وعداللہ الحسنی"
دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور جن سے بھلائی کا وعدہ
کیا ان کو فرماتا ہے اولٰئک عنہا مبعدون ہ لایسمعون حسیسہا وھم فی ما
اشتھت انفسھم خلدون ہ لایحزنھم الفزع الاکبر وتتلقھم الملائکۃ
ھذا یومکم الذی کنتم توعدون ہ (القرآن)

وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور وہ لوگ
اپنی جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے قیامت کی وہ سب سے بڑی گھڑی انہیں
غمگین نہ کرے گی، فرشتے ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن
جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل
بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعنہ کرے، اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے اور ان کے بعض
معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام
کا کام نہیں۔ رب عزوجل نے اسی آیت میں اس کا منہ بھی بند فرما دیا کہ دونوں
فریق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرما دیا،
واللہ بما تعملون خبیر" اور اللہ کو خوب خبر ہے۔ جو کچھ تم کرو گے۔ بایں ہمہ
میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، اس کے بعد کوئی بکے اپنے سر کھائے
خود جہنم میں جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء امام
قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔

ومن یکون یطعن فی معاویۃ ∴ فذاک من کلاب الھاویۃ

جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں سے ایک کتا ہے۔

(احکام شریعت حصہ اول ص۱۰۲ وص۱۰۳)

یزید کے بارے میں فتویٰ

یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید
قطعاً یقیناً باجماع اہلسنت فاسق

فاجر وجری علی الکبائر تھا۔ اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق و اتفاق ہے۔ صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعنت کرتے ہیں۔ اور اس آیت کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں۔ فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولئک لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم۔ کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین وخود کعبہ معظمہ روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے اذان و نماز رہی مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین بے گناہ شہید کئے، کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے، سر انور کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت (شاہی پردہ نشین) قید کئے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے۔ اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا؟ ملعون ہے جو ان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ

جانے۔ قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر "لعنہم اللہ" فرمایا لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں ...... اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہلِ سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بد دینی صاف ہے بلکہ الفِ نخاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرشمہ ہو۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہل سنت کا عدو و عنود ہے، ایسے گمراہ بددین سے ...... شکایت بے سود ہے۔ (عرفان شریعت حصہ دوم ص۵۶ و ص۵۷۔ از امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ

علمائے دیوبند کے معروف مفتی مولانا عبد الغفار صاحب۔ (مدرسہ مدینۃ العلوم جامع مسجد بلاک اے شمالی ناظم آباد کراچی ۳۳) نے لکھا ہے

میدانِ کربلا میں اہلِ بیت پر جو کچھ بیتی ہے وہ تواتر سے ثابت ہے ان باتوں کا انکار کوئی احمق ہی کر سکتا ہے، جو شخص ان باتوں کے انکار کے ساتھ ان کے مظالم کے لکھنے والوں اور پڑھنے والوں کو لعنتی کہتا ہے وہ شخص امام بننے کے لائق نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(کتبہ عبد الغفار عفا اللہ عنہ)

جامعہ اشرفیہ لاہور (دیوبندی مکتب فکر کے) دارالافتاء سے صادر ہونے والا فتویٰ۔

منکر کے بارے میں یہ ہے کچھ واقعات تو حقیقی ہیں اور بعض شیعوں نے بڑھا چڑھا کر پیش کئے ہیں۔ کیونکہ آنکھوں دیکھا حال کسی نے بیان نہیں کیا۔ بہرحال یزید ان تمام واقعات میں بری الذمہ نہیں ہو سکتا وہ بھی برابر کا مجرم ہے اور اس قتل و ظلم کا گناہ اس کی گردن پر بھی ہے، جو شخص یزید کا حمایتی ہے وہ سُنّی نہیں ہے بلکہ یزیدی ہے، اس کو امام بنانا مکروہ ہے۔ فقط

(دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۹ ربیع الاول سنہ ۱۴۱۲ھ)

غوث الاعظم پیر پیراں میر میراں دستگیر بے کساں، غوث الثقلین، غوث الانس

والجان محبوب سبحانی، قطب ربانی، غوث صمدانی شہبازِ لامکانی، قندیل نورانی، حضرت الشیخ سید عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب کتاب۔ "غنیۃ الطالبین" میں یوم عاشور کے فضائل اور سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جو بقول غوث پاک" خلفاء راشدین کے مراتب پر پہنچا دیئے گئے"، کے مناقب ملاحظہ کریں۔ واضح ہو کہ غیر مقلدین، غوث اعظم کے فرمان کو حجت مانتے ہیں۔

یوم عاشورہ کے فضائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ○

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مہینوں کی تعداد بارہ بیان فرمائی ہے، جس دن زمین و آسمان پیدا کئے گئے، جن میں چار مہینے حُرمت والے ہیں۔

حُرمت کے مہینوں میں سے اللہ کے نزدیک محرم بھی ہے۔ (اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے) اور اسی ماہ میں عاشورہ کا دن بھی ہے۔ جس میں عبادت کرنے والے کے لئے عظیم ثواب مقرر کیا گیا۔ ہم سے شیخ ابوالنصر رح نے بالاسناد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے محرم کے کسی دن روزہ رکھا اس کو ہر روزہ کے عوض تیس دن کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے محرم کی دس تاریخ یعنی یوم عاشورہ کا روزہ رکھا اس کو دس ہزار فرشتوں، دس ہزار شہیدوں اور دس ہزار حج و عمرہ کرنے والوں کا ثواب دیا جائے گا۔ جس نے عاشورہ کے دن کسی

یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا اللہ تعالیٰ اس کے سر کے ہر بال کے عوض جنت میں اس کا درجہ بلند کرے گا، جس نے عاشورہ کی شام کو کسی مومن کا روزہ کھلوایا گویا اس نے اپنی طرف سے تمام اُمتِ محمدیہ کا روزہ کھلوایا اور ساری اُمت کا پیٹ بھرا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے دن کو تمام دنوں پر فضیلت دی ہے حضور نے فرمایا ہاں! اللہ تعالیٰ آسمانوں، زمین، پہاڑوں، سمندروں کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا، لوح و قلم کو بھی عاشورہ کے دن پیدا کیا، حضرت آدم علیہ السلام عاشورہ کے دن پیدا ہوئے، حضرت آدم کو جنت میں عاشورہ کے دن داخل فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام عاشورہ کے دن پیدا ہوئے، ان کے بیٹے کا فدیہ قربانی عاشورہ ہی کے دن دیا گیا، فرعون کو عاشورہ کے دن (نیل میں) غرقاب کیا، حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف عاشورہ کے دن دور فرمائی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ عاشورہ ہی کے دن قبول فرمائی، حضرت داؤد علیہ السلام کی لغزش عاشورہ کے دن معاف فرمائی" حضرت عیسیٰ عاشورہ کے دن پیدا ہوئے۔ قیامت عاشورہ کے دن ہی برپا ہوگی۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے ایک دوسری روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا ہے اس کے لئے ساٹھ برس کی عبادت (صیام وصلوٰۃ) اللہ تعالیٰ لکھ دیتا ہے، جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اس کو ہزار شہیدوں کا ثواب دیا جاتا ہے جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کا ثواب لکھ دیتا ہے، جس نے عاشورہ کے دن کسی مسلمان کا روزہ کھلوایا گویا اس نے تمام اُمت محمدیہ کا روزہ کھلوا دیا اور سب کے پیٹ بھروا دیئے، جس نے عاشورہ کے دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو یتیم کے سر کے ہر بال کے عوض جنت میں اس کا مرتبہ

بلند کیا جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے عاشورہ کے روزہ کے ساتھ ہم کو بڑی فضیلت عطا فرمائی! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے کیونکہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے عرش و کرسی، ستاروں اور پہاڑوں کو پیدا فرمایا، لوح و قلم عاشورہ کے دن پیدا کئے، جبرئیل اور دوسرے ملائکہ کو عاشورہ کے دن پیدا کیا۔ حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو عاشورہ کے دن پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو آتش نمرود سے عاشورہ کے دن نجات بخشی، ان کے فرزند کا فدیہ عاشورہ کے دن دیا، فرعون کو عاشورہ کے دن غرق کیا، حضرت ادریس کو عاشورہ کے دن آسمان پر اٹھایا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے دکھ درد کو عاشورہ کے دن دور کیا۔ حضرت عیسیٰ کو عاشورہ کے دن اٹھایا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی عاشورہ کے دن ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ بھی اسی دن قبول ہوئی۔ حضرت داؤد کا گناہ اسی دن بخشا گیا، حضرت سلیمان کو جن و انس پر حکومت اسی دن عطا ہوئی۔ خود باری تعالیٰ عاشورہ کے دن عرش پر متمکن ہوا۔ قیامت عاشورہ کے دن ہوگی۔ آسمان سے سب سے پہلی بارش عاشورہ کے دن ہوئی، جس دن آسمان سے پہلی مرتبہ رحمت نازل ہوئی وہ عاشورہ کا دن تھا، جس نے عاشورہ کے دن غسل کیا وہ مرض الموت کے سوا کسی بیماری میں مبتلا نہ ہوگا، جس نے عاشورہ کے دن پتھر کا سرمہ آنکھ میں لگایا تمام سال اس کو آشوب چشم نہیں ہوگا جس نے اس دن کسی کی عیادت کی گویا اس نے تمام اولادِ آدم علیہ السلام کی عیادت کی، جس نے عاشورہ کے دن کسی کو ایک گھونٹ پانی پلایا اس نے گویا ایک لمحہ کو اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔

عاشورہ کے دن چار رکعت نماز

جس نے عاشورہ کے دن چار رکعت نماز اس طرح پڑھی

کہ ہر رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور پچاس بار سورۂ اخلاص پڑھی اللہ تعالیٰ نے اس کے پچاس برس گزشتہ اور پچاس برس آئندہ کے گناہ معاف فرمائے، ملأ اعلیٰ میں اس کے لئے نور کے ہزار محل تعمیر کرائے گا۔ ایک اور حدیث میں چار رکعتیں دو سلاموں کے ساتھ مذکور ہیں، ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ، سورۃ زلزال، سورۃ کافرون اور سورۃ اخلاص ایک ایک دفعہ اور نماز سے فراغت کے بعد ستر بار درود شریف پڑھنا مذکور ہے (یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت یہ بھی آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل پر سال میں ایک دن یعنی عاشورہ کے دن روزہ فرض کیا گیا تھا، تم بھی اس دن روزہ رکھو اور اپنے گھر والوں کے خرچ میں اس روز فراخی روا رکھو جس نے اس روز اپنے گھر والوں کے خرچ میں وسعت پیدا کی اللہ تعالیٰ اس کو پورے سال آسودگی وکشائش عطا فرماتا ہے جس نے اس دن روزہ رکھا تو وہ روزہ اس کے چالیس سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ جو شخص شب عاشورہ میں رات بھر عبادت میں مشغول رہے اور صبح کو وہ روزہ سے ہو تو اس کو اس طرح موت آئے گی کہ اس کو مرنے کا احساس بھی نہ ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت!

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عاشورہ کی شب عبادت کی تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا اس کو زندہ رکھے گا۔ حضرت سلیمان بن عیینہ نے بروایت جعفر کوفی، ابراہیم

بن محمد (جو اپنے زمانے میں کوفہ کے بہت بڑے بزرگ سمجھے جاتے تھے) سے روایت کی ہے کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ عاشورہ کے دن جو شخص اپنے گھر والوں کے خرچ میں فراخی و وسعت پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ پورے سال اس کو فراخی اور وسعت عطا فرماتا ہے۔ ہم نے پچاس سال سے (برابر) اس کا تجربہ کیا ہے اور ہمیشہ روزی کی فراخی ہی میسر ہوئی۔ یہی حدیث حضرت عبداللہ سے بھی منقول ہے کہ جس نے یوم الزینۃ یعنی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اس نے سال بھر کے اپنے فوت شدہ صدقہ کو پالیا۔ یحییٰ بن کثیر کا قول ہے کہ جس نے عاشورہ کے دن مشک آمیز سرمہ لگایا اس کی آنکھوں میں سال بھر تک آشوب نہیں ہوگا۔ ابونصر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ و والد کی سند سے ابو غلیط عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر پر ایک صرد (ممولا) کو دیکھا تو فرمایا کہ سب سے پہلے اس پرندہ نے عاشورہ کا روزہ رکھا۔

جنگلی جانور بھی روزہ رکھتے ہیں

قیس بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جنگلی جانور بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ماہ رمضان کے بعد روزوں کا سب سے افضل مہینہ وہ ہے جس کو محرم کہا جاتا ہے اور فرض نماز اور وسط شب کی نماز کے بعد سب سے افضل نماز یوم عاشورہ کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا کے مہینے یعنی محرم میں اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کی توبہ قبول فرمالی اور کچھ لوگوں کی توبہ قبول فرمالے گا۔

حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ذی الحجہ کے آخری دن اور محرم کے پہلے دن کا روزہ رکھا گویا اس نے گزشتہ

سال کو روزوں میں ختم کیا (یعنی سال بھر کے روزے رکھے) اور آئندہ سال کو بھی روزہ سے شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے پچاس برس کے گناہوں کا اس روزہ کو کفّارہ بنا دیا۔ عروہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ عہد جاہلیت میں قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ جب (ہجرت فرماکر) مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو رمضان کے روزے فرض کئے گئے، پھر جس نے چاہا عاشورہ کا روزہ رکھا جس نے چاہا اسے ترک کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو یہودیوں نے عرض کیا کہ آج کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا اس وجہ سے ہم اس دن کو عظیم سمجھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری بہ نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہمارا تعلق زیادہ ہے اس کے بعد حضور نے اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم صادر فرما دیا۔

عاشورہ کی وجہ تسمیہ

عاشورہ کی وجہ تسمیہ میں علما کا اختلاف

عاشورہ کی وجہ تسمیہ میں علمائ کا اختلاف ہے، اس کی وجہ مختلف طور پر بیان کی گئی ہے اکثر علماء کا قول ہے کہ چونکہ یہ محرم کا دسواں دن ہوتا ہے اس لئے اس کو عاشورہ کہا گیا، بعض کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بزرگیاں دنوں کے اعتبار سے اُمّت محمدیہ کو عطا فرمائی ہیں اس میں یہ دن دسویں بزرگی ہے اسی مناسبت سے اس کو عاشورہ کہتے ہیں۔ پہلی بزرگی تو رجب کی ہے وہ اللہ کا ماہ رحم ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ بزرگی صرف اس اُمت کو عطا کی ہے کہ باقی مہینوں پر رجب کو فضیلت ایسی ہی ہے

جیسی اُمت محمدیہ کی فضیلت دوسری امتوں پر ۔ ۲ ماہ شعبان کی بزرگی ہے ۔ ماہ شعبان کی
فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت دوسرے انبیاء
علیہم السلام پر۔ ۳ تیسرا ماہ رمضان ہے اس کی فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسے
اللہ کی فضیلت مخلوق پر ہے ۔ ۴ چوتھی فضیلت شب قدر کی ہے یہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔
۵ پانچواں دِن عید الفطر کا ہے یہ روزوں کی جزا ملنے کا دِن ہے۔ ۶ عشرہ ذی الحجہ
کی فضیلت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے دِن ہیں۔ ۷ ساتویں فضیلت کا دِن عرفہ کا دِن
ہے، اس دِن کا روزہ رکھنے سے دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔
۸ آٹھواں دن نحر (قربانی) کا دِن ہے۔ ۹ نواں دِن جمعہ کا دِن ہے یہ دِن سیّد الایام
ہے۔ ۱۰ دسواں دِن عاشورہ کا دِن ہے، اس دِن روزہ رکھنے سے ایک سال کے
گناہوں کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔ اِن تمام دنوں کی ایک خاص عزت اس کے وقت
پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو عطا فرمائی ہے تاکہ وہ اس کے گناہوں کا
کفارہ ہو جائے اور اُمت کو خطاؤں سے پاکی حاصل ہو جائے۔

بعض علمائے نے کہا ہے کہ یوم عاشورہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
اس روز دس پیغمبروں پر ایک ایک عنایت خاص فرمائی (کل دس عنایتیں ہوئیں)

(۱) اس روز حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔

(۲) حضرت ادریس علیہ السلام کو مقام رفیع پر اٹھایا۔

(۳) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی روز کوہ جودی پر ٹھہری۔

(۴) اسی روز حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی روز اللہ تعالیٰ نے
ان کو اپنا خلیل بنایا، اسی دِن نمرود کی آگ سے ان کو بچایا۔

(۵) اسی روز حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور اسی روز حضرت سلیمان
علیہ السلام کو (چھنی ہوئی) سلطنت واپس ملی۔

(۶) اسی روز حضرت ایوب علیہ السلام کا ابتلا (دکھ درد) ختم ہوا۔

(۷) اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (دریائے نیل میں) غرق ہونے سے بچایا، اور فرعون کو غرق کر دیا۔

(۸) اسی روز حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے رہائی ملی۔

(۹) اسی روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھالیا گیا۔

(۱۰) اسی دن سرورِ کائنات رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی (ھذا قول شاذ)
یعنی یہ قول درست نہیں ہے

مُحَرَّم کی کس تاریخ کو

عاشورہ سمجھنا چاہیئے!

کِس تاریخ کو عاشورہ ہوتا ہے

عَاشُورہ کا دِن محرم کی کِس تاریخ کو ہوتا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے

اکثر علماء کا قول ہے (جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے) کہ مُحرم کی دسویں تاریخ کو یوم عَاشُورہ کہتے ہیں۔ بعض علمائے نے گیارھویں تاریخ کو عاشورہ کہا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جو قول منقول ہے اس میں نویں تاریخ محرم کو عاشورہ ہونے کا ذکر ہے۔ حکیم ابن اعرج رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ عاشورہ کا روزہ کِس تاریخ کو رکھنا چاہئے آپ نے فرمایا جب مُحرم کا چاند نظر آجائے تو اس سے گنتی رکھ لو، نویں تاریخ کی صبح کو روزہ رکھو، جب حکیم نے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی تاریخ کو روزہ رکھتے تھے؟ تو آپ نے جواب دیا ہاں! ایک دوسری حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول یوں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی دسویں دن روزہ رکھا اور

اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی صادر فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے عرض کیا یا رسول اللہ یہود ونصاریٰ اس دن کو بڑا اور بزرگ جانتے ہیں (یعنی دسویں محرم کو) تو حضور نے فرمایا کہ آئندہ سال ہوگا تو انشاء اللہ ہم نویں (محرم کی) تاریخ کو روزہ رکھیں گے لیکن آئندہ سال آنے سے پہلے ہی حضور نے وصال فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دوسرے الفاظ اس طرح ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آئندہ سال تک میں زندہ رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ نویں تاریخ کو روزہ رکھوں گا۔ حضور کا یہ ارشاد بہ نظر احتیاط تھا کہ کہیں عاشورہ[1] کا روزہ نہ چھوٹ جائے۔

یوم عاشورہ کے بعض مزید مسائل

یوم عاشورہ کی ایک اور فضیلت یہ ہے کہ اسی دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے آپ کے پاس حسین رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے، میں نے دروازے سے دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک پر چڑھے ہوئے کھیل رہے تھے، حضور کے دست مبارک میں مٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور چشم مبارک سے آنسو جاری تھے، جب حسین علیہ السلام کھیل کر چلے گئے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گئی اور میں نے عرض کیا حضور میرے ماں باپ آپ پر قربان میں نے ابھی دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں مٹی تھی اور آپ اشکباری فرمارہے تھے؟ آپ نے فرمایا حسین میرے سینے پر کھیل رہے تھے میں بہت خوش تھا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے وہ مٹی لاکر دی جس پر حسین علیہ السلام کو شہید کیا جائے گا یہ سبب میری اشکباری کا تھا۔

---

[1] وقد اخرجه البخاری ومسلم عن عائشة انها قالت کان عاشوراء یصام فلما نزل فرض رمضان کان من شاء صام ومن شاء افطر۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۱۴

اہل بیت سے اچھا سلوک

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سلیمان بن عبدالملک (اموی) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور اس کو بشارت دے رہے ہیں اور اس پر مہربانی فرما رہے ہیں۔ صبح ہوئی تو سلیمان بن عبدالملک نے مجھ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی، میں نے کہا کہ تم نے شاید رسول اللہ کے اہل بیت سے اچھا سلوک کیا ہے! سلیمان نے کہا جی ہاں! یزید بن معاویہ کے خزانے میں مجھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر ملا تھا میں نے سر مبارک دیباج کے کپڑوں سے کفنا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر نماز پڑھ کر قبر میں دفن کر دیا، میں نے کہا کہ اسی وجہ سے رسول اللہ تم سے راضی ہو گئے۔ اس پر سلیمان نے میرے ساتھ اچھا سلوک اور مہربانی کا برتاؤ کیا۔

حمزہ بن زیات نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ یہ دونوں پیغمبر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ شیخ ابو نصر نے بالاسناد ابو اسامہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ جعفر رضی اللہ عنہ بن محمد نے فرمایا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کی قبر پر ستر ہزار فرشتے اترے جو قیامت تک آپ کے لئے اشکباری کرتے رہیں گے۔

عاشورہ کے روزے پر طعن کرنے والے غلطی پر ہیں

بعض لوگ عاشورہ کا روزہ رکھنے والوں پر طعن کرتے ہیں اور ان حدیثوں اور روایتوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں جو یوم عاشورہ کی تعظیم کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس روز روزہ رکھنا جائز نہیں کیونکہ اس روز حضرت حسین شہید کئے گئے تھے، آپ کی شہادت پر ہمہ گیر رنج و ملال ہونا چاہیئے لیکن روزہ رکھ کر خوشی اور مسرت کا دن قرار دے لیا جاتا ہے اور اس دن بال بچوں کے مصارف میں فراخی پیدا کر کے خوشی منائی جاتی ہے

فقیروں، محتاجوں اور غریبوں کو خیرات دی جاتی ہے۔ تمام اہل اسلام پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا جو حق ہے اس کا یہ تقاضا نہیں!

یہ اعتراض کرنے والا غلطی پر ہے اس کا مسلک غلط اور فاسد ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محترم کے فرزند کی شہادت کے لئے ایسے دن کا انتخاب فرمایا جو قدر و بزرگی، عظمت و جلالت میں سب دنوں سے افضل و برتر تھا تاکہ اُن کو ذاتی بزرگی کے ساتھ مزید بزرگی اور علوِ مرتبت حاصل ہو اور وہ شہید ہو کر خلفائے راشدین کے مراتب پر پہنچا دیئے گئے۔ اگر آپ کی شہادت کے دِن کو مصیبت کا دِن بنالیا جائے تو اس صورت میں دوشنبہ کا دِن تو سب سے زیادہ مصیبت کا دِن ٹھہرتا ہے کہ اس دِن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی روز وفات پائی ہشام رحمۃ اللہ علیہ بن عروہ سے منقول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس روز ہوئی تھی میں نے جواب دیا پیر کے روز انھوں نے فرمایا مجھے اُمید ہے کہ میں بھی اسی روز مروں گا، چنانچہ آپ کی وفات بھی پیر کے دِن ہوئی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات تو دوسروں کی وفات سے بہت عظیم ہے۔

مگر سب لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ پیر کا دِن بزرگ ہے، اس دِن روزہ رکھنا افضل ہے، پیر اور جمعرات کے دِن اللہ تعالیٰ کے حضور میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں پس عاشورہ کے دِن کو بھی اسی طرح مصیبت کا دِن نہیں بنانا چاہیئے اس کو یوم مسرت و انبساط بنانے سے یوم مصیبت بنانا کسی طرح بھی اولیٰ اور انسب نہیں ہے، ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ اس دِن تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو دشمنوں سے نجات عطا کی اور اِن کے بدخواہوں کو ہلاک کردیا، آسمان و زمین کو پیدا کیا اور عظمت بزرگی رکھنے والی تمام چیزیں اسی روز بنائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اس روز

کا روزہ رکھنے والے کیلئے ثواب عظیم مقرر فرمایا، اس دن کے روزوں کو گناہوں کا کفارہ بنایا اور تمام برائیوں سے نجات کا وسیلہ بنایا، ان خوبیوں اور نعمتوں کے باعث یوم عاشورہ بھی عیدین، جمعہ اور عرفہ کی طرح متبرک دن ہے، اب اگر ایسے دن کو یوم مصائب، قرار دینا جائز ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) ایسا ضرور کرتے وہ بمقابلہ ہمارے، حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ قربت اور تعلق رکھتے ہیں۔

حدیث شریف میں اس روز اہل و عیال کے نفقہ میں زیادہ وسعت و فراخی اور روزہ رکھنے کی بھی ترغیب دی گئی ہے۔ حسن بصری سے مروی ہے کہ آپ کے نزدیک عاشورہ کا روزہ رکھنا فرض تھا اور حضرت علی اس روز روزہ رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم کو روزہ رکھنے کا حکم کون دیتا ہے، لوگوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ آپ نے فرمایا باقی حضرات میں سنت سے وہ تمام لوگوں سے زیادہ واقف ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس نے شب عاشورہ میں رات بھر عبادت کی تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے اس کو زندگی عطا کرتا ہے، ان مذکورہ دلائل سے اعتراض کرنے والے کے اعتراض کی غلطی اچھی طرح واضح ہوگئی۔

الغنیہ لطالبی طریق الحق ج ۲ ص۵۲ تا ص۵۷۔ مطبوعہ مصر (ترجمہ از شمس بریلوی)

عاشورہ کے دن یزیدیوں کی عید

حافظ ابن کثیر نے ارقام فرمایا ہے

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب من أهل الشام فكانوا الى يوم عاشوراء يطبخون الحبوب ويغتسلون

ویتطیبون ویلبسون افخر ثیابهم ویتخذون ذلک الیوم عیدا یصنعون فیه انواع الاطعمة ویظهرون السرور والفرح یریدون بذلک عناد الروافض ومعاکستهم - البدایه والنهایه ج ۸ ص ۲۰۲

(ترجمہ) اس کے برعکس شام کے ناصبیوں کا یہ ردِ عمل تھا کہ وہ محرم میں خوب غسل کرتے، زرق برق لباس پہنتے انواع واقسام کے لذیذ کھانے پکاتے اور فرحت ومسرت کا اظہار کرتے اور عید مناتے ان کا مقصد شیعہ ورافضیوں کی مخالفت تھا۔

شہادت کا غم منانا

حافظ ابن کثیر نے ارقام کیا ہے،

فکل مسلم ینبغی له ان یحزنه قتله رضی الله عنه، فانه من سادات المسلمین وعلماء الصحابة وابن بنت رسول الله التی هی افضل بناته وقد کان عابدا وشجاعا وسخیا ولکن لا یحسن ما یفعله الشیعة من اظهار الجزع والحزن الذی لعل اکثره تصنع ودیاء"، (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۳) فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۲۶

(ترجمہ) حضرت حسینؓ کا شمار مسلمانوں کے سادات اور علماء صحابہ کرام میں سے ہے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے افضل بیٹی فاطمہ زہرا کے لختِ جگر ہیں آپ عابد و زاہد اور جود وسخا کے پیکر شجاع اور بہادر تھے آپ کی شہادت کا دردانگیز المیہ ہر مسلمان کیلئے دردناک واندوہناک ہونا چاہیئے، لیکن جزع فزع کا وہ انداز اور حزن وملال کا وہ طریقہ جو شیعہ اختیار کرتے ہیں ایک غلط فعل اور ناروا کام ہے، جس سے عموماً تصنع اور بناوٹ ٹپکتی ہے اور ریا ونمود کا اظہار ہوتا ہے۔

اقول وباللہ التوفیق۔ آپ کی شہادت کے واقعات سن کر یا پڑھ کر آنسو بہانا سُنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

واقعاتِ شہادت سننے کیلئے محافل منعقد کرنا اور ایصالِ ثواب کیلئے خورد و نوش کا اہتمام کرنا مستحسن و مستحب ہے۔

مقصد خروج امام حسین علیہ السلام

الغرض متعدد آیات واحادیث، اخبار وآثار اور تاریخی شواہد، دلائل و بینات سے ظاہر ہوگیا ہے کہ سیدنا امام عالی مقام، شہزادہ گلگوں قبا، راکب دوشِ مصطفےٰ، لختِ جگر سیدۃ النساء، نور دیدہ علی المرتضیٰ، راحت جان امام الانبیاء سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین علیہ وعلی آباءہ الصلوٰۃ والسلام کا خروج من کل الوجوہ، نصرت اسلام، تحفظ شعائر اللہ اور حمایت دین متین کی خاطر تھا، آپ کی شہادت کی بنیاد ریاست کی ناروا حرص اور غصب اقتدار کی بے جا ہوس پر نہ تھی، چنانچہ سند المحدثین امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارقام فرمایا ہے،

قسم خرجوا غضبا للدین من اجل جور الولاۃ وترک عملہم بالسنۃ النبویۃ فھؤلاء اھل الحق ومنہم الحسین بن علی واھل المدینۃ فی الحرۃ والقراء الذین خرجوا علی الحجاج۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۵۳ مطبوعہ قدیمی کراچی)

(ترجمہ) ایک قسم ان حضرات کی ہے جو حکام کے ظلم وستم اور سنت نبوی پر ان کے عمل نہ کرنے کی بناء پر دینی غیرت وحمیت میں نکلے یہ سب اہلِ حق ہیں اور سیدنا امام حسین بن سیدنا علی رضی اللہ عنہما اور اہلِ مدینہ جنہوں نے مقام حرہ میں جہاد کیا اور وہ تمام علماء جو حجاج کے خلاف نکلے سب کا شمار انہی اہلِ حق میں ہے، شرعی نقطہ نگاہ سے سیدنا امام

حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اصحاب حرّہ سے یزید کا جنگ کرنا کسی طرح بھی قطعاً جائز نہیں تھا۔ چنانچہ امام المحدثین امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں (ترجمہ) جو کسی ایسے حکمران کی اطاعت سے نکلے کہ، جو ظالم ہو اور اس شخص کی جان یا مال یا اہل و عیال پر تغلب چاہتا ہو تو ایسا شخص معذور ہے اور اس سے قتال و جنگ حلال نہیں اور اس شخص کو اپنی طاقت کے مطابق اپنی جان و مال اور اہل و عیال کی طرف سے دفاع کا حق حاصل ہے'

چنانچہ امام طبری نے بسند صحیح عبداللہ بن حارث سے روایت کیا ہے اور وہ بنی مضر کے ایک شخص کے ذریعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہوئے جو خلیفہ کے خلاف خروج کرتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ لوگ امام عادل کے خلاف خروج کریں تو ان سے قتال کرو۔ اور اگر ظالم حکمران کی مخالفت کریں تو ان سے قتال و قتل نہ کرو کیونکہ ان کو ایسا کرنے کا حق حاصل ہے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام ابن حجر رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ اور اسی صورت پر محمول ہوگا جو حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا اور پھر مقام حرّہ میں اہل مدینہ کے ساتھ پھر حضرت عبداللہ بن زبیر کے ساتھ اور ان علماء کے ساتھ کہ جنہوں نے

عبدالرحمان بن محمد بن اشعث کے واقعہ میں حجاج کے خلاف خروج کیا تھا کہ ان سب حضرات سے قتال ناجائز تھا۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۸۳) ثابت ہوا کہ سیدنا امام حسین اپنے خروج میں حق بجانب تھے، آپ کے معاصرین میں سے کسی نے بھی آپ کے خروج کو خلاف شرع و بغاوت نہیں کہا، محض کوفیوں کی لایوفی سے کوفہ جانے سے روکا اور یمن جانے کی ترغیب بھی دی۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۶۰)

بالفرض اگر آپ کی غرض و غایت یہ ہوتی تو اس کے حصول کے لئے مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کونسی جگہ زیادہ موزوں تھی اور مکۃ المکرمہ سے اہم کونسا مقام تھا، جہاں جانثاروں کی بہت بڑی کھیپ ہر وقت موجود تھی بلکہ خلافت کے لئے پیشکش بھی ہوتی

ہے جس کو آپ نے قبول نہ فرمایا چنانچہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے۔ عبداللہ بن سلیم اور منذر بن مشمعل اسدی نے ۸، ذوالحجہ یوم ترویہ کو مکۃ المکرمہ میں چاشت کے وقت حجرِ اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان امام حسین اور ابن زبیر کو کھڑا ہوا پایا، انہوں نے کہا کہ ہم نے ابن زبیر سے سنا کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کر رہے تھے کہ یہاں قیام کا عزم ہو تو کر لیجئے اور خلافت کا عہدہ سنبھال لیجئے، ہم آپ کے وزیر ہوں گے اور آپ کی مدد کریں گے اور آپ کے خیر خواہ ہوں گے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت کریں گے، امام حسین علیہ السلام نے فرمایا، مجھے میرے والد ماجد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ایک مینڈھا بیت اللہ کی حرمت کو پامال کرے گا اور قتل ہو جائے گا، میں وہ مینڈھا بننا پسند نہیں کرتا تو ابن زبیر نے کہا آپ مجھے خلیفہ نامزد کر دیں اور یہیں قیام فرمائیں، آپ مطاع ہوں گے، آپ کے حکم کی نافرمانی نہ ہوگی تو حضرت امام حسین نے فرمایا میرا یہ بھی ارادہ نہیں ہے

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۶۶)

جب یزیدیوں نے آپ کو نرغے میں لے لیا تو اس وقت بھی آپ اپنے مددگاروں سے الگ تھلگ رہنا پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر نے ارقام فرمایا ہے کہ "طرماح بن عدی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ دیکھئے؟ آپ کے ہمراہ کتنے آدمی ہیں مجھے تو صرف یہی معمولی سا قافلہ نظر آ رہا ہے اور یہ لوگ جو آپ کا تعاقب کر رہے ہیں، وہی آپ کے قافلہ والوں کے لئے کافی ہیں علاوہ ازیں بیرون کوفہ (چار ہزار افراد پر مشتمل) ایک عظیم لشکر آپ کے مقابلہ کے لئے تیار کھڑا ہے، خدارا اگر ممکن ہو تو ان کی طرف ایک بالشت بھی پیش قدمی نہ کریں۔ اگر آپ دشمنوں سے محفوظ علاقہ میں قیام کرنا پسند کرتے ہیں..... تو میں آپ کو قبیلہ طے کے پاس لے چلتا ہوں وہاں آپ جب تک چاہیں قیام فرمائیں وہاں دس ہزار طائی آپ کی حفاظت کے لئے شمشیر بکف ہوں گے،

اللہ کی قسم جبتک ان کے دم میں دم ہوگا کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ حضرت امام حُسین علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۴)

معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ پیش کش بھی اسی لئے قبول نہ فرمائی تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ آپ نے بالآخر ایک عظیم لشکر کی معاونت حاصل کر لی اور یزیدیوں کے خلاف برسر پیکار ہو گئے اور گلشن اسلام میں بسنے والوں کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کر کے اُمت مسلمہ کا شیرازہ بکھیر دیا اور ان کو تتر بتر کر دیا۔ تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ یزیدیوں نے ۷ محرم الحرام ۶۱ھ کے دن سے اہلبیت پر پانی بند کر دیا تھا، چنانچہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ، ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو مراسلہ روانہ کیا، کہ ما

امیر المؤمنین عثمان کی طرح تم بھی ان کا پانی بند کر دو...... ایک فوجی دستے نے عمرو بن حجاج کی زیر قیادت حسینی قافلہ کو پانی سے روکنا شروع کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۵)

اور ۹ محرم الحرام کو یزیدیوں نے امام حسین کو جنگ کی وارننگ دے کر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ آپ نے ایک رات کی مہلت مانگی جو بمشکل یزیدیوں نے قبول کی، آپ نے رات بھر عبادت و ریاضت کے مزے لوٹے اور اپنے ہمراہیوں کو فرمایا

من احب ان ینصرف الی اھلہ فی لیلتہ ھذہ فقد اذنت لہ فان القوم یریدوننی (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۶)

یعنی جو شخص اِم شب یہاں سے جانا چاہتا ہو چلا جائے، میں بخوشی اُسے اجازت دیتا ہوں یہ یزیدی لوگ تو صرف میرے خون کے پیاسے ہیں ۔

اذھبوا فقد اذنت لکم۔ (ایضاً) مگر آپ کے ہمراہیوں نے آپ کی خدمت میں جان نچھاور کرنے کو سعادت جانا اور "بل احیاء" کے رتبہ عالیہ سے نیل و مرام ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۶)

ان ادلہ واضحہ و حجج قاہرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حُسین علیہ السلام کی

غرض وغایت جنگ نہ تھی اور نہ وہ خون خرابہ چاہتے تھے، دیکھئے مدینہ منورہ میں ان کو قتل کی دھمکی دی گئی تو انہوں نے امن وسکون کو بحال رکھنے کے لئے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اپنے وطن مالوف اور گنبد خضرا کی چھاؤں کو چھوڑنا گوارا کرلیا۔ دار ایمان سے دارالامن میں زندگی بسر کرنا چاہی تو وہاں حاجیوں کے لباس میں شامی یزیدی آپ سے نبرد آزمائی کے لئے جمع ہونے لگے۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۵۹)

آپ نے حرم محترم کی عزت وعظمت کے پیش نظر دارالامن کو بھی خیرباد کہہ کر اپنے بچوں کو ساتھ لے کر مقام موعود اور ارض مشہود کی طرف روانہ ہوگئے اگر ان کی غرض وغایت، شر وفساد اور جنگ وجدال ہوتی تو آپ چھ ماہ کا علی اصغر ساتھ لے کر نہ جاتے بلکہ مدینہ ومکہ کا عظیم الشان لشکر ساتھ لے کر جاتے۔

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

بہر حق در خاک وخوں غلطیدہ است ❊ پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است

مدعائیش سلطنت بودے اگر ❊ خود نکردے باچنیں ساماں سفر

دشمناں چوں ریگ صحرا لاتعد ❊ دوستان او بہ یزداں ہم عدد

ایوان مدینہ میں مروان برادر شیطان کی دھمکی سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیائے اموریت میں قتل امام کا منصوبہ وپلان تیار ہوچکا تھا، اسی لئے کبھی تو آپ کی شہادت کو بدر میں مارے جانے والے اموی کافروں کا بدلہ کہا گیا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۰۴) اور کبھی حضرت عثمان ذوالنورین شہید مظلوم کی شہادت کا بدلہ قرار دیا گیا (ایضاً ص ۱۹۶) اور کبھی باور کرایا گیا کہ وہ سمجھتا تھا کہ میں یزید سے بہتر ہوں اور میرا باپ علی مرتضےٰ، امیر معاویہ سے بہتر ہے، یہ جنگ اس کا نتیجہ ہے۔ (ایضاً ص ۱۹۵)

بہر نوع یزیدی آمادہ پیکار نظر آتے ہیں جبکہ نواسہ رسول علیہ السلام جنگ وجدال سے بچنے کی ہر تدبیر اختیار فرماتے ہیں، چنانچہ آپ نے یزیدیوں کے کم از کم پانچ ہزار فوجی

لشکر (البدایہ ج ۸ ص ۱۷۴) کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کے واسطے دیئے کہ میرے ساتھ جنگ نہ کرو۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۷۰) عمرو بن سعد نے کہا،

اذاً یھدم ابن زیاد داری، فقال الحسین انا ابنیھا لک احسن مما کانت قال اذاً یاخذ ضیاعی، قال انا اعطیک خیراً منھا من مالی بالحجاز، قال فتکرہ عمرو بن سعد من ذلک (البدایہ ج ۸ ص ۱۷۵)

(اگر میں آپ سے جنگ نہ کروں تو) ابن زیاد میرا مکان مسمار کرا دے گا، آپ نے فرمایا میں اس سے بہتر مکان تعمیر کرا دوں گا، پھر اس نے کہا کہ میری زمین اور جائیداد ضبط کرلے گا تو آپ نے فرمایا میں اپنی حجاز کی جائیداد آپ کو عطا کردونگا، مگر عمرو بن سعد نے یہ بھی پسند نہ کیا، حالانکہ ابن سعد نے جس سے بھی مشورہ کیا اس نے ہی امام حسین کے ساتھ جنگ کرنے سے اس کو روکا۔ حتیٰ کہ ابن سعد کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ نے بھی کہا کہ آپ امام حسین کے ساتھ معرکہ آرائی کے لئے قطعاً نہ جائیں، ان کے ساتھ لڑنا صرف بہت بڑا گناہ نہیں بلکہ قطع رحمی بھی ہے۔ امام حسین کے قتل کے ارتکاب سے اللہ کی قسم تمام روئے زمین کی سلطنت سے دستبردار ہونا بہتر ہے۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۷۴)

یزیدیوں نے کسی کی بات نہ مانی۔ بقول صاحب حادثہ کربلا ص ۶۶ آپ نے یزید کے پاس جاکر گفت و شنید کا عندیہ بھی ظاہر کیا۔ اور خون ناحق میں ہاتھ رنگنے کے نقصان اور وبال سے ڈرایا اور اپنی عزت و عظمت اور خداداد مرتبت و فضیلت سے آگاہ کیا۔ تصدیق و تائید کے لئے صحابہ کرام سے پوچھ لینے کا مشورہ بھی دیا۔ البدایہ ج ۸ ص ۱۷۹

مگر ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم کے مصداق یزیدی ہر گاہ صم بکم عمی کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں آپکی منزل جنگ اور فساد ہرگز نہ تھی آپ تو صرف نظام مصطفیٰ کی بالادستی قائم رکھنا چاہتے تھے، تاکہ ظالم (یزید) کے ہاتھ سے رعایا کی رہائی ہوجائے اور مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے۔ (فتاویٰ عزیزی فارسی ج ا ص ۲۱ و اردو ص ۲۵۲) کیونکہ زمانہ یزید شقی میں..... انصاف کا نام نہ تھا خون صحابہ بیدریغ ہوتا تھا اور اقامت حدود کو کون پوچھتا تھا) (مجموعۃ الفتاویٰ مولانا عبدالحی ج ۲ ص ۸)

نظامِ مصطفٰے کا نظارہ کرنیوالے حضرات آئینِ یزیدیت سے ناخوش اور متنفر ضرور تھے اور اسکی

سب سے زیادہ قلق شہزادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تھی کیونکہ آپ

اسلام کے سالارِ اعظم اور آئین رسول کے پاسبان و نگہبان تھے، کیونکہ ایقول

علامہ نوری علیہ الرحمۃ) آپ نے سات سال سات ماہ اور سات دن آغوش رسالت

میں بسر فرمائے گویا آپ کی تربیت خود معلم اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمائی ہے، حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے، ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حنکہ

وتفل فی فیہ ودعا لہ وسماہ حسینا...... وکان جسد الحسین یشبہ

جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۵۰)

وقد ادرک الحسین من حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم خمس

سنین او نحوھا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۵۰) ولادت امام حسین ۵ شعبان ۴ھ

کو ہوئی (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۴۹) اور سرکار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وصال

۱۱ھ میں ہوا ہے بایں حساب ابن کثیر کا پانچ سال لکھ دینا محل نظر ہے،

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکرمہ ...... والمقصود ان

الحسین عاصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحبہ الی ان توفی وھو عنہ

راض...... کان الصدیق یکرمہ ویعظمہ، وکذلک عمر وعثمان...... وکان

معظما موقرا...... فلما استقرت الخلافۃ لمعاویۃ کان الحسین تیردد

الیہ مع اخیہ الحسن فیکرمھما معاویۃ اکراما زائدا ویقول لھما مرحبا

واھلا ویعطیھما عطاء جزیلا۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۵۰)

بل الناس انما میلھم الی الحسین لانہ السید الکبیر وابن بنت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیس علی وجہ الارض یومئذ احد یساھیہ

ولا یساویہ، ولکن الدولۃ الیزیدیۃ کانت تناوئہ (البدایہ ج ۸ ص ۱۵۱)

فکل مسلم ینبغی له ان یحزنه قتله رضی الله عنه فانه من سادات المسلمین و علماء الصحابة وابن بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم التی هی افضل بناته وقد کان عابداً و شجاعاً وسخیا۔

(البدایہ ج ۸ صـ ۲۰۳)

وقال محمد بن سعد اینا نا قبیصة بن عقبة ثنا یونس بن ابی اسحاق عن العیزار بن حریث قال بینما عمرو بن العاص جالس فی ظل الکعبة اذ رائ الحسین مقبلا فقال! هذا احب اهل الارض الی اهل السمآء وقال الزبیر بن بکار حدثنی سلیمان بن الدراوردی عن جعفر بن محمد عن ابیه، ان رسول الله صلی الله علیه وسلم بایع الحسن والحسین وعبد الله بن عباس وعبد الله بن جعفر وهم صغار لم یبلغوا ولم یبایع صغیرا الامنا وهذا مرسل غریب (البدایہ ج ۸ صـ ۲۰۶)

وقال محمد بن سعد اخبرنی یعلی ابن عُبید ثنا عبد الله بن الولید عن عبد الله بن عبید الله بن عمیرة قال حج الحسین خمسا وعشرین حجة ماشیا ونجائبه تقاد بین یدید۔ البدایہ والنھایہ ج ۸ صـ ۲۰۶

وحدثنا ابو نعیم الفضل بن دکین ثنا حفص بن غیاث عن جعفر بن محمد عن ابیه ان الحسین بن علی حج ماشیا وان نجائبه لتقاد وراءه۔ (البدایہ ج ۸ صـ ۲۰۷)

وذلك ابن الزبیر لما بلغنا مقتل الحسین شرع یخطب الناس ویعظم قتل الحسین واصحابه جداً، ویعیب علی اهل الکوفة و اهل العراق ما صنعوه من خذلانهم الحسین، ویترحم علی الحسین ویلعن من قتله ویقول! اما والله لقد قتلوه طویلا باللیل قیامه کثیرا فی النهار صیامه، اما والله ما کان یستبدل بالقرآن الغناء و

الملاهی، ولا بالبکاء من خشیۃ اللہ اللغو والحداء ولا بالصیام شرب المدام واکل الحرام، ولا بالجلوس فی حلق الذکر طلب الصید، یعرض فی ذلك بیزید بن معاویۃ، فسوف یلقون غیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۲)

جب حضرت ابن زبیر کے پاس حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کے قتل کی خبر پہنچی تو انہوں نے اس سانحہ کو عظیم صدمہ قرار دیا اور کوفیوں و عراقیوں کی شدید مذمت کی، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے رحمت فرمائی اور آپ کے قاتلوں پر لعنت بھیجی اور فرمایا ہائے افسوس انہوں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو رات میں طویل قیام کرتا تھا، اور دن میں کثرت سے روزے رکھتا تھا، ہاں اللہ کی قسم وہ تلاوت کی بجائے لہو اور سرود میں مشغول نہیں ہوتا تھا اور خوفِ خدا میں رونے کی بجائے فضول باتوں کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا اور وہ روزہ کی بجائے اکل حرام اور شرب مدام کی طرف نہ جاتا تھا اور ذکر کی محافل کی بجائے طلب شکار کو پسند نہ کرتا تھا، حضرت ابن زبیر ان باتوں سے یزید بن معاویہ کی طرف اشارہ کرتے تھے، عنقریب وہ (یزیدی) جہنم کی وادی غیّ میں ڈالے جائیں گے اسی عبادت و ریاضت کی بنا پر امام پاک نے یزیدیوں سے ایک رات جنگ نہ کرنے کی مہلت مانگی چنانچہ حافظ ابن کثیر نے ارقام کیا ہے،

فان الحسین لما رجع العباس قال لہ ارجع فارددھم ھذہ العشیۃ لعلنا نصلی لربنا ھذہ اللیلۃ ونستغفرہ وندعوہ فقد علم اللہ منی انی احب الصلاۃ لہ، وتلاوۃ کتابہ والاستغفار والدعاء

(البدایہ ج ۸ ص ۱۸۶)

یعنی جب حضرت عباس بن علی واپس آئے تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واپس جاؤ اور ان (یزیدیوں) کو کہو کہ وہ آج کی شب (خیموں سے) دور رہیں

آج رات ہم نوافل پڑھیں گے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت مانگیں گے اور اس سے فریاد کریں گے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس کی عبادت کرنے اور اس کی کتاب (قرآن) پڑھنے اور اس سے دعا و مغفرت مانگنے کا مشتاق ہوں، امام حسین رضی اللہ عنہ ہر رات کو ایک ہزار رکعت نماز نفل ادا کیا کرتے تھے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی مختصر سیرت اور پاکیزہ عادت ملاحظہ کر لینے کے بعد یہ دیکھئے کہ مدینہ منورہ میں بوقت مطالبہ بیعت یزید امام پاک نے کیا فرمایا؟ تاریخ نے جو الفاظ نقل کیئے ہیں وہ یہ ہیں۔

ھو یزید الذی نعرفہ واللہ ماحدث لہ عزم ولا مروۃ (البدایہ ج ۸ ص ۱۶۲)

وہی یزید جسے ہم خوب جانتے ہیں، اللہ کی قسم جس میں نہ مروت ہے اور نہ ہی عزیمت۔

اور فرمایا، ان مثلی لایبایع سرا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۴۷) یعنی میرے جیسی شخصیت چھپ کر یزید کی بیعت نہیں کر سکتی، آپ کے اس واضح اور راست جواب پر آپ کو قتل کی دھمکی دی جاتی ہے (البدایہ ج ۸ ص ۱۴۷ و ص ۱۶۲)، آپ اہل مدینہ کو کسی امتحان میں ڈالے بغیر مکۃ المکرمہ کو ہجرت کر جاتے ہیں تاکہ امن و سکون بحال رہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ امام پاک نے یزید پر جو فرد جرم لگائی ہے وہ اس پر صادق آتی ہے یا نہیں؟ یزیدیوں کے معتبر مورخ حافظ ابن کثیر اور امام ابن حجر مکی اور امام جلال الدین سیوطی کے حوالوں سے یزید کا حلیہ و کردار ملاحظہ کریں۔

(۱) حضرت عبداللہ[لہ] بن زبیر نے فرمایا، یزید القرود، شارب الخمور، تارک الصلوٰۃ، منعکف علی القینات۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۱۹) یعنی یزید بندر لڑاتا ہے، شراب پیتا ہے، تارک نماز ہے۔ لونڈیوں کی طرف مائل ہے،

(۲) یزید کے حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے صحابہ و تابعین کے مدنی وفد نے کہا، لیس لہ دین، یشرب الخمر وتعزف عندہ القینات بالمعازف۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۱۶) یزید بے دین ہے، شرابی ہے، اس کے پاس لونڈیاں گاتی

لہ کتاب ھذا ص ۱۷۳ پر فضائل عبداللہ بن زبیر۔

رہتی ہیں۔

(۳) منذر بن زبیر نے کہا، انہ یَشْرِبُ الخمر ویسکر حتی ترک الصلوٰۃ (البدایہ ج ۸ ص ۲۱۶)

وہ یزید شراب پی کر مدہوش ہو جاتا ہے حتیٰ کہ نماز چھوڑ دیتا ہے۔

(۴) ابن مطیع نے فرمایا، ان یزید یَشْرِبُ الخمر و تیرکُ الصلوٰۃ و یتعدی حکم الکتاب۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۳۳)

بیشک یزید شرابی ہے اور تارک نماز ہے، اور کتاب (قرآن) کے حکم سے تجاوز کرتا ہے۔

(۵) وقد روی ان یزید قد اشتھر بالمعازف، وشُربِ الخمر والغناء والصید واتخاذِ الغلمانِ والقیانِ والکلاب والنطاح بین الکباش والدباب والقرود، ومامن یوم الا یصبح فیہ مخمورا وکان یشد القرود علی فُرسٍ مسرجۃ بحبال ویسوق بہ ویلبس القرود قلانس الذھب وکذلک الغلمان وکان یسابق بین الخیل وکان اذا مات القرد حزن علیہ۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۳۵)

یعنی یہ بھی مروی ہے کہ یزید سرود سننے اور شراب پینے اور شکار کھیلنے اور لڑکوں اور لونڈیوں کی مستی میں مشہور تھا، اور مینڈھوں و ریچھوں اور بندروں کو لڑانے میں اور ہر صبح کو شراب میں مخمور ہونے میں اور زین والے گھوڑوں پر بندروں کو باندھنے میں اور انکو دوڑانے اور بندروں و لڑکوں کو سونے کی ٹوپیاں پہنانے میں اور گھوڑ دوڑ کرانے میں اور بندر کے مرجانے پر اس کا غم منانے میں مشہور تھا۔

(۶) وقال الطبرانی - حدثنا محمد بن زکریا الغلابی ثنا ابن عائشۃ عن ابیہ قال - کان یزید فی حداثتہ صاحب شراب، یاخذ مأخذ الاحداث، (البدایہ ج ۸ ص ۲۲۸) یعنی یزید اپنی جوانی میں بھی شرابی

تھا اور جو کچھ ایک نوجوان کر سکتا ہے وہ کرتا تھا۔

(۷) فقد اخرج الواقدی من طرق ان عبد اللہ بن حنظلۃ ابن الغسیل قال! واللہ ما خرجنا علی یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارۃ من السماء ان کان رجلا ینکح امہات الاولاد والبنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوٰۃ۔ (الصواعق المحرقہ ص۲۲۱)

حضرت عبد اللہ بن حنظلہ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم ہم نے یزید پر اس وقت تک خروج نہیں کیا جب تک کہ ہمیں یہ یقین نہیں ہوا کہ آسمان سے ایسے پتھر برس پڑیں گے سخت تعجب ہے کہ لوگ ماؤں اور بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کریں اور کھلم کھلا شراب پیئں اور نماز چھوڑ دیں۔ (تاریخ الخلفاء و بیان الامراء)

(۸) وقال الذھبی ولما فعل یزید باھل المدینۃ ما فعل مع شربہ الخمر وایتانہ المنکرات اشتد علیہ الناس وخرج علیہ غیر واحد ولم یبارک اللہ فی عمرہ۔ (الصواعق المحرقہ ص۲۲۱)

ذہبی کہتے ہیں کہ جب یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ یہ معاملہ کیا اور شراب اور دیگر منکرات پہلے ہی سے کرتا تھا تو تمام آدمی اس سے برافروختہ ہو گئے اور چاروں طرف سے اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے، ادھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی عمر میں برکت نہیں رکھی تھی۔ (تاریخ الخلفاء و بیان الامراء ص۲۲۵)

(۹) حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے۔ بل قد کان فاسقا۔ (البدایہ ج۸ ص۲۳۲)

بلکہ یزید بدکار تھا۔

(۱۰) وکان فیہ ایضا اقبال علی الشھوات وترک بعض الصلوات فی الاوقات واماتتھا فی غالب الاوقات۔ (البدایہ ج۸ ص۲۳۰)

یعنی یزید شہوت پرست تھا، بعض اوقات نمازیں چھوڑ دیتا تھا اور اکثر نماز

خود فوت کر دیتا تھا۔

(۱۱) وقد اخطأ یزید خطأ فاحشا..... ان بیح المدینۃ ثلاثۃ ایام وھذا خطأ کبیر فاحش مع ما انضم الی ذلک من قتل خلق من الصحابۃ وابنائھم، وقد تقدم انہ قتل الحسین واصحابہ علی یدی عبید اللہ بن زیاد..... وقد اراد بارسال مسلم بن عقبہ توطید سلطانہ وملکہ، ودوام ایامہ من غیر منازع، فعاقبہ اللہ بنقیض قصدہ، وحال بینہ وبین ما یشتہیہ، فقصمہ اللہ قاصم الجبابرۃ واخذہ اخذ عزیز مقتدر۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۲۳)

اور یزید نے بڑی شدید غلطی کی یہ کہ مباح کر دیا مدینہ منورہ کو تین دن۔ اور یہ گناہ بڑا ہے فاحش ہے، باوجود اس کے کہ اس میں صحابہ کرام اور ان کی اولاد قتل ہوئی اور یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یزید نے عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھ سے امام حسین کو شہید کرایا۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ منورہ پر بھیج کر یہی سوچا تھا کہ میری شاہی مضبوط ہوگی اور بغیر کسی اختلاف کے حکومت کروں گا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا دی اور اس کے ارادہ کی بیخ کنی کی، یزید اور اس کے ارادہ کے درمیان حائل ہوا اور اس کی گردن کو اس طرح توڑا جیسا کہ وہ ظالموں کے ساتھ کرتا ہے اور یزید کو عزیز مقتدر کی پکڑ سے پکڑا۔

(۱۲) ثم اباح مسلم بن عقبہ، الذی یقول فیہ السلف مسرف بن عقبہ قبحہ اللہ من شیخ سوء ما اجہلہ۔ المدینۃ ثلاثۃ ایام کما امرہ یزید لا جزاہ اللہ خیرا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۲۰)

پھر مسلم نے جس کو اسلاف نے مسرف بن عقبہ کہا ہے اللہ اس کا برا کرے اور

یہ بڈھا بد معاش کتنا جہالت سے کام لیا کہ مدینہ منورہ کو تین دن تک اپنے لشکر کے لیٹے حلال کر دیا، جیسا کہ اس کو یزید نے حکم دیا تھا اللہ تعالیٰ اس کو بھی جنت کے خیر سے محروم رکھے۔ آمین)

(۱۳) علامہ امام ابن حجر مکی نے لکھا ہے، فھو فاسق، شمریر، سکیر، جائر" (الصواعق المحرقہ صـ۲۲۱) یعنی یزید، فاسق، شمریر شرابی وظالم ہے۔

(۱۴) امام جلال الدین سیوطی نے ارقام فرمایا ہے، ان یزید اسرف فی المعاصی، (تاریخ الخلفا صـ۱۶) یزید گناہوں میں بہت زیادہ پھنس گیا تھا،

(۱۵) نیز موصوف نے ارقام فرمایا ہے، ولما قتل الحسین و بنوابیہ بعث ابن

زیاد برؤسہم الی یزید فسر بقتلہم اولا ثم ندم لما مقتہ المسلمون علی ذلک والبغضہ الناس وحق لہم ان یبغضوہ، (تاریخ الخلفا صـ۱۵۹)

حضرت امام حسین اور ان کے خاندان کے لوگ جب شہید ہو گئے تو ابن زیاد نے ان کے سر یزید کے پاس بھیجے، ان سروں کو دیکھ کر یزید پہلے تو ان کی شہادت سے خوش ہوا، لیکن جب دوسرے مسلمان ان بزرگوں کے قتل پر ملامت کرنے لگے تو شرمندہ ہوا، لوگ عام طور پر یزید سے بغض وعداوت رکھتے ہیں اور لوگوں کا یزید کو برا کہنا حق بجانب ہے۔ (ترجمہ ماثبت بالسنہ صـ۳۶)

(۱۶) یزید جس طرح اہل بیت اطہار کو قتل کرانے پر خوش ہوا، اسی طرح اس نے صحابہ کرام کو بھی قتل کرایا۔ (دیکھئے البدایہ ج ۸ صـ۲۲۲۔ الصواعق المحرقہ صـ۲۲۱)

(۱۷) امام ابن حجر مکی نے فرمایا ہے کہ یزید علی الاتفاق فاسق ہے، وبعد اتفاقہم علی فسقہ اختلفوا فی جواز لعنہ بخصوص اسمہ۔ الصواعق صـ۲۲۲

یزید نے اقرار کیا ہے کہ قتل امام حسین علیہ السلام کے بعد پوری اسلامی دنیا میرے ساتھ بغض رکھتی ہے۔

(۱۸) فبغضنی بقتله الی المسلمین وزرع لی فی قلوبهم العداوة، فابغضنی البر والفاجر بما استعظم الناس من قتلی حسینا۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲

ابن زیاد نے ان کو قتل کر کے مجھے مسلمانوں میں مبغوض بنا دیا اور میرے لئے ان کے دلوں میں دشمنی کا بیج بو دیا، پس مجھ سے ہر نیک و بد بغض رکھتا ہے باین وجہ کہ لوگوں نے امام حسین کا قتل میرا عظیم جرم جانا ہے۔ ل سے یزید کا کردار مکمل ص ۱۲۵ سے و ص ۲۹۷ یزید کا منہ بالائے متم

(۱۹) مسلمان پہلے بھی حضرت امیر معاویہ اور یزید پر ناخوش تھے، چنانچہ امام جلال الدین سیوطی نے ارقام فرمایا ہے،

جعله ابوه ولی عهده واكره الناس علی ذلك كما تقدم (تاریخ الخلفا ص ۱۵۷)

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یزید کو ان کے والد نے اپنی زندگی میں ولیعہد مقرر کیا تھا، اس وجہ سے لوگ ان سے ناخوش تھے، امام حسن لکھتے، امیر معاویہ پر چار وجوہ سے نکیر کرتے تھے۔ حضرت علی سے لڑنا۔ حجر بن عدی کو قتل کرنا۔ زیاد بن ابیہ کو اپنا بھائی بنا لینا، اور اپنے بیٹے یزید کی بعیت لینا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۰)

کیا یزید لعنتی بھی ہے؟

مقتدر آئمہ کرام نے یزید کو جن احادیث کے تحت لعنتی کہا ہے،

حافظ ابن کثیر نے ان احادیث کو بالاسناد نقل کیا ہے ہم صرف متن احادیث کا خلاصہ پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) حضرت سعد نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، کہ جو اہل مدینہ کے ساتھ بری چال چلے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح نیست و نابود کر دے گا، جیسا کہ پانی میں نمک گھل جاتا ہے (بخاری)

۲/۳ مسلم کی روایت میں ہے کہ جو بھی مدینہ منورہ کے لئے برائی کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں اس طرح پگھلا دے گا جس طرح تانبا آگ میں یا نمک

ل کتاب حضرا ص ۱۲۹/۱۳۱ معاویہ بن یزید کا بیان۔ زیاد کا بیان ابن زیاد کا بیان۔ ضحاک فہری کا بیان عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم کا بیان۔ بی بی عائشہ و بی بی ام سلمہ و ابن کثیر و ص ۱۲۶ و ص ۱۲۷

پانی میں، وفی روایۃ لمسلم، اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس طرح برباد کرتا ہے، جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔

(۴) سائب بن خلاد نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُنا ہے، کہ جس نے اہل مدینہ کو ظلماً ڈرایا، اس کو اللہ تعالیٰ خوف میں مبتلا کرے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی کوئی نیکی وغیرہ قبول نہ کرے گا۔ (رواہ احمد والنسائی)

(۵) سائب بن خلاد نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سُنا ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اس کو اللہ تعالیٰ ڈرائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

(۶) دارقطنی کی روایت میں ہے کہ جابر بن عبداللہ کے بیٹوں۔ محمد و عبدالرحمٰن نے کہا، کہ ہم دونوں حرہ کے دن اپنے والد کے ساتھ نکلے، ہمارے والد کی نگاہ ختم ہو چکی تھی، فرمایا۔ برباد ہوا وہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ڈرایا، ہم نے عرض کی اے ہمارے باپ! کیا کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ڈرا سکتا ہے، تو آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جس نے انصار کے اس خاندان کو ڈرایا تو اس نے ان دونوں کے درمیان والی چیز کو ڈرایا۔

۷ اس حدیث سے دلیل لی ہے اس شخص نے جس نے یزید پر لعنت کی رخصت دی ہے، اور یہی روایت ہے احمدؒ بن حنبل سے، اس کو پسند کیا ہے۔ خلالؒ اور ابوبکرؒ عبدالعزیز اور قاضی ابویعلیٰؒ اور اس کے بیٹے قاضی ابوالحسینؒ نے اور ابن جوزی نے اپنی مصنف میں ان حدیثوں کی مدد سے لعنت یزید کو جائز قرار دیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس سے منع کیا ہے اور کتابیں لکھی ہیں تاکہ اس کی لعنت سے

اُس کے باپ یا کسی اور صحابی کو نشانہ بنایا جائے۔ (البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۲۲۳) تاہم یہ جملہ مانعین لعنت یزید کو فاسق و فاجر اور ظالم تسلیم کرتے ہیں، دیکھئے البدایہ ج ۸ ص ۲۲۳)

حافظ ابن کثیر کی یہ عبارت لئلا یجعل لعنہ وسیلۃ الی ابیہ او احد من الصحابۃ، ثابت کر رہی ہے کہ مانعین کی منع محض یزید کے باپ اور دیگر صحابہ کی عظمت پر منحصر ہے، ورنہ وہ یزید بذات خود ایسا تھا جیسا آئمہ نے کہا ہے۔

۸ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اگر یزید نے ابن الزبعری کے اشعار پڑھے ہیں تو وہ لعنت کا مستحق ہے۔ ان قالہ یزید بن معاویۃ، فلعنۃ اللّٰہ علیہ ولعنۃ اللاعنین (البدایہ ج ۸ ص ۲۲۴) حضرت امام ابوبکر جصاص متوفی ۳۷۰ھ نے فرمایا، یزید اللعین، یزید لعنتی، احکام القرآن ج ۳ ص ۱۱۹

(۱۰) امام سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ نے یزید اور یزیدیوں پر لعنت کی ہے، شرح عقائد ص ۱۱۳)

(۱۱) امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے لعن اللّٰہ قاتلہ و ابن زیاد معہ و یزید ایضاً۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۵۸۔

(۱۲) ہکذا قال الشیخ المحقق، ماثبت بالسنہ عربی ص ۱۵ ترجمہ ص ۳۵

علامہ عبد الرحمان جامی متوفی ۸۹۸ھ نے فرمایا۔ صد لعنت بر یزید و دیگر بر یزید (تذکرہ مولانا جامی ص ۶۷)

(۱۳) علامہ امام اسمٰعیل حقی حنفی۔ (تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۷۹ و ص ۱۸۰)

(۱۴) علامہ امام قاضی ثناء اللّٰہ نقشبندی، تفسیر مظہری ج ۸ ص ۳۴ تفسیر مظہری ج ۵ ص ۳۷۱

(۱۵) علامہ امام سید محمود آلوسی بغدادی۔ تفسیر روح المعانی ج ۲۶ ص ۷۲ تا ۷۴، تحت آیت فہل عسیتم ان تولیتم (۲۲/۴۷)

(۱۶) غیر مقلدوں کے رہنما نواب صدیق حسن بھوپالی (بغیۃ الرائد ص ۹۷)

(۱۷) فقہاء احناف امام قوام الدین اور ان کے والد ،

(۱۸) امام طاہر بخاری

(۱۹) امام حافظ الدین بزانہ علیہم الرحمۃ یزید پر لعنت کے جوانہ کے قائل ہیں ۔

(حادثہ کربلا ص۳۷۳ و ص۳۷۴)

(۲۰) شیخ محقق (۲۱) دیوبندیوں کے معتمد، مولانا عبدالحی لکھنوی (۲۲) امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا علیہ الرحمۃ نے آیہ مبارکہ "ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ (الاحزاب) کے تحت اہلبیت سے بغض رکھنے والوں کو لعنتی قرار دیا ہے ،

تکمیل الایمان مترجم ص۱۷۸ و ص۱۷۹ ، مجموعۃ الفتاویٰ ج ۳ ص۹ ، عرفانِ شریعت ص۳۱) عوام مسلمانوں کی اکثریت یزید پر لعنت بھیجتی ہے ۔

۲۳ مولوی عطاء اللہ بخاری احراری نے کہا ہے

ے ہر کہ بدگفت خواجہ مارا ؛ او را بداں بالیقین یزید پلید

مسلمانو! اذناب بخاری سے پوچھو کہ یہ بھی اپنے باپ کیطرح یزید کو پلید مانتے ہیں یا نہیں؟

۲۴ خود خواجہ صاحب فرماتے ہیں ۔

ے ڈسم رقیب یزید پلید ۔ (دیوان فرید)

۲۵ بعض آئمہ سے یزید کے کفر کا قول بھی منقول ہے ۔ ذمائم یزید ص۱۶ تفسیر مظہری ج ۵ ص۲۷۱ وتفسیر روح البیان تحت آیت وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا

اِمام پاک کا موقف

امام حسین علیہ السلام نے یزید کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا وہ ایک شرعی تقاضا ہے قرآن وحدیث کا طالب علم جانتا ہے کہ بدی سے روکنا اور نیکی کا حکم کرنا کتنا

ضروری ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے (ترجمہ) اور تم میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا ہونا چاہئیے کہ وہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں، اور برے کاموں سے روکیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں (۱۰۲/۳)

دوسرے مقام پر فرمایا۔

(ترجمہ)۔ تم بہترین امت ہو ان سب امتوں سے جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور ایمان رکھتے ہو اللہ تعالیٰ پر ٥ (۳/۱۱۰)۔

سورہ توبہ میں فرمایا۔

(ترجمہ)۔ اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکواۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ عنقریب رحم کرے گا، بیشک اللہ تعالیٰ بہت غلبے والا بڑی حکمت والا ہے ٥ (۹/۷۱)

دوسرے مقام پر فرمایا۔

(ترجمہ) (وہی ہیں) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ دار، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے نیکی کا حکم کرنے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دیجئے (۹/۱۱۲)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفات میں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والی صفت کا خصوصی ذکر فرما کر ان کے مقام عزت و عظمت کو واضح کر دیا ہے۔

حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ جو تم میں سے برا کام

دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے روک دے اگر اس کی طاقت نہیں تو دل سے (اس کو برا جانے) (مسلم، مشکوٰۃ امر بالمعروف)

ترمذی کی روایت میں ہے، کہ آپ نے فرمایا، قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم ضرور نیک کاموں کا حکم کرنا اور بُرے کاموں سے روکنا۔ ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے تم پر عذاب بھیج دے پھر تم اس سے دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔ (مشکوٰۃ امر بالمعروف)

ترمذی و ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ جب کوئی برا کام دیکھیں اور اس سے نہ روکیں تو قریب کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب بھیج دے۔ (مشکوٰۃ امر بالمعروف)

سیدنا امام حسین علیہ السلام اور اس وقت کے دوسرے بزرگان دین نے اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری برحق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم کے مطابق یزید کے کرتوت اور افعال ناشائستہ پر اُس کی گرفت کی اور ایسا کرنا ان کا اسلامی و ایمانی حق تھا جو انہوں نے ادا کر دیا۔ یزید نے اپنے اعمال بد و غلط کاریوں کی اصلاح کی بجائے، ناصحین اور برائی سے مانعین کو تختۂ مشق بنا کر ان کا عرصۂ حیات تنگ کر دیا، یزید کے ظلم و ستم کا نشانۂ اول، مظلوم کربلا مخدوم امت محمدیہ، سید السادات، سید الصحابہ، سید المسلمین و المؤمنین، سید العابدین و الزاھدین، سید المتقین و المقربین، سید العارفین و العاشقین، ابن رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم وسیطہ ابن علی مرتضیٰ و ابن سیدۃ النساء و سیدہ فاطمۃ الزھراء حضرت امام حسین علیہ السلام تھے۔ جن کو کوفی لالچی یزیدی شیعوں کے کم از کم پانچ ہزار لشکر نے میدان کربلا میں تین دن بھوکا پیاسا رکھ کر اپنے تیروں، تلواروں، نیزوں اور پتھروں کا نشانہ بنا کر اور اُن کے خون ناحق میں اپنے ہاتھ رنگ کر صرف یزید کو خوش کیا

اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق کی ناراضگی کو اپنا مقدر بنا لیا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ"

حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کے کلمہ حق کہنے پر پوری یزیدی مشینری آپ کی دشمن بن گئی اور حرکت میں آگئی۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۵۱) یزید نے مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو (امام حسین پر سختی نہ کرنے کی وجہ سے) برطرف کر دیا (البدایہ ج ۸ ص ۱۴۸ و ص ۱۷۱) یزید نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کے خلاف تہدید آمیز خط لکھا نمونہ کے لئے صرف ایک شعر ملاحظہ کریں

؎ ان سوف تیرککم ما تدعون بہا ؞ قتلی تہاداکم العقبان والرخم

(البدایہ ج ۸ ص ۱۶۴)

(ترجمہ)۔ عنقریب تمہاری باغیانہ روش تمہیں موت کے گھاٹ اتار دے گی اور تمہاری لاشیں عقابوں کرگسوں کے لئے سامانِ ضیافت ہوں گی۔ (شہید کربلا ص ۳۸)

اس خط کے جواب میں حضرت ابن عباس نے لکھا، انی لارجوان لایکون خروج الحسین لامر تکرھہ۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۶۴) مجھے پختہ اُمید ہے کہ حضرت حسین کا خروج کسی ناگوار امر کا باعث نہ ہوگا۔ یعنی وہ تمہارے محاربہ و مقاتلہ کے لئے نہیں جا رہے مگر اس کو کوئی یقین نہ آیا۔ اور اس نے کوفے کے گورنر حضرت نعمان بن بشیر (جنہوں نے اہل بیت کے لوٹے ہوئے قافلہ کے ساتھ یزید کو نرمی کرنے کا مشورہ دیا تھا البدایہ ج ۸ ص ۲۴۴) کو بھی (محب آل رسول ہونے کی بنا پر) معزول کر دیا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۵۲) اور عبید اللہ بن زیاد بد نہاد کو کوفہ کا گورنر بنا دیا، کہا جاتا ہے کہ یزید، ابن زیاد سے بغض بھی رکھتا تھا (البدایہ ج ۸ ص ۱۵۲) یہ عجیب بغض ہے کہ مبغوض کو دو صوبوں کا گورنر بنایا جا رہا ہے، بہر حال یزید نے ابن زیاد کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں جو خط لکھا ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے،

زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ مجھے محمد نے اپنے والد ضحاک سے بتایا کہ یزید نے ابن

زیاد کو خط لکھا، کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین کوفہ کی طرف چلے آرہے ہیں، زمانوں میں تمہارا زمانہ اور علاقوں میں تمہارا علاقہ اور گورنروں میں تم آزمائش میں پڑ چکے ہو اور اس آزمائش سے یا تو تم آزاد ہو گے یا غلام بن جاؤ گے، جیسا کہ غلاموں کی گردنوں میں طوق غلامی ڈال کر ان سے خدمت کرائی جاتی ہے (اس خط کو پڑھنے کے بعد) ابن زیاد نے امام حسین کو قتل کر دیا اور ان کا سر یزید کے پاس بھیج دیا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۶۵)

یزید کے خط کے مندرجات پر غور کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یزید ابن زیاد کو حضرت امام حسین سے ٹکرا جانے اور ان کو پاش پاش کر دینے کا حکم دے رہا ہے چنانچہ ابن زیاد نے حر بن یزید تمیمی کی قیادت میں بطور ہراول دستہ ایک ہزار سپاہی روانہ کئے وہ دوپہر کے وقت امام حسین کے بالمقابل آ کھڑے ہوئے۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۷۲)

بعد ازاں عمرو بن سعد چار ہزار کا لشکر لے کر پہنچ گیا جس کو ابن زیاد نے دیلم کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لئے تیار کیا تھا اور وہ کوفہ سے باہر بڑا ڈالے ہوئے تھا جب یہ قضیہ پیش آیا تو ابن زیاد نے اس کو امام حسین کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا اور اس کے بعد دیلم کی طرف جانے کا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۷۴)

ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کا تحریری آرڈر بھی دیا تھا، چنانچہ حافظ ابن کثیر نے ارقام کیا ہے کہ، ہشام، عوانہ سے بیان کرتے ہیں کہ ابن زیاد نے عمرو بن سعد سے وہ خط طلب کیا، جو اس نے قتل امام حسین کے بارے میں لکھا تھا، ابن سعد نے کہا میں نے تیرے حکم کی تعمیل کر دی ہے اور وہ خط ضائع ہو گیا ہے، ابن زیاد نے کہا وہ خط تجھے ضرور لانا پڑے گا ابن سعد نے پھر وہی جواب دیا اور کہا وہ تو میری معذرت کے طور پر قریشی خواتین کے پاس پڑھا جا رہا ہے، ہائے افسوس، میں نے آپ کو حسین کے بارے میں ایسی نصیحت و خیر خواہی کی تھی اگر وہ میں اپنے والد سے کرتا تو اس کا حق ادا کر دیتا تو ابن زیاد کے بھائی، عثمان نے کہا، اللہ کی قسم

ابن سعد نے سچ کہا ہے اور میری بھی یہی تمنا تھی کہ حضرت حسین قتل نہ ہوتے، اللہ کی قسم! اب قیامت تک زیاد کی نسل کو ندامت اور خزامت لاحق رہے گی پھر ابن زیاد نے اس بات سے انکار نہ کیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۸)

ابن اثیر ج ۴ ص ۶۹ میں ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے کہا۔ اور بہرحال میرا حسین کو قتل کرنا، سو یوں ہوا کہ یزید نے مجھے اشارہ کیا کہ یا تو میں حسین کو قتل کر دوں یا یزید مجھے قتل کر دے، سو میں نے اس کے قتل کو اختیار کر لیا۔ (السیف ج ۳ شمارہ ۵)

یزید ابن زیاد کے ساتھ بغض رکھتا تھا۔ وکان یزید یبغض عبید اللہ بن زیاد۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۵۲)

لیکن کربلا کی مہم کو سر کر لینے کے بعد ابن زیاد کا مرتبہ و مقام یزید کے ہاں بہتر ہو گیا چنانچہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے

فسر بقتله اولاً وحسنت بذلك منزلة ابن زياد عنده (البدایہ ج ۸ ص ۲۳۲)

یعنی امام حسین کے قتل پر اول یزید خوش ہوا، اور ابن زیاد کا مرتبہ و مقام اس کے ہاں بہتر اور اچھا ہو گیا۔

علامہ امام ابن حجر مکی نے ارقام فرمایا ہے،

انه بالغ في رفعة ابن زياد حتى ادخله على نسائه (الصواعق المحرقہ ص ۱۹۹)

یزید نے ابن زیاد کے مرتبے میں زیادتی کر کے اس کو اپنی عورتوں پر داخل کر دیا،

شمر نے نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگی کہ یا اللہ تو مجھے بخش دے، ابو اسحاق نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے کیوں بخشنے لگا تو نے تو ابن رسول اللہ کے قتل میں معاونت کی تھی، شمر کہنے لگا ہمارے ان حاکموں نے ہمیں حکم دیا ہم نے اس کی مخالفت نہ کی اگر ہم انکی مخالفت کرتے تو ان بدنصیب گدھوں سے بھی بدترین ہو جاتے۔

میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۴۹

یزید کو اپنی غلطی کا احساس اس وقت ہوا۔ جب اس نے گلستان نبوّت کے گلشن کو ویران کر کے رکھدیا تو وہ کہنے لگا۔

وما کان علی لو احتملت الاذی وانزلته فی داری وحکمته فیما یریدہٗ ، وان کان علیّ فی ذلك وکف و وھن فی سلطانی حفظا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ورعایۃ لحقہ وقرابتہ۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۳۲)

یعنی یہ بات مجھ پر کوئی مشکل نہ تھی کہ تکلیف برداشت کرتا اور اس کو اپنے گھر میں بٹھاتا اور اس کی مرضی کے مطابق حکم دیتا، اگرچہ اس میں میری سلطنت میں کمزوری آجاتی اور یہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حقوق کی رعایت اور آپ کی قرابت کی وجہ سے کرتا۔

ثم یقول لعن اللہ ابن مرجانہ فانہ احرجہ واضطرہٗ۔

اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ پر لعنت کرے اس نے ان کو تکلیف میں ڈالا اور پریشان کیا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۲۳۲)

یزید نے ابن زیاد پر قتل کا الزام تھونپ کر اس کو لعنتی کہدیا، لیکن اس کو اس کے عہدے سے برطرف نہ کیا اور نہ ہی اس کو کوئی سزا دی اور نہ ہی سرزنش کی، حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں،

وقد لعن ابن زیاد علی فعلہ ذلك وشتمہ فیما یظہر ویبدو، ولکن لم یعزلہ علی ذلك ولا عاقبہ ولا ارسل یعیب علیہ ذلك۔ واللہ اعلم (البدایہ ج ۸ ص ۲۰۳)

بلکہ ابن زیاد کی مقبولیت میں یزید نے اضافہ کر دیا (کما مرّ) اور بذات خود قاتلوں کی سرپرستی کر کے اپنی پلاننگ کے بھانڈے کو چوراہے پر پھوڑ دیا۔

امام کے سر مبارک کو دمشق میں تین دن نصب کر کے (البدایہ ج ۸ ص ۲۰۴) اپنی عاقبت کو برباد کیا

المختصر یہ کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کا کردار، ہر لحاظ سے بے غبار ہے۔

ایک طاغوتی طاقت کے سامنے کلمہ حق کی ادائیگی کا حق ادا کرنے والے شہید اعظم کی مظلومانہ شہادت بلاشبہ تقاضائے حکمت الہیہ سے کمالات نبوت میں درج ہو کر تتمہ نبوت کہلائی۔ چنانچہ مسلک وھابیہ کے مولانا حسن صاحب نے لکھا ہے۔ الحاصل حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ شہادت کو تسکین عطا ہوئی۔ اسی لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو تتمہ نبوت کہا جاتا ہے۔ یہ اگر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوتی تو عوام کے لئے اندیشہ ابتلا تھا کہ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر کافروں نے غلبہ پالیا کہ زہر یا قتل کے ذریعہ آپ کی شہادت واقع ہوئی، (سیدنا حسین اہل حق کی نظر میں ص ۲۸)

نیز آپ نے دنیائے اسلام میں بسنے والوں کو متنبہ کر دیا ہے کہ جب اسلام پر یزیدیت کی متعفن ہوائیں چلیں، فسق، فجور، ظلم وستم اور قہر و عدوان کے جھکڑ آئیں تو ان کے سامنے سینہ سپر ہو کر علم اسلام کو بلند رکھنا ضروری ہو جاتا ہے اس کی آپ نے جو مثال پیش فرمائی ہے، ایسی مثال چشم فلک کے دیکھنے میں شاید آئی ہو۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی ⁂ اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

وہ یزید جس کی عمر اس کے برے افعال کی وجہ سے گھٹ گئی اور جس کو اپنے والد کی بد دعا کھا گئی (الصواعق المحرقہ ص ۲۲۴۔ وتفسیر روح البیان تحت آیت آیت وان کثیرا من الناس عن آیتنا لغافلون) کے پرستار ایسے بھی ہیں جو اس کو "الٰہ" تصور کرتے ہیں۔ (حاشیہ تطہیر الجنان ص ۴) اور ایسے بھی جو اس کو نبی تسلیم کرتے ہیں۔ (منہاج السنۃ لابن تیمیہ ج ۴ ص ۱۷۹ حادثہ ص ۲۷۷)

اور ایسے بھی ہیں جو اسس کو بہشت میں پہنچا چکے ہیں۔ اور ایسے بھی ہیں جو یوم عاشورہ کو عید اور اُسکی فتح کا جشن مناتے ہیں (البدایہ ج ۸ ص ۲۰۲) اور ایسے بھی ہیں جو اسس کی طرف داری پر فخر کرتے ہیں۔ مثلاً گنگوہی دیوبندی وھابی فتاوی رشیدیہ میں، مفتی عزیز الرحمان دیوبندی وھابی فتاوی دار العلوم دیوبند میں، مولوی عبد الستار تونسوی دیوبندی وھابی وغیرہ جنکا ذکر ہمارے اُستاذ شیخ المحدثین علامہ منظور احمد صاحب فیضی مدظلہ نے اپنے رسالہ ذمائم یزید میں ص ۲۰ کیا ہے۔ اور ایسے بھی ہیں جو رات دِن اسس کی شان بڑھانے اور اُس کے خود ساختہ فضائل لکھنے میں سرگرداں ہیں۔ اسر حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ جگر گوشۂ رسول نے یزیدیت کے تابوت میں ایسی آخری کیل ٹھونکی کہ اس کے کرب سے ذریت یزید قیامت تک تڑپتی رہے گی، اور یزیدی ہزار تلملائیں لاکھ بلبلائیں حسینیت کا پھریرا شش جہات عالم میں پوری آن وبان کے ساتھ لہراتا ہوا نظر آتا رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ الاعلی بعد معلومات اللہ تعالیٰ ہ

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

کاتب الحروف

محمد سراج احمد السعیدی القادری غفرلہ، دلولدیہ

0301-7793990 - 03056923185 رابطہ نمبر

تکمیل اضافہ طبع ثانی ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ بروز بُدھ بوقت ۱۱ بجے دن

بمقام مدینۃ الاولیاء اوچ متبرکہ مدرسہ عزیز العلوم اوچ شریف۔ بہاول پور

(پاکستان)

امام زین العابدین رضؓ، علی السجاد بن الحسین رضؓ

المتوفی سنہ ۹۴ھ / ۷۱۲ء

إن نلتَ یا ریحَ الصبا یوماً إلی أرضِ الحرم — بلّغ سلامی روضةً فیها النبیُّ المحترم

اے بادِ صبا اگر تیرا گزر سرزمینِ حرم تک ہو — تو میرا سلام اس روضہ کو پہنچا جس میں نبی محترم تشریف فرما ہیں

من وجهُه شمسُ الضحی من خدُّه بدرُ الدجی — من ذاتُه نورُ الهدی من کفُّه بحرُ الهمم

وہ جن کا چہرۂ انور مہرِ نیمروز ہے اور جن کے رخسار تاباں ماہِ کامل — جن کی ذات نورِ ہدایت ہے، جن کی ہتھیلی سخاوت میں دریا

قرآنُه برهانُنا نسخاً لأدیانٍ مضت — إذ جاءنا أحکامُه کلُّ الصحفِ صار العدم

اُن کا (لایا ہوا) قرآن ہمارے لئے واضح دلیل ہے جس نے ماضی کے تمام دینوں کو منسوخ کر دیا — جب اُس کے احکام ہمارے پاس آئے تو پچھلے سارے صحیفے معدوم ہو گئے

أکبادُنا مجروحةٌ من سیفِ هجرِ المصطفی — طوبی لأهلِ بلدةٍ فیها النبیُّ المحتشم

ہمارے جگر زخمی ہیں فراقِ مصطفےٰ ؐ کی تلوار سے — خوش نصیبی اُس شہر کے لوگوں کی ہے جس میں نبی محتشم ہیں

یا لیتنی کنتُ کمن یتّبع نبیّاً عالماً — یوماً ولیلاً دائماً وارزق کذا لی بالکرم

کاش میں اُس کی طرح ہوتا جو نبی کی پیروی علم کے ساتھ کرتا ہے — دن اور رات ہمیشہ (اے خدا) یہی صورت اپنے کرم سے عطا فرما

یا رحمةً للعالمین أنت شفیعُ المذنبین — أکرم لنا یومَ الحزین فضلاً وجوداً والکرم

اے رحمتِ عالم آپ گنہگاروں کے شفیع ہیں — ہمیں قیامت کے دن فضل و سخاوت اور کرم سے عزت بخشئے

یا رحمةً للعالمین أدرِک لزینِ العابدین

اے رحمتِ عالم زین العابدین کو سنبھالئے

محبوسُ أیدی الظالمین فی الموکبِ والمزدحم

وہ ظالموں کے ہاتھوں میں گرفتار حیرانی و پریشانی میں ہے

مؤلّف کتاب ہٰذا کی

دیگر تصانیف

تحقیق و دُعا بعد نمازِ جنازہ (مطبوعہ)

اہداء السلام والصلوٰۃ (فضائل دُرود و صیغ درود)

مقامِ معاویہ رضی اللہ عنہ (مطبوعہ)

فتاویٰ سراجیہ مختلف مسائل نماز (مطبوعہ)

قیامت کب آئے گی (مطبوعہ)

کراماتِ غوثِ اعظم (مطبوعہ)

صدائے کاظمی غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ کاظمی شاہ صاحب کی تقاریر کا اہم مجموعہ

جامعہ سعیدیہ عزیز العلوم رجسٹرڈ

اُوچشریف